۲۶

تفسیر ابن کثیر

ناشر: مکتبہ فیضُ القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

لاحول ولاقوة الا بالله

تفسیر ابن کثیر (اردو)

جس پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اس کے بعد کی تمام تفاسیر قرآن اس سے ماخوذ ہیں۔

مصنفہ

علامہ ابن کثیرؒ

...... ترجمۂ قرآن پاک

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

—— حواشی واضافات ——

مولانا انظر شاہ کشمیری مدرس دارالعلوم دیوبند ابن حضرت مولانا علامہ سید

محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ سابق محدث دارالعلوم

دیوبند

پارہ ۲۸ مع | ناشر | جز ۲۹ مع

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)

طبع اول .... دو ہزار
مطبوعہ .... وسیم فائن آرٹ پرنٹنگ پریس دیوبند
ہدیہ .... دو روپے

فہرست مضامین تفسیر ابن کثیر اُردو پارہ ۲۸ و جز ۲۹

چند ایمان افروز کتابیں

الاستبصار فی فضائل استغفار
جس میں دعا کے فضائل اور اس کی تاثیر کے ساتھ

انبیاء علیہم السلام کی دعائیں یکجا کی گئی ہیں۔ حضرت مولانا تھانویؒ کا شہرۂ آفاق رسالہ ہے جو علماء اور عوام دونوں کے لئے یکساں مفید ہے خصوصاً تبلیغی حلقوں میں بیحد مقبول ہے۔ مصیبتوں اور بلاؤں سے بچنے کے لئے اس کا ہر گھر میں رہنا ضروری ہے اعلیٰ کتابت وطباعت کے ساتھ ہدیہ چالیس نئے پیسے۔

تعبیر نامہ خواب
مولانا مولوی میاں سید اصغر حسین صاحبؒ محدث دار العلوم دیوبند کا مشہور رسالہ تعبیر نامہ خواب مکتبہ کی روش کے مطابق شائع کیا گیا ہے یہ کتابچہ حضرت محمد بن سیرینؒ کے تعبیر نامہ کا خلاصہ مع فوائد پر مشتمل ہے مزید اضافات بھی شامل کتاب ہیں ایک نہایت دلچسپ اور مفید ترین رسالہ ہے جو ہر پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ شاندار آرٹ پیپر کے ٹائیٹل کے ساتھ۔

ہدیہ چالیس نئے پیسے

ڈاڑھی کا فلسفہ مکمل
از افادات: شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔

"ڈاڑھی کا فلسفہ" اب تک مختلف کتب خانوں سے غیر مکمل شکل میں چھپتا رہا ہے موجودہ وقت کے اس اہم مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر مکتبہ نے اس کو نہایت عمدہ کتابت وطباعت کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اس رسالہ میں اصل سوالات کے ساتھ ساتھ ان کے مکمل جوابات بھی چھاپے گئے ہیں۔ اس طرح یہ اب پہلی مرتبہ مکمل شکل میں شائع ہوا ہے۔ آں جناب جب بھی ڈاڑھی کا فلسفہ طلب فرمائیں اس کے آگے "مکمل" کا لفظ ضرور لکھئے تاکہ آپ کو ناقص ایڈیشن دستیاب نہ ہو سکے۔ اس کتابچے میں ڈاڑھی کی مقدار، ڈاڑھی سے متعلق جملہ شکوک وشبہات، نیز ڈاڑھی کی شرعی حیثیت اور اسلام میں ڈاڑھی کی اہمیت پر عقلی دلائل کے ساتھ کلام کیا گیا ہے موجودہ دور کے اس بڑھتے ہوئے فتنے کو روکنے کے لئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں طلب فرما کر انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں میں تقسیم کیجئے پہلی فرصت میں طلب فرمائیے۔ (ہدیہ صرف چالیس نئے پیسے)

شریعت اور تصوف
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ کی کمیاب تقریر جو بزبان فارسی مع اردو ترجمہ کے چھاپی گئی ہے اس کتابچے میں خصوصی طور پر اصطلاحات صوفیہ کو واضح طور پر سمجھا دیا گیا ہے۔ مترجم نے ہر مشکل مقام کو صاف کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی، کاغذ کتابت، طباعت سب معیاری ہر ٹائیٹل رنگین۔ ہدیہ پچاس نئے پیسے۔

مسئلہ سود
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی تحریر کردہ۔

یہ کتاب سود اور سود سے متعلق تجارت، جاہلیت عرب کا سود، قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا مفہوم اور اس کی حرمت سود کی دینی دنیوی، اقتصادی ومعاشی تباہ کاری پر ایک عمدہ مواد پیش کرتی ہے آج کے دور میں جبکہ مشرق سے مغرب تک تمام تجارتوں میں سود کا جال پھیلا ہوا ہے یہ کتاب ایک مشعل راہ ثابت ہوئی ہے تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے ایک بے نظیر تحفہ ہے کتابت، کاغذ سب ہی عمدہ ہیں (ہدیہ ایک روپیہ پچیس پیسے)

رہنمائے عربی
دار العلوم دیوبند کے استاد فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی نے اپنی اس کتاب میں عربی سیکھنے کے کچھ ایسے گر بتائے ہیں جس سے عربی زبان انتہائی آسان ہو گئی ہے اور آپ بہت جلد عربی سیکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے جدید طرز تعلیم سے مطابقت اور طلباء کو عربی کے مروجہ اسلوب کے قریب لانے کے لئے "رہنمائے عربی" کا مستقل سلسلہ چھاپا جا رہا ہے پہلا جزء چھپ کر تیار ہو گیا ہے ہدیہ ساٹھ پیسے

فضائل رمضان
مصنفہ مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور جسمیں تین فصلیں ہیں، فصل اول میں ان احادیث سے متعلق فضائل رمضان۔ دوسری فصل میں سات احادیث لیلۃ القدر کے بارے میں، اور سورۂ قدر کی تفسیر تیسری فصل میں تین احادیث اعتکاف کے بارے میں۔ خاتمہ میں ایک طویل حدیث جو بہت سے عجیب مضامین پر مشتمل ہے غرضیکہ یہ معلوم کرنے کیلئے کہ رمضان المبارک کتنی بڑی نعمت ہے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ (ہدیہ ساٹھ نئے پیسے)

ملنے کا پتہ:- مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)

تفسیر سورۂ مجادلہ مدنیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا

بیشک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی۔

وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ①

اور اپنے رنج و غم کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا (اور) اللہ (تو) سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

ایک خانگی جھگڑا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات حمد و ثنا کے لائق ہے جس نے تمام آوازوں کو گھیر رکھا ہے یہ شکایت کرنے والی بی بی صاحبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح چپکے چپکے باتیں کر رہی تھیں کہ باوجود اسی گھر میں ہونے کے میں مطلقاً نہ سمجھ سکی کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس پوشیدہ آواز کو بھی سن لیا اور یہ آیت اتری (بخاری و مسند وغیرہ) اور روایت میں آپ کا یہ فرمان اس طرح منقول ہے کہ بابرکت ہے وہ خدا جو ہر اونچی نیچی آواز کو سنتا ہے، یہ شکایت کرنے والی بی بی صاحبہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو اس طرح سرگوشیاں کر رہی تھیں کہ کوئی لفظ تو کان تک پہنچ جاتا تھا اور اکثر باتیں باوجود اسی گھر میں موجود ہونے کے میرے کانوں تک نہیں پہنچتی تھیں، اپنے میاں کی شکایت کرتے ہوئے فرمایا کہ یا رسول اللہ میری جوانی تو ان کے ساتھ کٹی، بچے ان سے ہوئے اب جبکہ میں عمر بڑھیا ہو گئی . . . . تو میرے شوہر نے مجھ سے ظہار کر لیا۔ اسے

عہ ظہار، فقہاء کی ایک اصطلاح ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ شوہر نے اپنی بیوی کو کسی ایسی عورت کے عضو کے ساتھ تشبیہ دی جو شوہر کے لئے حرام تھی۔ مثلاً وہ کہدے کہ "انت علی کظہر امی" تو مجھ پر ایسی حرام ہے جیسے کہ مجھ پر میری ماں کی پشت وغیرہ، فقہاء کے یہاں اس لفظ سے ایک طرح کی عارضی جدائی شوہر اور بیوی میں واقع ہو جاتی ہے تفصیلات فقہی کتابوں میں مل سکیں گی۔

اللہ میں تیرے سامنے اپنے اُس دکھڑے کا رونا روتی ہوں، ابھی یہ بی بی صاحبہ گھر سے نہیں نکلی تھیں جو حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لیکر اُترے۔ ان کے خاوند کا نام حضرت اوس بن صامت تھا رضی اللہ عنہ۔ (ابن ابی حاتم) انہیں کچھ دماغی عارضہ کی شکایات تھیں جن کا جب زور ہوتا تو اُس حالت میں اپنی بی بی صاحبہ سے ظہار کر لیتے پھر جب اچھے ہو جاتے تو گویا کہ دونوں ہی کو یہ بات پیش ہی نہیں آئی۔ یہ بی بی صاحبہ حضورؐ سے فتویٰ پوچھنے اور خدا کے سامنے اپنی التجا بیان کرنے کو آئیں جس پر یہ آیت اُتری۔ حضرت ابو یزیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں اور لوگوں کے ساتھ جا رہے تھے جو ایک عورت نے آواز دے کر ٹھیرا لیا، حضرت عمرؓ فوراً ٹھیر گئے اور ان کے پاس جا کر توجہ اور ادب سے سر جھکائے ان کی باتیں سننے لگے جب وہ اپنی فرمائش کی تعمیل کرا چکیں اور خود لوٹ گئیں تب امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی واپس آئے ایک شخص نے کہا امیر المومنین ایک بڑھیا کے کہنے سے آپ رک گئے اور اتنے آدمیوں کو آپ کی وجہ سے اب تک رکنا پڑا۔ آپ نے فرمایا افسوس جانتے بھی ہو یہ کون تھیں؟ اُس نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ وہ عورت ہیں جن کی شکایت اللہ تعالےٰ نے ساتویں آسمان پر سُنی یہ حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ ہیں اگر یہ صبح سے باتیں کرتے رات کر دیتیں تو بھی میں انکی باتیں سنتا ہاں نماز کے وقت نماز ادا کر لیتا اور پھر کمر بستہ خدمت کے لئے حاضر ہو جاتا (ابن ابی حاتم) اس کی سند منقطع ہے اور دوسرے طریق سے بھی مروی ہے، ایک روایت میں ہے کہ یہ خولہ بنت صامت تھیں اور ان کی والدہ کا نام معاذہؓ تھا جن کے بارے میں یہ آیت وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ الخ نازل ہوئی تھی، لیکن درست یہ ہے کہ حضرت خولہؓ اوس بن صامتؓ کی بیوی تھیں، اللہ تعالےٰ اُن سے راضی ہو۔

الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنكُم مِّن نِّسَائِهِم مَّا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ ۖ إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا اللَّائِي وَ

تم جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں (مثلاً یوں کہہ دیتے ہیں انت علی کظہر امی) وہ ان کی مائیں نہیں ہیں اُن کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے

(۲) لَدْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ

ان کو جنا ہے اور وہ لوگ بلاشبہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں (اسلئے گناہ ضرور ہوگا) اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے بخشنے والے ہیں

وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِن نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ

اور جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنی چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی

مِّن قَبْلِ أَن يَتَمَاسَّا ۚ ذَٰلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۳﴾

کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں (میاں بی بی) باہم اختلاط کریں اس سے تمکو نصیحت کیجاتی (اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِن قَبْلِ أَن يَتَمَاسَّا ۖ فَمَن لَّمْ

پھر جسکو (غلام لونڈی) میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ پیاپے (یعنی لگاتار) دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں پھر جس سے یہ بھی

يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ۚ ذَٰلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَتِلْكَ

نہ ہو سکیں تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یہ حکم اس لئے (بیان کیا گیا) ہے کہ اللہ اور رسول پر ایمان لے آؤ اور یہ اللہ کی حدیں

حُدُودُ اللَّهِ ۗ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۴﴾

(باندھی ہوئی) ہیں کافروں کے لئے سخت دردناک عذاب ہوگا۔

ظہار کے احکام

حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم میرے اور میرے خاوند اوس بن صامت کے بارے میں اس سورۂ مجادلہ کی شروع کی چار آیتیں اُتری ہیں) میں ان کے گھر میں تھی

یہ بوڑھے اور بڑی عمر کے تھے اور کچھ اخلاق کے بھی اچھے نہ تھے، ایک دن باتوں ہی باتوں میں مَیں نے اُن کی کسی بات کا خلاف کیا اور انھیں کچھ جواب دیا جس پر وہ بڑے غضبناک ہوئے اور غصّے میں فرمانے لگے تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے پھر گھر سے چلے گئے اور باہر مجلس میں کچھ دیر بیٹھے رہے پھر واپس آئے اور مجھ سے خاص بات چیت کرنی چاہی میں نے کہا اُس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں خولہ کی جان ہے تمہارے اس کہنے کے بعد اب یہ بات ناممکن ہے یہاں تک کہ خدا اور اس کے رسول کا فیصلہ ہمارے بارے میں نہ ہو، لیکن وہ نہ مانے اور زبردستی کرنے لگے مگر چونکہ کمزور اور ضعیف تھے میں ان پر غالب آگئی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے میں اپنی پڑوسن کے ہاں گئی اور اس سے کپڑا مانگا اور اوڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی، اس واقعہ کو بھی بیان کیا اور بھی اپنی مصیبتیں اور تکلیفیں بیان کرنی شروع کردیں آپ یہی فرماتے جاتے تھے خولہ اپنے خاوند کے بارے میں اللہ سے ڈرو وہ بوڑھے ہیں، ابھی یہ باتیں ہوہی رہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی، جب وحی اتر چکی تو آپ نے فرمایا اے خولہ تیرے اور تیرے خاوند کے بارے میں قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوئی ہیں، پھر آپ نے قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ سے عَذَابٌ اَلِیْمٌ تک پڑھ سنایا اور فرمایا جاؤ اپنے میاں سے کہو کہ ایک غلام آزاد کردیں۔ میں نے کہا حضور اُن کے پاس غلام کہاں؟ وہ تو بہت مسکین شخص ہیں، آپ نے فرمایا اچھا تو دو مہینے کے لگاتار روزے رکھیں۔ میں نے کہا حضور وہ تو بڑی عمر کے بوڑھے ناتواں کمزور ہیں انہیں دو ماہ کے روزوں کی بھی طاقت نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق (تقریباً چار من پختہ) کھجوریں دیدیں، میں نے کہا حضور اُس مسکین کے پاس یہ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا آدھا وسق کھجوریں میں اپنی طرف سے انھیں دیدوں گا میں نے کہا بہتر آدھا وسق میں دیدوں گی آپ نے فرمایا یہ تم نے بہت اچھا کیا اور خوب کام کیا۔ جاؤ یہ ادا کردو اور اپنے خاوند کے ساتھ جو تمہارے چچا کے لڑکے ہیں محبت پیار خیر خواہی اور فرمانبرداری سے گذارا کرو (مسند احمد و ابوداؤد) انکا نام بعض روایتوں میں خولہ کے بجائے خولہ بھی آیا ہے اور بنت ثعلبہ کے بدلے بنت مالک بن ثعلبہ بھی آیا ہے۔ ان اقوال میں ایسا کوئی اختلاف نہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہو، واللہ اعلم۔ اس سورت کی ان شروع کی آیتوں کا صحیح شان نزول یہی ہے حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ جو اب آرہا ہے وہ اس کے نزول کا باعث نہیں ہوا ہاں البتہ جو حکم ظہار ان آیتوں میں تھا انہیں بھی دیا گیا یعنی آزادگی غلام یا روزے یا کھانا دینا حضرت سلمہ بن صخر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ خود ان کی زبانی یہ ہے کہ مجھے جماع کی طاقت اوروں سے بہت زیادہ تھی، رمضان میں اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو دن میں روزے کے وقت میں بچ نہ سکوں میں نے رمضان بھر کے لئے اپنی بیوی سے ظہار کرلیا، ایک رات جبکہ وہ میری خدمت میں مصروف تھی بدن کے کسی حصّے پر سے کپڑا ہٹ گیا پھر تاب کہاں تھی؟ اس سے بات چیت کر بیٹھا۔ صبح اپنی قوم کے پاس آکر میں نے کہا رات ایسا واقعہ ہوگیا ہے تم مجھے لیکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو اور آپ سے پوچھو کہ اس گناہ کا بدلہ کیا ہے؟ سب نے انکار کیا اور کہا کہ ہم تو تیرے ساتھ نہیں جائیں گے ایسا نہ ہو کہ قرآن کریم میں اس کی بابت کوئی آیت اُترے یا حضور کوئی ایسی بات فرمادیں کہ ہمیشہ کے لئے ہم پر عار باقی رہ جائے، تو جانے تیرا کام۔ تو نے ایسا کیوں کیا؟ ہم تیرے ساتھی نہیں، میں نے کہا اچھا پھر میں اکیلا جاتا ہوں چنانچہ میں گیا اور حضورؐ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تم نے ایسا کیا؟ میں نے کہا جی ہاں، حضور مجھ سے ایسا ہوگیا، آپ نے پھر فرمایا تم نے ایسا کیا؟ میں نے پھر یہی عرض کیا کہ ہاں حضورؐ مجھ سے یہ خطا ہوگئی آپ نے تیسری دفعہ بھی یہی فرمایا میں نے پھر اقرار کیا اور کہا کہ حضور میں موجود ہوں جو سزا میرے لئے تجویز کی جائے میں اُسے صبر سے برداشت کروں گا آپ حکم دیجئے، آپ نے فرمایا جاؤ ایک غلام آزاد کردو۔ میں نے اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا حضور میں تو صرف اس کا مالک ہوں خدا کی قسم مجھے غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں، آپ نے فرمایا پھر دو مہینے کے پے در پے روزے رکھو، میں نے کہا یا

عہ مطلب وہی ہے کہ ان دنوں میں کچھ تشکلات دماغی کیوجہ سے خاص الجھن میں رہتے جس کی بنا پر تحمل اور برداشت کرنے پر قدرت نہیں تھی عہ یعنی ہمبستری کی خواہش کی سہ یعنی جو ابھی تم نے مجھکو اپنی ماں کے ساتھ تشبیہ دی اور جس کے بعد عرب جاہلیت میں ایکطرح سے طلاق واقع ہوجاتی تھی۔

المومنین

رسول اللہ روزوں ہی کی وجہ سے تو یہ ہوا، آپ نے فرمایا پھر جاؤ صدقہ کردو میں نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس کچھ نہیں ہے بلکہ آج کی شب سب گھر والوں نے فاقہ کیا ہے، فرمایا اچھا بنو زریق کے قبیلے کے صدقے والے کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو کہ وہ صدقہ کا مال تمہیں دیدے تم اس میں سے ایک وسق کھجور تو ساٹھ مسکینوں کو دیدو اور باقی تم آپ اپنے اور اپنے بال بچوں کے کام میں لاؤ، میں خوش خوش واپس لوٹا اور اپنی قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا تمہارے پاس تو میں نے تنگی اور برائی پائی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس میں نے کشادگی اور برکت پائی، حضور کا حکم ہے کہ اپنے صدقے تم مجھے دیدو چنانچہ انہوں نے مجھے دیدیئے (مسند احمد ابوداؤد وغیرہ) بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت اوسؓ بن صامت اور ان کی بیوی صاحبہ حضرت خویلہؓ بنت ثعلبہ کے واقعہ کے بعد کا ہے، چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ ظہار کا واقعہ حضرت اوس بن صامتؓ کا ہے جو حضرت عبادہ بن صامتؓ کے بھائی تھے، ان کی بیوی کا نام خولہ بنت ثعلبہ بن مالک تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اس واقعہ سے حضرت خولہ کو اندیشہ تھا کہ شاید طلاق ہو گئی انہوں نے خاص کر حضورؐ سے کہا کہ میرے میاں نے مجھ سے ظہار کر لیا ہے اور اگر ہم علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو دونوں برباد ہو جائیں گے میں اب اس لائق بھی نہیں رہی کہ مجھ کو اولاد ہو ہمارے اس تعلق کو بھی زمانہ گذر چکا اور بھی اسی طرح کی باتیں کہتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں. اب تک ظہار کا کوئی حکم اسلام میں نہ تھا اس پر یہ آیتیں شروع سورت سے اَلِیْمٌ تک اتریں، حضورؐ نے حضرت اوس کو بلوایا اور پوچھا کہ کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر انکار کیا حضور نے ان کے لئے رقم جمع کی انہوں نے اس سے غلام خرید کر آزاد کیا اور اپنی بیوی سے رجوع کیا (ابن جریر) حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ اور بہت سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی بیان ہے کہ یہ آیتیں انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں واللہ اعلم

لفظ ظہار مشتق ہے ظہر سے چونکہ اہل جاہلیت اپنی بیوی سے ظہار کرتے وقت یوں کہتے تھے کہ اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّی یعنی تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ، شریعت میں حکم یہ ہے کہ اس طرح خواہ کسی عضو کا نام لے ظہار ہو جائے گا، ظہار جاہلیت کے زمانے میں طلاق سمجھا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے اس میں کفارہ مقرر کر دیا اور اسے طلاق شمار نہیں کیا جیسے کہ جاہلیت کا دستور تھا، سلف میں سے اکثر حضرات نے یہی فرمایا ہے، حضرت ابن عباسؓ جاہلیت کے اس دستور کا ذکر کر کے فرماتے ہیں اسلام میں جب حضرت خویلہ والا واقعہ پیش آیا اور دونوں میاں بیوی نادم ہوئے تو حضرت اوسؓ نے اپنی بیوی کو حضور کی خدمت میں بھیجا یہ جب آئیں تو دیکھا کہ آپ کنگھی کر رہے ہیں، آپ نے واقعہ سن کر فرمایا ہمارے پاس اس کا کوئی حکم نہیں اتنے میں یہ آیتیں اتریں اور آپ نے حضرت خویلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کی خوشخبری دی اور پڑھ سنائیں. جب غلام کو آزاد کرنے کا ذکر آیا تو عذر کیا کہ ہمارے پاس غلام نہیں، پھر روزوں کا ذکر سنکر کہا کہ اگر ہر روز تین مرتبہ پانی نہ پئیں تو بوجہ اپنے بڑھاپے کے فوت ہو جائیں. جب کھانا کھلانے کا ذکر سُنا تو کہا چند لقموں پر تو سارا دن گزرتا ہے اور دوں کو دینا تو کہاں؟ چنانچہ حضور نے آدھا وسق تیس صاع منگوا کر انہیں دیئے اور فرمایا اسے صدقہ کر دو اور اپنی بیوی سے رجوع کر لو (ابن جریر) اس کی اسناد قوی اور پختہ ہے لیکن ادائیگی غربت سے خالی نہیں، حضرت ابو العالیہ سے بھی اسی طرح مروی ہے، فرماتے ہیں خولہ بنت دلیج ایک انصاری کی بیوی تھیں جو کم نگاہ والے مفلس اور کج خلق تھے کسی دن کسی بات پر میاں بیوی میں جھگڑا ہوا تو جاہلیت کی رسم کے مطابق ظہار کر لیا جو اُن کی طلاق تھی، یہ بیوی حضورؐ کے پاس پہنچیں اُس وقت آپ حضرت عائشہؓ کے گھر میں تھے اور ام المومنین آپ کا سر دھو رہی تھیں، جا کر سارا واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا اب کیا ہو سکتا ہے؟ میرے علم میں تو تو اس پر حرام ہو گئی یہ سن کر کہنے لگیں خدایا میری عرض تجھ سے ہے، اب حضرت عائشہ آپ کا سر مبارک کا ایک طرف کا حصہ دھو کر گھوم کر دوسری جانب آئیں اور ادھر کا حصہ دھونے لگیں تو حضرت خولہ بھی گھوم کر اس طرف آبیٹھیں اور اپنا واقعہ دہرایا، آپ نے پھر یہی جواب دیا، حضرت ام المومنین نے دیکھا کہ آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا ہے تو ان سے کہا کہ دور ہٹ کر بیٹھو. یہ دور کھسک گئیں اُدھر وحی نازل ہونی شروع ہوئی جب

[illegible] جواب کو سنکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاموش ہو جانا ظاہر ہے کہ آپ کا ایک خصوصی فیصلہ ہے ورنہ اسطرح کے خطرات کو فقہا [illegible] اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں کہ مسئلہ کا حکم ہی بدل دیں.

اتر چکی تو آپ نے فرمایا وہ عورت کہاں ہے؟ حضرت ام المومنین رضؓ نے انہیں آواز دیکر بلایا آپ نے فرمایا جاؤ اپنے خاوند کو لے آؤ، یہ دوڑتی ہوئی گئیں اور اپنے شوہر کو بلا لائیں تو واقعی وہ ایسے ہی تھے جیسے انہوں نے کہا تھا، آپ نے اَسْتَعِیْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ پڑھ کر اس سورت کی یہ آیتیں سنائیں اور فرمایا کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ اچھا دو مہینے کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اگر دو تین دفعہ دن میں نہ کھاؤں تو بینائی بالکل جاتی رہتی ہے۔ فرمایا کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں لیکن اگر آپ میری امداد فرمائیں تو اور بات ہے۔ پس حضورؐ نے ان کی اعانت کی اور فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھلا دو اور جاہلیت کی اس رسم طلاق کو ہٹا کر اللہ تعالیٰ نے اسے ظہار مقرر فرمایا (ابن ابی حاتم وابن جریر) حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایلا اور ظہار جاہلیت کے زمانہ کی طلاقیں تھیں اللہ تعالیٰ نے ایلا میں تو چار مہینے کی مدت مقرر فرمائی اور ظہار میں کفارہ مقرر فرمایا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ مِنْكُمْ سے استدلال کیا ہے کہ چونکہ یہاں خطاب مومنوں سے ہے اس لئے اس حکم میں کافر داخل نہیں۔ جمہور کا مذہب اس کے خلاف ہے وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ باعتبار غلبہ کے کہہ دیا گیا ہے اس لئے بطور قید کے اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں لے سکتے۔ لفظ مِنْ نِّسَآئِهِمْ سے جمہور نے استدلال کیا ہے کہ لونڈی سے ظہار نہیں نہ وہ اس خطاب میں داخل ہے۔ پھر فرماتا ہے اس کہنے سے کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے یا میرے لئے تو مثل میری ماں کے ہے یا مثل میری ماں کی پیٹھ کے ہے یا اور ایسے ہی الفاظ اپنی بیوی کو کہہ دینے سے وہ ماں نہیں بن جاتی، حقیقی ماں تو وہی ہے جس کے بطن سے یہ تولد ہوا ہے، یہ لوگ اپنے منہ سے فحش اور باطل قول بول دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ درگذر کرنے والا اور بخشش دینے والا ہے۔ اس نے جاہلیت کی اس تنگی کو تم سے دور کر دیا، اسی طرح ہر وہ کلام جو ایک دم زبان سے بغیر سوچے سمجھے اور بلا قصد نکل جائے۔ چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ حضورؐ نے سنا کہ ایک شخص اپنی بیوی سے کہہ رہا ہے اے میری بہن تو آپ نے فرمایا کیا یہ تیری بہن ہے؟ غرض یہ کہنا برا لگا اسے روکا مگر اس سے حرمت ثابت نہیں کی کیونکہ دراصل اس کا مقصود یہ نہ تھا یونہی زبان سے بغیر قصد کے نکل گیا تھا ورنہ ضرور حرمت ثابت ہو جاتی، کیونکہ صحیح قول یہی ہے کہ اپنی بیوی کو جو شخص اس نام سے یاد کرے جو محرماتِ ابدیہ ہیں مثلاً بہن یا پھوپھی یا خالہ وغیرہ تو وہ بھی حکم میں ماں کے ہیں، جو لوگ ظہار کریں پھر اپنے کہنے سے لوٹیں اس کا مطلب ایک تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہار کیا پھر مکرر اس لفظ کو کہا کہ لیکن یہ ٹھیک نہیں، بقول حضرت امام شافعیؒ مطلب یہ ہے کہ ظہار کیا پھر اس عورت کو روک رکھا یہاں تک کہ اتنا زمانہ گذر گیا کہ اگر چاہتا تو اس میں باقاعدہ طلاق دے سکتا تھا لیکن طلاق نہ دی، امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ پھر لوٹے جماع کی طرف یا ارادہ کرے تو یہ حلال نہیں تاوقتیکہ مذکورہ کفارہ ادا نہ کرے، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے جماع کا ارادہ یا پھر بسانے کا عزم یا ہم جماع ہے، امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کہتے ہیں مراد ظہار کی طرف لوٹنا ہے اس کی حرمت اور جاہلیت کے حکم کے اٹھ جانے کے بعد پس جو شخص اب ظہار کریگا اس کی بیوی حرام ہو جائے گی جب تک کہ یہ کفارہ ادا نہ کرے، حضرت سعیدؒ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ جس چیز کو اس نے اپنی جان پر حرام کر لیا تھا اب پھر اس کام کو کرنا چاہے تو یہ کفارہ ادا کرے، حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ مجامعت کرنا چاہیے ورنہ اور طرح چھونے میں قبل کفارہ کے بھی ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں، ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں یہاں مَسّ سے مراد صحبت کرنا ہے۔ زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہاتھ لگانا بوسہ لینا بھی کفارہ کی ادائگی سے پہلے جائز نہیں، سنن میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے میں اس سے مل لیا آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے ایسا تو نے کیوں کیا؟ کہنے لگا یا رسول اللہ چاندنی رات میں اس کے خلخال (پازیب) کی چمک نے مجھے بیتاب کر دیا۔ آپ نے فرمایا اب اس سے قربت نہ کرنا جب تک کہ خدا تعالیٰ کے فرمان کے مطابق کفارہ ادا نہ کر دے۔ نسائی میں یہ حدیث مرسلاً موجود ہے۔ پھر کفارہ بیان ہو رہا ہے کہ ایک غلام آزاد کرے۔ یہاں یہ قید نہیں کہ مومن ہی ہو جیسے قتل کے کفارے میں غلام کے مومن ہونے کی قید ہے۔ امام شافعیؒ تو فرماتے ہیں یہ مطلق اس مقید پر محمول ہوگی کیونکہ آزادگی جیسی وہاں ہے ایسی ہی یہاں بھی ہے، اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کہ ایک سیاہ فام لونڈی کی بابت حضورؐ نے فرمایا تھا اسے آزاد کر دو یہ مومنہ ہے، اوپر واقعہ گذر چکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہار کر کے پھر کفارہ سے قبل واقع ہونے والے کو آپ نے دوسرا کفارہ ادا کرنے کو نہیں فرمایا۔ پھر فرماتا ہے اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے یعنی دھمکایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں سے خبردار ہے اور تمہارے احوال کا عالم ہے۔ جو غلام کے آزاد کرنے پر قادر نہ ہو (بقیہ حاشیہ) المومنین ؓ دو

(حاشیہ صفحہ ا پر دیکھئے)

مہینے کے مسلسل روزے رکھنے کے بعد اپنی بیوی سے اس صورت میں مل سکتا ہے اور اگر اس کا بھی مقدور نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینے کے بعد پہلے حدیثیں گزر چکیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدم پہلی صورت پھر دوسری پھر تیسری، جیسے کہ صحیحین کی اس حدیث میں بھی ہے جس میں آپ نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کو فرمایا تھا۔ ہم نے یہ احکام اس لئے مقرر کئے ہیں تاکہ تمہارا کامل ایمان اللہ پر اور اس کے رسول پر ہو جائے۔ یہ خدا کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس کے محرمات ہیں خبردار اس حرمت کو نہ توڑنا۔ جو کافر ہوں یعنی ایمان نہ لائیں حکمبرداری نہ کریں شریعت کے احکام کی بے عزتی کریں ان سے لاپرواہی برتیں انہیں بلاؤں سے بچنے والا نہ سمجھو بلکہ ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنزَلْنَا

جو لوگ اللہ اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ (دنیا میں بھی) ایسے ذلیل ہوں گے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے اور ہم نے کھلے کھلے

آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٥﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُم بِمَا

احکام نازل کئے ہیں اور کافروں کو ذلت کا عذاب ہوگا جس روز ان سب کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کریگا پھر ان کا سب

عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٦﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ

کیا ہوا انکو جتلا دیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہ محفوظ کر رکھا ہے اور یہ لوگ اسکو بھول گئے اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی کہ اللہ تعالیٰ

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ

سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جسمیں چوتھا وہ (یعنی اللہ) نہ ہو اور نہ

رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ

پانچ کی (سرگوشی) ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو۔ اور نہ اس (عدد) سے کم (میں) ہوتی ہے (جیسے دو یا چار آدمیوں میں) اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ (ہر

إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ

حالت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ لوگ کہیں بھی ہوں پھر ان (سب) کو قیامت کے روز ان کے کئے ہوئے کام بتلا دیگا، بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر

شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧﴾

بات کی پوری خبر ہے۔

اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت

فرمان ہے کہ خدا کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے اور احکام شریعت سے سرتابی کرنے والے ذلت نحوست اور لعنت کے مستحق ہیں۔ جس طرح ان سے پہلے انہی اعمال

(حاشیہ صفحہ اخیر ملاحظہ ہو) ع اور جسطرح غلام کو آزاد نہ کرنے کی ایک صورت یہ تھی کہ کوئی شخص غلام کا مالک ہی نہیں تھا۔ ایسے ہی مجبوری کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ غلام کا رواج ہی نہ ہو جیسا کہ اب ہندوستان پاکستان اور دوسرے اکثر ممالک میں بہرحال ایسے لوگوں کیلئے متبادل صورت یہی ہے کہ وہ روزے رکھیں، نیز یہ بھی فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی ایک ہی شخص کو ساٹھ روز مسلسل کھلا دیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

ع آیت کے ذیل میں بعض علماء نے ان تمام مسلمان قانون ساز حکام اور بااختیار اداروں کو بھی داخل کیا ہے جو شرعی احکام کے بجائے، غیر اسلامی قوانین نافذ کرتے ہوں لیکن صاحب روح المعانی علامہ آلوسی زادہؒ نے لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں یعنی بعض اسلامی احکام نافذ نہ کرنے پر کسی (بقیہ صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ ہو)

کے باعث برباد اور رسوا کر دیئے گئے، اسی طرح یہ بھی اس سرکشی کے باعث تباہ اور رسوا کیے جائیں گے ہم نے اس طرح واضح اس قدر ظاہر اتنی صاف اور ایسی کھلی ہوئی آیتیں بیان کر دی ہیں اور نشانیاں ظاہر کر دی ہیں کہ سوائے اس کے جس کے اطوار سرکشی کے ہوں کوئی ان سے انکار نہیں کر سکتا اور جو ان کا انکار کرے وہ کافر ہے اور ایسے کفار کے لئے یہاں کی ذلت کے بعد وہاں کے بھی اہانت والے عذاب ہیں۔ یہاں ان کے تکبر نے خدا کی طرف جھکنے سے روکا وہاں اس کے بدلے انہیں بے انتہا ذلیل کیا جائے گا خوب روندا جائے گا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا اور جو بھلائی برائی جس کسی نے کی تھی اس سے اُسے آگاہ کرے گا۔ گو یہ بھول گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے تو اُسے یاد رکھا تھا۔ اس کے فرشتوں نے اُسے لکھ رکھا تھا، نہ تو اللہ پر کوئی چیز چھپ سکے نہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولے۔ پھر بیان فرماتا ہے کہ تم جہاں ہو جس حالت میں ہو نہ تمہاری باتیں خدا کے سننے سے رہ سکیں نہ تمہاری حالتیں خدا کے دیکھنے سے پوشیدہ رہیں اس کے علم نے ساری دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے اسے ہر زمان و مکان کی اطلاع ہر وقت ہے، وہ زمین و آسمان کی تمام کائنات سے باعلم ہے۔ تین شخص آپس میں مل کر نہایت پوشیدگی سے رازداری کے ساتھ اپنی باتیں ظاہر کریں انہیں وہ سنتا ہے اور وہ خود کو تین ہی نہ سمجھیں بلکہ اپنا چوتھا خدا کو گنیں اور جو پانچ شخص تنہائی میں راز داریاں کر رہے ہوں وہ بھی یقین رکھیں کہ وہ جہاں کہیں بھی ہیں ان کے ساتھ ان کا خدا ہے یعنی ان کے حال قال سے مطلع ہے ان کے کلام کو سن رہا ہے اور ان کی حالتوں کو دیکھ رہا ہے پھر ساتھ ہی ساتھ اس کے فرشتے بھی لکھتے جا رہے ہیں، جیسے اور جگہ ہے۔ اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۔ کیا لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدگیوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو بخوبی جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمام غیبوں پر اطلاع رکھنے والا ہے اور جگہ ارشاد ہے:۔ اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ ۔ کیا ان کا یہ گمان ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور خفیہ مشوروں کو سن نہیں رہے؟ برابر سن رہے ہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس موجود ہیں جو لکھتے جا رہے ہیں، اکثر بزرگوں نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس آیت سے مراد معیتِ علمی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کا وجود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر جگہ ہے، ہر تین کے مجمع میں چوتھا اس کا علم ہے تبارک و تعالیٰ) بے شک و شبہ اس بات پر ایمان کامل اور یقین راسخ رکھنا چاہئے۔ کہ یہاں مراد ذات سے ساتھ ہونا نہیں بلکہ علم کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہونا ہے، ہاں بیشک اس کا سننا دیکھنا بھی اسی طرح اس کے علم کے ساتھ ساتھ ہے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اپنی تمام مخلوق پر مطلع ہے ان کا کوئی کام اس سے پوشیدہ نہیں، پھر قیامت کے دن انہیں ان کے تمام اعمال پر متنبہ کرے گا، اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کو شروع بھی اپنے علم کے بیان سے کیا تھا اور ختم بھی علم خدا کے بیان پر کیا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ یَتَنٰجَوْنَ

کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں فرمائی جن کو سرگوشی سے منع کر دیا گیا تھا مگر (پھر بھی) وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے انکو منع کیا گیا تھا اور گناہ

بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ٘ وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ

اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور وہ جب لوگ آپ کے پاس آتے ہیں آپکو

بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَ یَقُوْلُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ

ایسے لفظ سے سلام کہتے ہیں جس سے اللہ نے آپکو سلام نہیں فرمایا اور اپنے جی میں (یا آپس میں) کہتے ہیں کہ (اگر یہ پیغمبر ہے تو) اللہ تعالیٰ ہمکو ہمارے اس کہنے پر سزا دیتا

جَهَنَّمُ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۸ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا

کیوں نہیں دیتا۔ انکے لیے جہنم کافی ہے اس میں یہ لوگ (ضرور) داخل ہونگے سو وہ برا ٹھکانہ ہے۔ اے ایمان والو جب تم (کسی ضرورت سے) سرگوشی کرو تو گناہ

المومنین

جُوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

زیادتی اور رسولؐ کی نافرمانی کی سرگوشیاں مت کرو اور نفع رسانی اور پرہیزگاری کی باتوں کی سرگوشیاں کرو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ

اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے ۔ ایسی سرگوشی محض شیطان کی طرف سے (یعنی اس کے بہکانے سے)

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَاۗرِّهِمْ شَيْـــًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ

ہے تاکہ مسلمانوں کو رنج میں ڈالے اور وہ (شیطان) بدون خدا کے ارادے انکو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا اور مسلمانوں کو (ہر امر میں) اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیئے۔

خدا تعالےٰ کا ایک حکم

غلط قسم کی سرگوشیوں سے یہودیوں کو روک دیا گیا تھا اس لئے کہ ان میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جب صلح و صفائی تھی تو یہ لوگ یہ حرکت کرنے لگے کہ جہاں کہیں کسی مسلمان کو دیکھا اور جہاں کوئی ان کے پاس گیا کہ یہ ادھر ادھر جمع ہو ہو کر چپکے چپکے اشاروں کنایوں میں اس طرح کانا پھوسی کرنے لگتے کہ اکیلا دکیلا مسلمان یہ گمان کرتا کہ شاید یہ لوگ میرے قتل کی سازشیں کر رہے ہیں یا میرے خلاف اور ایمان داروں کے خلاف کچھ مخفی ترکیبیں سوچ رہے ہیں اسے ان کے طرف جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔ جب یہ شکایتیں عام ہوئیں تو حضورؐ نے یہودیوں کو اس غلط حرکت سے روک دیا لیکن وہ باز نہیں آئے ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ ہم لوگ باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات کو حاضر ہوتے کہ اگر کوئی کام ہو تو کر دیں، ایک رات کو باری والے بھی آ گئے اور کچھ اور لوگ بھی بہ نیتِ ثواب آ گئے چونکہ لوگ زیادہ جمع ہو گئے تو ہم چند جماعتوں میں تقسیم ہو کر ادھر ادھر بیٹھ گئے اور ہر جماعت باتیں کرنے لگی، اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا یہ سرگوشیاں کیا ہو رہی ہیں؟ کیا تمہیں اس سے روکا نہیں گیا؟ ہم نے کہا حضور ہماری توبہ ہے ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے کیونکہ اس سے کھٹکا لگا رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ خوف کی چیز بتلاؤں وہ پوشیدہ شرک ہے اس طرح کہ ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور دوسرے کے دکھانے کے لئے کوئی دینی کام کرے (یعنی ریا کاری) اس کی اسناد غریب ہے اور اس میں بعض راوی ضعیف ہیں۔ پھر بیان ہوتا ہے کہ ان کی سرگوشیاں یا تو گناہ کے کاموں کے لئے ہوتی ہیں جس میں ان کا ذاتی نقصان ہے یا ظلم پر ہوتی ہیں جس میں دوسروں کے نقصان کی ترکیبیں سوچتے ہیں یا پیغمبر علیہ السلام کی مخالفت پر ایک دوسرے کو پختہ کرتے ہیں اور آپ کی نافرمانیوں کے منصوبے گانٹھتے ہیں۔ پھر ان بدکاروں کی ایک بدترین خصلت بیان ہو رہی ہے کہ سلام کے الفاظ کو بھی یہ بدل دیتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ یہودی حضور کے پاس آئے اور کہا اَلسَّامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ۔ سام کے معنی موت کے ہیں پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے کہا عَلَيْكُمُ السَّامُ حضور ایسے الفاظ اور سخت کلامی کو ناپسند فرماتا ہے میں نے کہا کہ کیا حضورؐ نے نہیں سنا؟ انہوں نے تجھے اَلسَّلَامُ نہیں کہا اَلسَّامُ کہا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا؟ میں نے کہہ دیا وَعَلَيْكُمْ ۔ اسی کا بیان یہاں ہو رہا ہے دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ان کے جواب میں فرمایا تھا عَلَيْكُمُ السَّامُ وَالذَّامُ وَاللَّعْنَةُ اور آپ نے حضرت صدیقہؓ کو روکتے ہوئے فرمایا کہ ہماری دعا ان کے حق میں مقبول ہے اور ان کا ہمیں کوسنا نامقبول ہے۔ (ابن ابی حاتم وغیرہ) ایک مرتبہ حضور اپنے اصحاب کے مجمع میں تشریف فرما تھے کہ ایک یہودی نے آ کر سلام کیا صحابہؓ نے جواب دیا پھر حضور نے صحابہ سے پوچھا معلوم بھی ہے اس نے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا حضرت سلام کیا تھا آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا تھا سَامٌ عَلَيْكُمْ یعنی تمہارا دین مغلوب ہو مٹ جائے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اس یہودی کو بلاؤ جب وہ آ گیا تو آپ نے فرمایا سچ سچ بتا کیا تو نے سَامٌ عَلَيْكُمْ نہیں کہا تھا؟ اس نے

ع گویا کہ میں ان کو ان کی بے ہودگی کا مناسب جواب دے چکا ہوں اب زیادہ کہنا حدود سے تجاوز ہو گا۔ عہ کیونکہ انہوں نے ابتدا کی اور ابتدا کرنے والا ظالم ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ ظالم کی دعا قبول نہیں ہوتی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مظلوم تھے اور مظلوم کے لئے دراجابت ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔

کہا ہاں حضور میں نے یہی کہا تھا آپ نے فرمایا سنو جب کبھی کوئی اہل کتاب تم میں سے کسی کو سلام کرے تو تم صرف عَلَیْکَ کہہ دیا کرو یعنی جو تو نے کہا ہو وہ تجھ پر (ابن جریر وغیرہ) پھر یہ لوگ اپنے اس کرتوت پر خوش ہو کر اپنے دل میں کہتے کہ اگر یہ نبی برحق ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہماری اس چال بازی پر ہمیں دنیا میں ضرور عذاب کرتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ہمارے باطنی حال سے بخوبی واقف ہے۔ پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے انہیں دار آخرت کا عذاب ہی کافی ہے جہاں یہ جہنم میں جائیں گے اور بری جگہ پہنچیں گے۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ اس آیت کا شانِ نزول یہودیوں کا اس طریقے کا سلام ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ منافق اسی طرح سلام کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ مومنوں کو ادب سکھاتا ہے کہ تم ان منافقوں اور یہودیوں کے سے کام نہ کرنا تم گناہ کے کاموں اور حد سے گذر جانے اور نبی کی نافرمانی کے مشورے نہ کرنا بلکہ تمہیں ان کے برخلاف نیکی کے اور اپنے تحفظ کے مشورے کرنے چاہئیں۔ تمہیں ہر وقت اس اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے جس کی طرف تمہیں جمع ہونا ہے۔ جو اس وقت تمہیں ہر نیکی بدی کی جزا سزا دے گا اور تمام اعمال و اقوال سے متنبہ کرے گا گو تم بھول گئے ہو۔ لیکن اس کے پاس سب محفوظ اور موجود ہیں۔ حضرت صفوانؒ فرماتے ہیں میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا ہاتھ تھامے ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مومن کی جو سرگوشی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ہوگی اس کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپ نے فرمایا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے قریب بلائے گا اور اس قدر قریب کہ اپنا دست گرامی اس پر رکھ دے گا اور لوگوں سے اسے پردے میں کر لے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور پوچھے گا۔ یاد ہے؟ فلاں گناہ تم نے کیا تھا فلاں کیا تھا۔ یہ اقرار کرتا جائے گا۔ اور دل دھڑک رہا ہوگا کہ اب ہلاک ہوا، اتنے میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ دیکھ دنیا میں بھی میں نے تیری پردہ پوشی کی اور آج بھی میں نے بخشش کی، پھر اسے اس کی نیکیوں کا نامۂ اعمال دیا جائے گا لیکن کافر و منافق کے بارے میں تو گواہ پکار کر کہہ دیں گے کہ یہ خدا پر جھوٹ بولنے والے لوگ ہیں، خبردار ہو جاؤ، ان ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ پھر ارشاد ہے کہ اس قسم کی سرگوشی جس سے مسلمان کو تکلیف پہنچے اور اسے بدگمانی ہو شیطان کی طرف سے ہے شیطان ان منافقوں وغیرہ سے یہ کام اس لئے کراتا ہے کہ مومنوں کو غم و رنج ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ خدا کی اجازت بغیر نہ شیطان کوئی اور انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ جسے کوئی ایسی حرکت معلوم ہو اسے چاہئے کہ اعوذ پڑھے خدا کی پناہ لے اور اللہ پر بھروسہ رکھے انشاء اللہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ ایسی کانا پھوسی جو کسی مسلمان کو ناگوار گذرے حدیث میں بھی منع آیا ہے مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم تین آدمی ہو تو دو مل کر کان میں منہ ڈال کر باتیں کرنے نہ بیٹھ جاؤ اس سے اس تیسرے کا دل رنجیدہ ہوگا۔ (صحیحین) اور روایت ہے کہ ہاں اگر اس کی اجازت ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (مسلم)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ

اے ایمان والو جب تم سے کہا جاوے کہ مجلس میں جگہ کھول دو تو تم جگہ کھول دیا کرو اللہ تم کو (جنت میں) کھلی جگہ دے گا اور جب

لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ

(کسی ضرورت سے) یہ کہا جائے کہ (مجلس سے) اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو اللہ تعالیٰ (اس حکم کی اطاعت سے) تم میں ایمان والوں کے اور ایمان والوں میں ان لوگوں کے جن کو

اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۵

علم (دین) عطا ہوا ہے (اخروی) درجے بلند کر دے، اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے

عہ اے اللہ اے ارحم الراحمین اے ستار العیوب، اے غفار اے غفور الرحیم، کاش کہ جناب کا یہ معاملہ اس ظالم خطار کار عصیاں کوش انظر کیساتھ، عہ اور نفسیاتی طور پر وہ سمجھے گا کہ شاید یہ میری شکایات کر رہے ہیں
عہ یعنی اس تیسرے شخص کی،

ایک اخلاقی فریضہ

یہاں ایمان والوں کو اللہ تعالےٰ مجلسی آداب سکھاتا ہے۔ انہیں حکم دیتا ہے کہ نشست و برخاست میں بھی ایک دوسرے کا خیال و لحاظ رکھو۔ ارشاد ہے کہ جب مجلس جمع ہو اور کوئی آئے تو ذرا اِدھر اُدھر ہٹ ہٹا کر اُسے بھی جگہ دو۔ مجلس میں کشادگی کرو۔ اور اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہیں کشادگی دے گا اس لئے کہ ہر عمل کا بدلہ اُسی جیسا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے جو شخص اللہ تعالےٰ کے لئے مسجد بنادے اللہ تعالےٰ اُس کے لئے جنت میں گھر بنا دے گا۔ اور حدیث میں ہے جو کسی سختی والے پر آسانی کرے اللہ تعالےٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی کرے گا جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہے اللہ تعالیٰ خود اپنے اس بندے کی مدد پر رہتا ہے۔ اور بھی اسی طرح کی بہت سی احادیث ہیں حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت مجلس ذکر کے بارے میں اتری ہے مثلاً وعظ ہو رہا ہے حضورؐ کچھ نصیحت کی باتیں فرما رہے ہیں لوگ بیٹھے سن رہے ہیں اب جو دوسرا کوئی آیا تو کوئی اپنی جگہ سے نہیں سرکتا تاکہ اسے بھی جگہ مل جائے تو قرآن کریم نے حکم دیا کہ ایسا نہ کرو اِدھر اُدھر کھل جایا کرو تاکہ اس آنے والے کی جگہ ہو جائے۔ حضرت مقاتلؒ فرماتے ہیں جمعہ کے دن یہ آیت اتری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس دن صفہ میں تھے یعنی مسجد کے ایک چھپّر کے نیچے جگہ تنگ تھی اور آپ کی عادت مبارک تھی کہ جو مہاجر اور انصاری بدر کی لڑائی میں آپ کے ساتھ تھے آپ ان کی بڑی عزت اور تکریم کیا کرتے تھے اُس دن اتفاق سے چند بدری صحابہ ذرا دیر سے آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس کھڑے ہو گئے آپ سے سلام علیک ہوئی، آپ نے جواب دیا پھر اہل مجلس کو سلام کیا۔ انہوں نے بھی جواب دیا اب یہ اسی امید پر کھڑے رہے کہ مجلس میں ذرا کشادگی دیکھیں تو بیٹھ جائیں لیکن کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا جوان کے لئے جگہ ہوتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا تو نام لے لے کر بعض لوگوں کو ان کی جگہ سے کھڑا کیا اور ان بدری صحابیوں کو بیٹھنے کو فرمایا، جو لوگ کھڑے کرائے گئے تھے انہیں ذرا ناگوار ہوا۔ ادھر منافقین کے ہاتھ میں ایک شغل لگ گیا، کہنے لگے لیجئے یہ عدل کرنے کے مدعی نبی ہیں کہ جو لوگ شوق سے آئے پہلے آئے اپنے نبی کے قریب جگہ لی اطمینان سے اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے انہیں تو ان کی جگہ سے کھڑا کر دیا اور دیر سے آنے والوں کو ان کی جگہ دلوا دی کس قدر ناانصافی ہے اُدھر حضورؐ نے ان کے دل میلے نہ ہوں اس لئے دعا کی کہ اللہ اُس پر رحم کرے جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے مجلس میں جگہ کر دے اس حدیث کو سنتے ہی صحابہ نے فوراً خود بخود اپنی جگہ سے ہٹنا اور آنے والوں کو جگہ دینا شروع کر دیا اور جمعہ ہی کے دن یہ آیت اُتری (ابن ابی حاتم) بخاری مسلم مسند وغیرہ میں حدیث ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے ہٹا کر آپ وہاں نہ بیٹھے بلکہ تمہیں چاہیئے کہ اِدھر اُدھر ہٹ کر اُس کے لئے جگہ بنا دو۔ شافعی میں ...ہے تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو جمعہ کے دن اس کی جگہ سے ہرگز نہ اٹھائے بلکہ کہدے کہ گنجائش کرو۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ کسی آنے والے کے لئے کھڑے ہو جانا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ تو اجازت نہیں دیتے اور یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کے لئے سیدھے کھڑے ہو جایا کریں وہ جہنم میں اپنی جگہ بنالے بعض بزرگ تفصیل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سفر سے اگر کوئی آیا ہو تو اور حاکم کے لئے اس کی حکومت کی جگہ کھڑے ہو جانا درست ہے کیونکہ حضورؐ نے جن کے لئے کھڑے ہونے کو فرمایا تھا یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ تھے بنو قریظہ کے آپ حاکم بنائے گئے تھے جب انہیں آتا ہوا دیکھا تو حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور یہ بطور تعظیم کے نہ تھا بلکہ صرف اس لئے تھا کہ اُن کے احکام کو بخوبی جاری کرائیں واللہ اعلم، ہاں اسے عادت بنا لینا کہ مجلس میں جہاں کوئی بڑا آدمی آیا اور لوگ کھڑے ہو گئے یہ عجمیوں کا طریقہ ہے سنن کی حدیث میں ہے کہ صحابۂ کرامؓ کے نزدیک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب اور باعزت کوئی نہ تھا لیکن تاہم آپ کو دیکھ کر وہ کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے جانتے تھے کہ آپ اسے پسند نہیں فرماتے سنن کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آتے ہی مجلس کے خاتمہ پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور

عہ ظاہر ہے کہ وہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جنہوں نے بدر کے معرکہ میں شرکت کی تھی اپنی جاں سپاری اخلاص، ایثار حب فی اللہ اور اسلام کی اس وقت خدمت جبکہ اسلام کا نام لینا بھی مشکل تھا ان فضائل کی وجہ سے ہر طرح کے احترام کے مستحق تھے اس لئے آپ نے ان کو بٹھانے کا اہتمام [illegible]ے معلوم ہوا کہ بزرگوں کا ادب و احترام بہرحال ضروری ہے عہ کیونکہ جب تک کسی حاکم کی تعظیم اور توقیر دل و دماغ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵ پر)

جہاں آپ تشریف فرما ہوجاتے وہی جگہ صدارت کی جگہ ہوجاتی اور صحابہ کرام اپنے اپنے مراتب کے مطابق مجلس میں بیٹھ جاتے، حضرت الصدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں، جناب فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں اور عموماً حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما آپ کے سامنے بیٹھتے تھے کیونکہ یہ دونوں بزرگ کاتب وحی تھے آپ ان سے فرماتے اور یہ وحی کو لکھ لیا کرتے تھے، صحیح مسلم میں ہے کہ حضورؐ کا فرمان تھا کہ مجھ سے قریب ہو کر عقلمند صاحب فراست لوگ بیٹھیں پھر درجہ بدرجہ اور یہ انتظام اس لئے تھا کہ حضور کے مبارک ارشادات یہ حضرات سنیں اور بخوبی سمجھیں، یہی وجہ تھی کہ صُفّہ والی مجلس میں جس کا ذکر ابھی ابھی گذرا ہے آپ نے اور لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹا کر وہ جگہ بدری صحابہ کو دلوائی، گو اس کے ساتھ وجہ یہ بھی تھی، مثلاً ان لوگوں کو خود چاہیئے تھے کہ ان بزرگ صحابہ کا خیال کرتے اور لحاظ ومروت برت کر خود ہٹ کر انہیں جگہ دیتے جب انہوں نے ایسا نہیں کیا تو پھر حکماً ان سے ایسا کرایا گیا، اسی طرح پہلے کے لوگ حضور کے بہت سے کلمات پوری طرح سن چکے تھے اب یہ حضرات آئے تھے تو آپ نے چاہا کہ یہ بھی آرام بیٹھ کر میری حدیثیں سن لیں اور تعلیم حاصل کرلیں، اسی طرح امت کو اس بات کی تعلیم بھی دینی تھی کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو امام کے پاس بیٹھنے دیں اور انہیں اپنے سے مقدم رکھیں، مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی صفوں کی درستی کے وقت ہمارے مونڈھے خود پکڑ پکڑ کر ٹھیک کرتے اور فرماتے جاتے سیدھے رہو ٹیڑھے ترچھے نہ کھڑے ہُوا کرو دانائی اور عقلمندی والے مجھ سے بالکل قریب رہیں پھر درجہ بدرجہ حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالے عنہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے ہیں باوجود اس حکم کے افسوس کہ تم اب بڑی ٹیڑھی صفیں کرتے ہو، مسلم ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے ظاہر ہے کہ جب آپ کا یہ حکم نماز کے لئے تھا تو نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں تو یقیناً یہی حکم رہے گا۔ ابو داؤد شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفوں کو درست کرو، مونڈھے ملائے رکھو صفوں کے درمیان خالی جگہ نہ چھوڑو اپنے بھائیوں کے لئے صف میں نرم بن جایا کرو، صف میں شیطان کے لئے سوراخ نہ چھوڑو، صف ملانے والے کو اللہ تعالے ملاتا ہے اور صف توڑنے والے کو اللہ تعالے کاٹ دیتا ہے۔ اسی لئے سید القرا حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب پہنچتے تو صف اول میں سے کسی ضعیف العقل شخص کو پیچھے ہٹا دیتے اور خود پہلی صف میں مل جاتے اور اسی حدیث کو دلیل میں پیش فرماتے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے مجھ سے قریب ذی رائے اور اعلیٰ عقلمند کھڑے ہوں پھر درجہ بدرجہ. حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر اگر کوئی شخص کھڑا ہوجاتا تو آپ اس کی جگہ پر نہ بیٹھتے اور اس حدیث کو پیش کرتے جو اوپر گذری کہ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ میں کوئی اور نہ بیٹھے[1] یہاں بطور نمونے کے یہ چند مسائل اور تھوڑی حدیثیں لکھ کر ہم آگے چلتے ہیں تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں، ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ بیٹھے تھے کہ تین شخص آئے ایک تو مجلس کے درمیان جگہ خالی دیکھ کر وہاں آکر بیٹھ گئے دوسرے نے مجلس کے آخر میں جگہ بنالی تیسرے واپس چلے گئے، حضورؐ نے فرمایا لوگو! میں تمہیں تین شخصوں کی بابت خبر دوں ایک نے تو اللہ کی طرف جگہ لی اور اللہ تعالے نے اُسے جگہ دی، دوسرے نے شرم کی اللہ نے بھی اس سے حیا کی تیسرے نے مُنہ پھیر لیا تو اللہ تعالے نے بھی اس سے منہ پھیر لیا، مسند احمد میں ہے کہ کسی کو حلال نہیں کہ دو شخصوں کے درمیان تفریق کرے ہاں ان کی خوشنودی سے ہو تو اور بات ہے (ابو داؤد ترمذی) امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے، حضرت ابن عباسؓ حسن بصریؒ وغیرہ فرماتے ہیں مجلسوں کی کشادگی کا حکم جہاد کے بارے میں ہے۔ اسی طرح اُٹھ کھڑے ہونے کا حکم بھی جہاد کے بارے میں ہے، حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں یعنی جب تمہیں بھلائی اور کار خیر کیطرف بلایا جائے تو تم فوراً آجاؤ، حضرت مقاتلؒ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب تمہیں نماز کے لئے بلایا جائے تو آجایا کرو، حضرت عبدالرحمن بن زید فرماتے ہیں کہ صحابہ جب حضورؐ کے ہاں آتے تو جاتے وقت ہر ایک کی تمنا یہ ہوتی کہ سب سے آخر میں حضورؐ سے جدا میں ہوں بسا اوقات آپ کو کوئی کام ہوتا تو بڑا حرج ہوتا لیکن آپ مروّت سے کچھ نہ فرماتے، اس پر یہ حکم ہوا کہ جب تم سے کھڑے ہونے کو کہا جائے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵ ملاحظہ ہو) میں قائم نہیں ہوتی اس کے احکام پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ بھی لوگوں میں نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا اس طرح کا احترام اگر آپ ہی نہ قائم کرتے تو اور کون کرتا؟ [1] اس طرح دونوں بزرگوں کا عمل مختلف تھا اور امت کے لئے دونوں طریق کار اختیار کرنے کی گنجائش نکل آئی اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ، میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

المومنین

تو کھڑے ہو جایا کرو، جیسے اور جگہ ہے وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جاؤ۔ پھر فرماتا ہے کہ مجلسوں میں جب جگہ دینے کو کہا جائے تو جگہ دینے میں اور جب چلے جانے کو کہا جائے تو چلے جانے میں اپنی ہتک نہ سمجھو بلکہ یہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک مرتبہ بلند کرنا اور اپنی توقیر کرانا ہے۔ اسے خدا ضائع نہ کرے گا، بلکہ اس پر دنیا اور آخرت میں نیک بدلہ دے گا۔ جو شخص احکام خدا پر تواضع سے گردن جھکا دے اللہ تعالےٰ اُسے کی عزت بڑھاتا ہے اور اس کی شہرت نیکی کے ساتھ کرتا ہے، ایمان والوں اور صحیح علم والوں کا یہی کام ہوتا ہے کہ خدا کے احکام کے سامنے گردن جھکا دیا کریں اور اس سے وہ بلند درجوں کے مستحق ہو جاتے ہیں اللہ تعالےٰ کو علم ہے کہ بلند مرتبہ کا مستحق کون ہے اور کون نہیں؟ حضرت نافع بن عبد الحارث سے امیر المومنین حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات عسفان میں ہوتی ہے حضرت عمرؓ نے انہیں مکہ شریف کا عامل بنایا تھا تو ان سے پوچھا کہ تم مکہ شریف میں اپنی جگہ کسے چھوڑ آئے ہو؟ جواب دیا کہ ابن ابزیٰ کو، حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا وہ تو ہمارے مولیٰ ہیں یعنی آزاد کردہ غلام انہیں تم اہل مکہ کا امیر بنا کر چلے ہو؟ کہا ہاں اس لئے کہ وہ خدا کی کتاب کا ماہر اور فرائض کا جاننے والا اور اچھا وعظ کہنے والا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس وقت فرمایا سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی وجہ سے ایک قوم کو عزت پر پہنچا کر بلند مرتبہ کرے گا اور بعضوں کو پست و کم مرتبہ بنا دے گا۔ (مسلم) علم اور علماء کی فضیلت جو اس آیت اور دیگر آیات واحادیث سے ظاہر ہے میں نے ان سب کو بخاری شریف کی کتاب العلم کی شرح میں جمع کر دیا ہے والحمد للہ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ

اے ایمان والو جب تم رسول سے سرگوشی (کرنے کا ارادہ) کیا کرو تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے (مساکین کو) کچھ خیرات

صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

دیدیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور (گناہوں سے) پاک ہونیکا اچھا ذریعہ ہے، پھر اگر تم کو (صدقہ دینے کی) مقدور نہ ہو تو اللہ غفور

رَّحِيْمٌ ⑥ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ

رحیم ہے۔ کیا تم اپنی سرگوشی کے قبل خیرات دینے سے ڈر گئے

فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا

سو اخیر اجب تم (اس کو) نہ کر سکے اور اللہ تعالےٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی تو تم نماز کے پابند رہو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑦ ع ۲

و رسول کا کہنا مانا کرو اور اللہ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے

ایک حکمت آمیز امر

اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ میرے نبی سے جب تم کوئی راز کی بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے میری راہ میں خیرات کیا کرو تاکہ تم پاک صاف ہو جاؤ اور اس قابل بن جاؤ کہ میرے پیغمبر سے مشورہ کر سکو، ہاں اگر کوئی غریب مسکین شخص ہو تو خیر اُسے اللہ تعالےٰ کی بخشش اور اس کے رحم پر نظریں رکھنی چاہئیں یعنی یہ حکم صرف انہیں ہے جو مالدار ہوں، پھر فرمایا کیا تمہیں اس حکم کے باقی رہ جانے کا اندیشہ تھا اور خوف تھا کہ یہ صدقہ کب تک واجب رہے گا۔ اچھا جب تم نے اسے نہ کیا اور اللہ تعالےٰ نے بھی تمہیں معاف فرمایا تو اب اور مذکورہ بالا فرائض کا پوری طرح خیال رکھو، کہا جاتا ہے کہ سرگوشی سے پہلے صدقہ نکالنے کا شرف صرف حضرت علیؓ کو حاصل ہوا ہے، پھر یہ حکم ختم ہو گیا، ایک دینار صدقہ دیکر حضورؐ سے آپ نے پوشیدہ باتیں کیں دس پوچھے پھر تو یہ حکم ہی ختم ہو گیا۔ حضرت علیؓ سے خود بھی یہ واقعہ بہ تفصیل منقول ہے کہ آپ نے فرمایا اس آیت پر مجھ سے پہلے کسی نے

عمل کیا نہ میرے بعد کوئی عمل کر سکا میرے پاس ایک دینار تھا جسے بھنا کر میں نے دس درہم لئے ایک درہم اللہ کے نام پر کسی مسکین کو دیدیا پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے سرگوشی کی پھر تو یہ حکم ختم ہو گیا تو مجھ سے پہلے بھی کسی نے اس پر عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد کوئی اس پر عمل کر سکتا ہے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی، ابن جریر میں ہے کہ حضور نے حضرت علیؓ سے پوچھا کیا صدقہ کی مقدار ایک دینار مقرر کرنی چاہئے؟ آپ نے فرمایا یہ تو بہت ہوئی فرمایا پھر آدھا دینار کہا ہر شخص کو اس کی بھی طاقت نہیں آپ نے فرمایا اچھا تم ہی بتلاؤ کس قدر؟ فرمایا ایک جو برابر سونا، آپ نے فرمایا واہ واہ تم تو بڑے ہی زاہد ہو، حضرت علیؓ فرماتے ہیں پس میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر تخفیف کر دی، ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اور اسے حسن غریب کہا ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں مسلمان برابر حضورؐ سے راز داری کرنے سے پہلے صدقہ نکالا کرتے تھے لیکن زکوٰۃ کے حکم نے اسے اٹھا دیا، آپ فرماتے ہیں صحابہؓ نے کثرت سے سوالات کرنے شروع کر دیئے جو حضور پر گراں گذرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے کر آپ پر تخفیف کر دی کیونکہ اب لوگوں نے سوالات چھوڑ دیئے پھر اللہ تعالیٰ نے نرمی سے کام لیا اور اس حکم کو منسوخ کر دیا عکرمہؒ اور حسن بصریؒ کا بھی یہی قول ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے، حضرت قتادہؒ اور حضرت مقاتلؒ بھی یہی فرماتے ہیں، حضرت قتادہؒ کا قول ہے کہ صرف دن کی چند ساعتوں تک یہ حکم رہا حضرت علی بھی یہی فرماتے ہیں کہ صرف میں ہی عمل کر سکا تھا اور دن کا تھوڑا ہی حصہ اس حکم کو نازل ہوئے ہوا تھا جو منسوخ ہو گیا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ

کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں فرمائی جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ نے غضب کیا ہے، یہ (منافق) لوگ نہ تو (پورے پورے) تم میں ہیں اور نہ ان ہی میں ہیں اور جھوٹی بات پر

وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ

قسمیں کھا جاتے ہیں۔ اور وہ خود (بھی) جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے سخت عذاب مہیا کیا رکھا ہے (کیونکہ) بیشک وہ برے

سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢﴾ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ

برے کام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی قسموں کو (اپنے بچاؤ کے لئے) سپر بنا رکھا ہے پھر خدا کی راہ سے روکتے رہتے ہیں سو اس

اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿٣﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ

(وجہ سے) ان کے لئے ذلت کا عذاب ہونے والا ہے۔ ان کے اموال اور اولاد اللہ (کے عذاب) سے ان کو ذرا نہ بچا سکیں گے اور یہ

اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٤﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ

لوگ دوزخی ہیں وہ لوگ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جس روز اللہ ان سب کو دوبارہ

جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ أَلَا إِنَّهُمْ

زندہ کریگا سو یہ اسکے روبرو بھی (جھوٹی) قسمیں کھا جاویں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھا جاتے ہیں اور یوں خیال کرینگے کہ ہم کسی اچھی حالت میں ہیں خوب

هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿٥﴾ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ أُولَٰئِكَ حِزْبُ

سن لو یہ لوگ بڑے ہی جھوٹے ہیں ان پر شیطان نے پورا تسلط کر لیا ہے سو اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی یہ لوگ شیطان کا

ف۵ اور اسی مصلحت کے لئے یہ حکم نازل ہوا تھا لیکن اس حکم کے بعد جب حضرات صحابہ نے ضروری مسائل بھی معلوم کرنا چھوڑ دیئے کیونکہ وہ غریب تھے اور یہ رقم ان کے لئے مہیا کرنا دشوار تھی تو خدا تعالیٰ نے حکم کو منسوخ کر دیا بہرحال اگرچہ یہ حکم کچھ ہی دیر کے لئے رہا تاہم اس کی وقتی و عارضی مشروعیت (بقیہ صفحہ المؤمنین ملاحظہ کیجئے)

الشَّیْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

گروہ ہے خوب سن لو کہ شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے۔

مُنافقین کی مفسدانہ حرکتیں اور ان پر شدید انتباہ

منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ اپنے دل میں یہود کی محبت رکھتے ہیں اگرچہ ان کے بھی دل سے ساتھی نہیں اور نہ تمہارے ہیں گویا کہ نہ ادھر کے ہیں نہ اُدھر کے صاف جھوٹی قسمیں کھا جاتے ہیں ایمانداروں کے پاس آکر ان کی سی کہنے لگتے ہیں رسول کے پاس آکر قسمیں کھا کر اپنی ایمانداری کا یقین دلاتے ہیں اور دل میں اس کے خلاف جذبات پاتے ہیں اور اپنی غلط گوئی کا علم رکھتے ہوئے بے دھڑک قسمیں کھا لیتے ہیں، ان کی ان بداعمالیوں کی وجہ سے انہیں سخت عذاب ہوں گے، اس دھوکہ بازی کا بُرا بدلہ انہیں دیا جائے گا یہ تو اپنی قسموں کو اپنی ڈھالیں بنائے ہوئے ہیں اور خدا کی راہ سے رُک گئے ہیں ایمان ظاہر کرتے ہیں کفر دل میں رکھتے ہیں اور قسموں سے اپنی برائی کو چھپاتے ہیں اور ناواقف لوگوں پر اپنی سچائی کا ثبوت اپنی قسموں سے پیش کر کے انہیں اپنا مداح بنا لیتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ انہیں بھی اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں، اور خدا کی راہ سے روک دیتے ہیں چونکہ انہوں نے جھوٹی قسموں سے خدائے تعالیٰ کے پُر از صد ہزار تکریم نام کی بے عزتی کی تھی اس لئے انہیں ذلت و اہانت والے عذاب ہوں گے جن عذابوں کو نہ ان کے مال دفع کر سکیں نہ اس وقت ان کی اولاد انہیں کچھ کام آئے یہ تو جہنمی بن چکے اور وہاں سے ان کا نکلنا بھی کبھی نہ ہو گا، قیامت والے دن جب ان کا حشر ہو گا اور ایک بھی اس میدان میں آئے بغیر نہ رہ سکے گا سب جمع ہو جائیں گے تو چونکہ زندگی میں ان کی عادت تھی کہ اپنی جھوٹ باتوں کو قسموں سے سچ ثابت کر دکھاتے تھے۔ آج خدا کے سامنے بھی اپنی ہدایت و استقامت پر بڑی بڑی قسمیں کھا لیں گے اور سمجھتے ہوں گے کہ یہاں بھی یہ چالاکی چل جائے گی مگر ان جھوٹوں کو بھلا خدا کے سامنے چالبازی کہاں چل سکتی ہے؟ وہ تو ان کا جھوٹا ہونا یہاں بھی مسلمانو بیان فرما چکا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی حجرے کے سائے میں تشریف فرما تھے اور صحابۂ کرامؓ بھی آس پاس بیٹھے تھے۔ سایہ دار جگہ کم تھی، بہ مشکل لوگ اس میں پناہ لئے بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا دیکھو ابھی ایک شخص آئے گا جو شیطانی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا تھوڑی دیر میں ایک کیری آنکھوں والا شخص آیا حضور نے اُسے اپنے پاس بلا کر فرمایا کیوں بھئی تو اور فلاں فلاں مجھے کیوں گالیاں دیتے ہو؟ یہ یہاں سے چلا گیا اور جن جن کا نام حضور نے لیا تھا انہیں لے کر آیا اور پھر تو قسموں کا تانتا باندھ دیا کہ ہم میں سے کسی نے حضور کی کوئی بے ادبی نہیں کی۔ اس پر یہ آیت اُتری کہ یہ جھوٹے ہیں، یہی حال مشرکوں کا بھی دربارِ خدا میں ہو گا کہ قسمیں کھا جائیں گے کہ ہمیں اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے کہ ہم نے شرک نہیں کیا۔ پھر فرماتا ہے ان پر شیطان مُسلط ہے اور اس نے ان کے دل کو اپنی مٹھی میں کر لیا ہے یادِ خدا ذکر اللہ سے انہیں دور ڈال دیا ہے ابو داؤد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کسی بستی یا جنگل میں تین شخص بھی ہوں اور ان میں نماز نہ قائم کی جاتی ہو تو شیطان ان پر چھا جاتا ہے۔ پس تو جماعت کو لازم پکڑے رہ، بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو۔ حضرت سائبؒ فرماتے ہیں یہاں مراد جماعت سے نماز کی جماعت ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ خدا کا ذکر فراموش کرنے والے شیطانی جماعت کے افراد ہیں شیطان کا یہ لشکر یقیناً نامراد اور زیاں کار ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ﴿۲۰﴾ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَ

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بات (اپنے حکم ازلی

غْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۲۱﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ

میں) لکھدی کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے۔ جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ

رتے [illegible] ا) بھی فائدہ سے خالی نہ رہی اور حضرات صحابہؓ غیر ضروری اور کثرت سوالات سے احتراز فرمانے لگے۔

الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ

وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی

اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ

کیوں نہ ہو ان لوگوں کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان (قلوب) کو اپنے فیض سے قوت دی ہے (فیض سے مراد نور ہے) اور ان کو

بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ

اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالے ان

اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۹ ع

سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانیوالا ہے

مخالفین خدا و رسول

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ حق سے برگشتہ ہیں ہدایت سے دور ہیں، اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں احکام شرع کی اطاعت سے الگ ہیں یہ لوگ انتہا درجے کے ذلیل بے وقار اور خستہ حال ہیں، رحمتِ رب سے دور خدا کی مہربانی بھری نظروں سے اوجھل اور دنیا و آخرت میں برباد ہیں۔ اللہ تعالے تو فیصلہ کر چکا ہے بلکہ اپنی پہلی کتاب میں ہی لکھ چکا ہے اور مقدر کر چکا ہے جو تقدیر اور جو تحریر نہ مٹے گی نہ بدلے گی نہ اس کو بدلنے کی کسی میں طاقت ہو کہ وہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور اس کے مومن بندے دنیا اور آخرت میں غالب رہیں گے جیسے اور جگہ ہے: اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ ہم اپنے رسول کی اور ایمانداروں کی ضرور مدد کریں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جس دن گواہ قائم ہو جائیں گے اور جس دن گنہگاروں کو کوئی عذر و معذرت فائدہ نہ پہنچائے گی ان پر لعنتیں برستی ہوں گی اور ان کے لئے برا گھر ہوگا۔ یہ لکھنے والا خدا قوی ہے، وہ غالب و قہار ہے اپنے دشمنوں پر ہر وقت قابو رکھنے والا ہے اس کا یہ اٹل فیصلہ اور طے شدہ امر ہے کہ دونوں جہاں میں انجام کے اعتبار سے غلبہ و نصرت مومنوں کا حصہ ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ ناممکن ہے کہ خدا کے دوست دشمنانِ خدا سے محبت رکھیں اور جگہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ مسلمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا ولی دوست نہ بنائیں ایسا کرنے والے خدا کے ہاں کسی گنتی میں نہیں، ہاں ڈر خوف کے وقت بطور مصلحت کے ہو تو اور بات ہے اللہ تعالے تمہیں اپنی گرامی ذات سے ڈرا رہا ہے، اور جگہ ہے اے نبی آپ اعلان کر دیجئے کہ اگر تمہارے باپ دادے بیٹے پوتے بیوی بچے کنبہ قبیلہ مال و دولت تجارت حرفت گھر بار وغیرہ تمہیں بہ نسبت اللہ تعالے کے اور اس کے رسول کے اور اس کی راہ کے جہاد کے زیادہ عزیز اور محبوب ہیں۔ تو تم خدا کے عنقریب ہونے والے عذابوں کا انتظار کرو اس قسم کے فاسقوں کی رہبری بھی خدا کی طرف سے نہیں ہوتی۔ حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت حضرت ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اتری ہے۔ جنگِ بدر میں ان کے والد کفر کی حمایت میں مسلمانوں کے مقابلے پر آئے آپ نے انہیں قتل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے اپنے آخری وقت میں جبکہ خلافت کے لئے ایک جماعت کو مقرر کیا کہ یہ لوگ مل کر جسے چاہیں خلیفہ بنا لیں اس وقت حضرت ابو عبیدہؓ کی نسبت فرمایا تھا کہ اگر یہ ہوتے تو میں انہی کو خلیفہ مقرر کرتا اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ایک ایک صفت الگ الگ بزرگوں میں تھی، مثلاً حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح نے تو اپنے والد کو قتل کیا تھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالے عنہ نے اپنے بھائی عُبَید بن عُمیر کو قتل کیا تھا۔ اور حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ بن حارث نے اپنے قریبی رشتہ داروں عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا تھا واللہ اعلم۔ اسی ضمن میں یہ واقعہ بھی آ سکتا ہے کہ جس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بدری قیدیوں کی نسبت مسلمانوں سے مشورہ کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے تو فرمایا کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے تاکہ مسلمانوں کی مالی مشکلات دور ہو جائیں۔ مشرکوں سے جہاد کرنے کے لئے آلاتِ حرب جمع کر لیں اور یہ چھوڑ دیئے جائیں کیا امیر المومنین

ان کے دل اسلام کی طرف پھیر دے آخر ہیں تو ہمارے ہی کنبے رشتے کے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی رائے اس کے بالکل خلاف پیش کی کہ یا رسول اللہ جس مسلمان کا جو رشتہ دار مشرک ہے اس کے حوالے کر دیا جائے اور اُسے حکم دیا جائے کہ وہ اُسے قتل کر دے، ہم اللہ تعالیٰ کو دکھانا چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں ان مشرکوں کی کوئی محبت نہیں مجھے میرا فلاں رشتہ دار سونپ دیجیئے۔ اور حضرت علیؓ کے حوالے عقیل کو کر دیجیئے اور فلاں صحابی کو فلاں کافر دے دیجیئے وغیرہ۔ پھر فرماتا ہے کہ جو اپنے دل کو دشمنانِ خدا کی محبت سے خالی کر دے اور مشرک رشتہ داروں سے بھی محبت چھوڑ دے۔ وہ کامل الایمان شخص ہے جس کے دل میں ایمان نے جڑیں جمالی ہیں اور جن کی قسمت میں سعادت لکھی جا چکی ہے اور جن کی نگاہ میں ایمان کی زینت رچ گئی ہے اور ان کی تائید اللہ تعالیٰ نے اپنی پاس کی روح سے کی ہے یعنی انہیں قوی بنا دیا ہے۔ یہی بہتی ہوئی نہروں والی جنت میں جائیں گے جہاں سے کبھی نہ نکالے جائیں، اللہ تعالیٰ ان سے راضی یہ خدا سے خوش، چونکہ انہوں نے خدا کے لئے رشتہ کنبہ والوں کو ناراض کر دیا تھا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ان سے راضی ہو گیا اور انہیں اس قدر دیا کہ یہ بھی خوش خوش ہو گئے۔ خدائی لشکر یہی ہے اور کامیاب گروہ بھی یہی ہے جو شیطانی لشکر اور ناکام گروہ کے مقابل ہے۔ حضرت ابو حازم اعرجؒ نے حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ جاہ دو قسم کی ہے ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے ہاتھوں پر جاری کرتا ہے، جو حضرات عام لوگوں کی نگاہوں میں نہیں جچتے جن کی عام شہرت نہیں ہوتی جن کی صفت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو گمنام متقی نیکوکار ہیں اگر وہ نہ آئیں تو پوچھ گچھ نہ ہو اور آجائیں تو آؤ بھگت نہ ہو ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں ہر سیاہ رنگ اندھیرے والے فتنے سے نکلتے ہیں یہ ہیں وہ اولیاء اللہ جنہیں خدا نے اپنا لشکر فرمایا ہے اور جن کی کامیابی کا اعلان کیا ہے (ابن ابی حاتم) نعیم بن حماد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں فرمایا اے اللہ کسی فاسق فاجر کا کوئی احسان اور سلوک مجھ پر نہ رکھ کیونکہ میں نے تیری نازل کردہ وحی میں پڑھا ہے کہ ایماندار مخالفین خدا کے دوست نہیں ہوتے۔ حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں علماء کا خیال ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو بادشاہ سے خلط ملط رکھتے ہوں۔ (ابو احمد عسکری) الحمد للہ سورۂ مجادلہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ حشر

اور بقول حضرت ابن عباسؓ سورۂ بنو نضیر مدنیہ

صحیح بخاری شریف صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت سعید ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ یہ سورۂ حشر ہے تو آپ نے فرمایا قبیلہ بنو نضیر کے بارے میں اُتری ہے۔ بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ سورت سورۂ بنو نضیر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

لہ آیات سے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خصوصی فضیلت ثابت ہے اب ان پاکیزہ نفوس سے کسی بھی قسم کی بدگمانی اپنے ہی ایمان کی کمزوری اور [illegible] بی کی علامت ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں (مخلوقات) ہیں (خواہ زبان حال یا قال سے) اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ

وہی ہے جس نے (ان) کفار اہل کتاب (یعنی بنی نضیر) کو ان کے گھروں سے پہلی ہی بار اکٹھا کر کے نکال دیا تمہارا گمان بھی نہ تھا

الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

کہ وہ کبھی (اپنے گھروں سے) نکلیں گے اور (خود) انہوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچا لیں گے سو ان پر خدا (کا عقاب) ایسی جگہ

فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ

سے پہنچا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ اپنے گھروں کو خود اپنے

بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ②

ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی اجاڑ رہے تھے سوائے دانشمندو (اس حالت کو دیکھ کر) عبرت حاصل کرو

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

اور اگر اللہ تعالیٰ ان کی قسمت میں جلا وطن ہونا نہ لکھ چکتا تو ان کو دنیا ہی میں (قتل کی) سزا دیتا۔ اور ان کے لئے آخرت میں دوزخ

عَذَابُ النَّارِ ③ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ

کا عذاب (تیار) ہے یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی اور اس کے رسولوں کی مخالفت کی ہے اور جو شخص اللہ کی مخالفت

اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕ

کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت سزا دینے والا ہے جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا

مَةً عَلٰٓي اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤

رہنے دیا سو دونوں باتیں خدا ہی کے حکم (اور رضا) کے موافق ہیں اور تاکہ کافروں کو ذلیل کرے۔

عبرتکدہ عالم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح تحمید تقدیس تمجید تکبیر توحید میں مشغول ہے جیسے دوسری جگہ فرمان ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور ثناخوانی کرتی ہے وہ غلبہ والا اور بلند جناب والا اور عالی سرکار ہے اور اپنے تمام احکام اور کل فرمان میں حکمت والا ہے۔ جس نے اہل کتاب کے کافروں یعنی قبیلہ بنو نضیر کے یہودیوں کو ان کے گھروں سے نکالا۔ اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ مدینہ میں تشریف آوری کے بعد حضورؐ نے ان یہودیوں سے صلح کر لی تھی کہ نہ آپ ان سے لڑیں نہ یہ آپ سے لڑیں۔ لیکن ان لوگوں نے اس عہد کو توڑ دیا جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو ان پر غالب کیا اور آپ نے انہیں یہاں سے نکال دیا۔ مسلمانوں کو کبھی اس کا خیال تک نہ تھا خود یہ یہودی بھی سمجھ رہے تھے کہ ان مضبوط قلعوں کے ہوتے ہوئے کوئی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا، لیکن جب خدا تعالیٰ کی پکڑ آئی یہ سب حفاظتی اقدامات بیکار ثابت ہوئے اور اچانک اس طرح گرفت میں آ گئے کہ حیران رہ گئے اور آپ نے انہیں مدینہ سے نکلوا دیا، بعض تو شام کی زراعتی بستیوں اذرعات وغیرہ کی طرف چلے گئے اور بعض خیبر چلے گئے۔ امیر المومنین

میں چلے گئے جو حشر و نشر کی جگہ ہے اور بعض خیبر کی طرف جا نکلے، ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ اپنے اونٹوں پر لاد کر جو لے جا سکو اپنے ساتھ لے جاؤ، اس لئے انہوں نے اپنے گھروں کو اُجاڑ دیا توڑ پھوڑ کر جو چیزیں لے جا سکتے تھے اپنے ساتھ اٹھالیں، جو رہ گئیں وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگیں، اس واقعہ کو بیان کر کے فرماتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے اور اس کے رسولؐ کے مخالفین کا انجام دیکھو اور اس سے عبرت حاصل کرو کہ کس طرح ان پر عذاب الٰہی اچانک آ پڑا اور دنیا میں بھی تباہ و برباد کئے گئے اور آخرت میں بھی ذلیل و رُسوا ہو گئے اور دردناک عذاب میں جا پڑے۔ ابوداؤد میں ہے کہ ابن ابی اور اس کے مشرک ساتھیوں کو جو قبیلہ اوس و خزرج میں سے تھے، کفار قریش نے خط لکھا یہ خط انہیں حضور علیہ السّلام بدر کے میدان سے واپس لوٹیں اس سے پہلے مل گیا تھا اس میں تحریر تھا کہ تم نے حضور کو اپنے شہر میں ٹھہرایا ہے پس یا تو تم اس سے لڑائی کرو اور اسے نکال باہر کرو یا ہم تمہیں نکال دیں گے اور اپنے تمام لشکروں کو لے کر تم پر حملہ کریں گے اور تمہارے تمام لڑنے والوں کو ہم تہ تیغ کر دیں گے اور تمہاری عورتوں لڑکیوں کو لونڈیاں بنالیں گے خدا کی قسم یہ ہو کر ہی رہے گا اب تم سوچ سمجھ لو، عبداللہ بن اُبی اور اس کے بُت پرست ساتھیوں نے اس خط کو پا کر آپس میں مشورہ کیا اور خفیہ طور پر حضورؐ سے لڑائی کرنے کی تجویز بالاتفاق منظور کر لی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سازشیں معلوم ہوئیں تو آپ خود ان کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریشیوں کا خط کام کر گیا اور تم لوگ اپنی موت کے سامان اپنے ہاتھوں کرنے لگے ہو تم اپنی اولاد اور اپنے بھائیوں کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنا چاہتے ہو میں تمہیں پھر ایک مرتبہ موقعہ دیتا ہوں کہ سوچ سمجھ لو اور اپنے اس بُرے ارادے سے باز آ جاؤ، حضورؐ کے اس ارشاد نے ان پر اثر کیا اور وہ لوگ اپنی اپنی جگہ چلے گئے لیکن قریش نے بدر سے فارغ ہو کر انہیں پھر ایک خط لکھا اور اسی طرح دھمکایا انہیں ان کی قوت ان کی تعداد اور ان کے مضبوط قلعے یاد دلائے یہ پھر بھترے پر چڑھ گئے اور بنو نضیر نے صاف طور پر بدعہدی پر کمر باندھ لی اور حضورؐ کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ تیس آدمی لے کر آئیے ہم میں سے بھی تیس ذی علم آدمی آتے ہیں، ہمارے تمہارے درمیان کی جگہ پر یہ ساٹھ آدمی ملیں اور آپس میں بات چیت ہو اگر یہ لوگ آپ کو سچا مان لیں اور ایمان لے آئیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ اس بدعہدی کی وجہ سے دوسرے دن صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر لیجا کر ان کا محاصرہ کر لیا اور ان سے فرمایا کہ اب اگر تم نئے سرے سے امن و امان کا عہد و پیمان کرو تو خیر ورنہ تمہیں امن نہیں انہوں نے صاف انکار کر دیا اور لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے، چنانچہ دن بھر لڑائی ہوتی رہی دوسری صبح کو آپ بنو قریظہ کی طرف لشکر لے کر بڑھے اور بنو نضیر کو یونہی چھوڑا، ان سے بھی یہی فرمایا کہ تم نئے سرے سے عہد و پیمان کرو انہوں نے منظور کر لیا اور معاہدہ ہو گیا، آپ وہاں سے فارغ ہو کر پھر بنو نضیر کے پاس آئے لڑائی شروع ہوئی آخر انکی شکست ہوئی اور حضورؐ نے انہیں حکم دیا کہ تم مدینہ خالی کر دو جو اسباب لے جانا چاہو اونٹوں پر لاد کر لے جاؤ، چنانچہ انہوں نے گھر بار کا اسباب یہاں تک کہ دروازے اور لکڑیاں بھی اونٹوں پر لاد لیں اور جلا وطن ہو گئے، ان کے کھجوروں کے درخت مخصوص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو گئے اللہ تعالیٰ نے یہ آپ کو ہی دلوا دیئے، جیسے آیت وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الخ میں ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر حصہ مہاجرین کو دیدیا ہاں انصاریوں میں سے صرف دو حاجتمندوں کو ہی حصہ دیا ورنہ سب کا سب مہاجرین میں تقسیم کر دیا جو باقی رہ گیا تھا یہی وہ مال تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تھا اور جو بنو فاطمہ کے ہاتھ لگا، غزوہ بنو نضیر کا مختصر قصہ یہ ہے کہ مشرکوں نے دھوکہ بازی سے صحابہ کرامؓ کو بیر معونہ میں شہید کر دیا جن کی تعداد ستر تھی ان میں سے ایک حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچ کر بھاگ نکلے مدینہ شریف کی طرف آتے آتے موقعہ پا کر انہوں نے قبیلۂ بنو عامر کے دو شخصوں کو قتل کر دیا، حالانکہ یہ قبیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کر چکا تھا اور آپ نے انہیں امن و امان دے رکھا تھا لیکن اس کی خبر حضرت عمروؓ کو نہ تھی، جب یہ مدینے پہنچے اور حضور سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تم نے انہیں قتل کر ڈالا اب مجھے ان کے وارثوں کو دیت یعنی جرمانہ قتل و خون بہا ادا کرنا پڑے گا بنو نضیر اور بنو عامر میں بھی حلف و عقد اور آپس میں مصالحت تھی اس لئے حضورؐ ان کی طرف چلے تاکہ کچھ یہ دیں کچھ آپ دیں اور بنو عامر کو راضی کر لیا جائے، قبیلہ بنو نضیر کی گڑھی مدینہ کی مشرق کی جانب کئی میل کے فاصلے پر تھی جب آپ یہاں پہنچے تو انہوں نے کہا ہاں حضور ہم موجود ہیں ابھی ابھی جمع کر کے اپنے حصے کے مطابق آپ کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں۔ ادھر آپ سے ہٹ کر یہ لوگ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اس سے بہتر موقع کب ہاتھ لگے گا؟ اس وقت آپ قبضے میں ہیں آؤ کام تمام کر ڈالو چنانچہ یہ مشورہ ہوا کہ جس دیوار سے آپ لگے

بیٹھے ہیں اس گھر پر کوئی چڑھ جائے اور وہاں سے بڑا سا پتھر آپ پر پھینک دے کہ آپ دب جائیں عمرو بن جحاش بن کعب اس کام پر مقرر ہوا اس نے آپ کی جان لینے کا بیڑا اٹھایا اور چھت پر چڑھ گیا چاہتا تھا کہ پتھر لڑھکا دے اتنے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضورؐ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ آپ یہاں سے اٹھ کھڑے ہوں چنانچہ آپ فوراً ہٹ گئے اور یہ بدباطن اپنے بُرے ارادے میں ناکام رہے آپ کے ساتھ اس وقت چند صحابہ تھے مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت علیؓ وغیرہ آپ یہاں سے فوراً مدینہ شریف کی طرف چل پڑے، ادھر جو صحابہ آپ کے ساتھ نہ تھے اور مدینہ میں آپ کے منتظر تھے انہیں دیر لگنے کے باعث خیال ہوا اور وہ آپ کو ڈھونڈھنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے لیکن ایک شخص سے معلوم ہوا کہ آپ مدینہ شریف پہنچ گئے ہیں چنانچہ یہ لوگ واپس آئے پوچھا کہ حضور کیا واقعہ ہے آپ نے سارا قصہ سنایا اور حکم دیا کہ جہاد کی تیاری کرو، مجاہدین نے کمریں باندھ لیں اور راہ خدا میں نکل کھڑے ہوئے یہودیوں نے لشکر ولا کو دیکھ کر اپنے قلعہ کے پھاٹک بند کر دیئے اور پناہ گزیں ہو گئے آپ نے محاصرہ کر لیا پھر حکم دیا کہ ان کے کھجور کے درخت جو آس پاس ہیں وہ کاٹ دیئے جائیں اور جلا دیئے جائیں اب تو یہود چیخنے لگے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ تو زمین میں فساد کرنے سے اوروں کو روکتے تھے اور فسادیوں کو بُرا کہتے تھے پھر یہ کیا ہونے لگا؟ پس ادھر تو درخت کٹنے کا غم، ادھر جو کمک آنے والی تھی اُس کی طرف سے مایوسی ان دونوں چیزوں نے ان یہودیوں کی کمر توڑ دی، کمک کا واقعہ یہ ہے کہ بنو عوف بن خزرج کا قبیلہ جس میں عبداللہ بن اُبی بن سلول اور ودیعہ اور مالک بن ابو قوقل اور سوید اور داعس وغیرہ تھے ان لوگوں نے بنو نضیر کو کہلوا بھیجا تھا کہ تم مقابلے پر جمے رہو اور قلعہ حوالے نہ کرو ہم تمہاری مدد پر ہیں تمہارا دشمن ہمارا دشمن ہے ہم تمہارے ساتھ مل کر اس سے لڑیں گے اور اگر تم نکلے تو ہم بھی نکلیں گے لیکن اب تک ان کا یہ وعدہ پورا نہ ہوا اور انہوں نے یہودیوں کی کوئی مدد نہ کی، ادھر ان کے دل مرعوب ہو گئے تو انہوں نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ہماری جاں بخشی کیجئے ہم مدینہ چھوڑ جاتے ہیں لیکن ہم اپنا جو مال اونٹوں پر لاد کر لے جا سکیں وہ ہمیں دیدیا جائے آپ نے ان پر رحم کھا کر ان کی یہ درخواست منظور فرمالی اور یہ لوگ یہاں سے چلے گئے جاتے وقت اپنے دروازوں تک کو اکھیڑ کر لے گئے گھروں کو گرا گئے اور شام اور خیبر میں جا کر آباد ہو گئے، ان کے باقی کے مال خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو گئے کہ آپ جس طرح چاہیں انہیں خرچ کریں چنانچہ آپ نے مہاجرین اولین کو یہ مال تقسیم کر دیا، ہاں انصار میں سے صرف دو شخصوں کو یعنی سہلؓ بن حنیف اور ابو دجانہ سماکؓ بن خرشہ کو دیا اس لئے کہ یہ دونوں حضرات مساکین تھے۔ بنو نضیر میں سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے جن کے مال انہی کے پاس رہے ایک تو یامین بن عُمیر جو عمرو بن جحاش کے چچا کے لڑکے کا لڑکا تھا۔ یہ عمرو وہ ہے جس نے حضورؐ پر پتھر پھینکنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ دوسرے ابو سعدؓ بن وہب۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے حضرت یامینؓ سے فرمایا کہ اے یامین تیرے اس چچازاد بھائی نے دیکھ تو میرے ساتھ کس قدر بُرا برتاؤ برتا اور مجھے نقصان پہنچانے کی کس بے باکی سے کوشش کی؟ حضرت یامینؓ نے ایک شخص کو کچھ دے کر عمرو کو قتل کرا دیا۔ سورۂ حشر اسی واقعہ بنو نضیر کے بیان میں اتری ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جسے اس میں شک ہو کہ محشر کی زمین شام کا ملک ہے وہ اس آیت کو پڑھ لے ان یہودیوں سے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ تو انہوں نے کہا ہم کہاں جائیں؟ آپ نے فرمایا محشر کی زمین کی طرف۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ نے بنو نضیر کو جلا وطن کیا تو فرمایا یہ اول حشر ہے اور ہم بھی اس کے پیچھے ہی پیچھے ہیں (ابن جریر) بنو نضیر کے ان قلعوں کا محاصرہ صرف چھ روز رہا تھا۔ محاصرین کو قلعہ کی مضبوطی یہودیوں کی زیادتی، یکجہتی منافقین کی سازشیں اور خفیہ چالیں وغیرہ دیکھ کر ہرگز یہ یقین نہ تھا کہ اس قدر جلد یہ قلعہ خالی کر دیں گے۔ ادھر خود یہود بھی اپنے قلعہ کی مضبوطی پر نازاں تھے اور جانتے تھے کہ وہ ہر طرح محفوظ ہیں لیکن امر اللہ ایسی جگہ سے آگیا جو ان کے خیال میں بھی نہ تھی یہی دستور ہے کہ مکار اپنی مکاری ہی میں رہتے ہیں اور بے خبری میں اُن پر عذاب خدا آجاتا ہے، ان کے دلوں میں رُعب چھا گیا اور بھلا رُعب کیوں نہ چھاتا محاصرہ کرنے والے وہ تھے جنہیں خدا کی طرف سے رعب دیا گیا تھا کہ دشمن مہینہ بھر کی راہ پر ہو اور وہیں اس کا دل دہلنے لگتا تھا صَلَوٰتُ اللّٰہِ وَ سَلَامُہٗ عَلَیْہِ یہودی اپنے ہاتھوں اپنے گھروں کو برباد کرنے لگے چھتوں کی لکڑی اور دروازے لے جانے کے لئے توڑنے پھوڑنے شروع کر دیئے[1]

[1] گویا کہ یہ بھی مستقل عذاب تھا کہ اپنا سرمایہ اور اندوختہ اپنے ہاتھوں برباد کرے، آہ کہ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کا مسلمان انہیں حالات سے گذرا۔

مقاتلؒ فرماتے ہیں، مسلمانوں نے بھی ان کے گھر توڑے اس طرح۔ کہ جوں جوں آگے بڑھتے گئے ان کے جو جو مکانات وغیرہ قبضے میں آتے گئے، اسی طرح خود یہود بھی اپنے مکانوں۔ کو آگے سے تو محفوظ کرتے جاتے تھے اور پیچھے سے نقب لگا کر نکلنے کے رستے بناتے جاتے تھے، پھر فرماتا ہے اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو اور اس خدا سے ڈرو جس کی لاٹھی میں آواز نہیں۔ اگر ان یہودیوں کے مقدر میں جلاوطنی نہ ہوتی تو انہیں اس سے بھی سخت عذاب کیا جاتا۔ یہ قتل ہوتے اور قید کر لئے جاتے وغیرہ وغیرہ۔ پھر آخرت کے بدترین عذاب بھی ان کے لئے تیار ہیں۔ بنو نضیر کی یہ لڑائی جنگ بدر کے چھ ماہ بعد ہوئی، مال جو اونٹوں پر لد جائیں انہیں لے جانے کی اجازت تھی مگر ہتھیار لیجانے کی اجازت نہ تھی۔ یہ اس قبیلے کے لوگ تھے جنہیں اس سے پہلے کبھی جلاوطنی ہوئی ہی نہ تھی بقول حضرت عروہؓ بن زبیر شروع سورت سے فاسقین تک آیتیں اسی واقعہ کے بیان میں نازل ہوئی ہیں جلاء کے معنی قتل وفنا کے بھی کئے گئے ہیں حضور نے انہیں جلاوطنی کے وقت تین تین میں ایک ایک اونٹ اور ایک ایک مشک دی تھی۔ اس فیصلہ کے بعد بھی حضورؐ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ان کے پاس بھیجا تھا اور انہیں اجازت دی تھی کہ تین دن میں اپنا سامان ٹھیک کر کے چلے جائیں۔ اس دنیوی عذاب کے ساتھ ہی اخروی عذاب کا بھی بیان ہو رہا ہے کہ وہاں بھی ان کے لئے حتمی اور لازمی طور پر جہنم کی آگ ہے ان پر اس سختی کی اصلی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاف کیا اور ایک اعتبار سے تمام نبیوں کو جھٹلایا اس لئے کہ ہر نبی نے آپ کی بابت پیشین گوئی کی تھی یہ لوگ آپ کو پوری طرح جانتے تھے بلکہ اولاد کو ان کا باپ جس قدر پہچانتا ہے اس سے بھی زیادہ یہ لوگ نبی آخر الزماںؐ کو جانتے تھے لیکن تاہم سرکشی اور حسد کی وجہ سے مانا نہیں، بلکہ مقابلہ پر تل گئے اور یہ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے مخالفوں پر سخت عذاب نازل فرماتا ہے۔ لینۃ کہتے ہیں اچھی کھجوروں کے درختوں کو عجوہ اور برنی جو کھجور کی قسمیں ہیں بقول بعض وہ لینۃ میں داخل نہیں اور بعض کہتے ہیں صرف عجوہ نہیں اور بعض کہتے ہیں ہر قسم کی کھجوریں اس میں داخل ہیں گو یہ بھی داخل ہے، یہودیوں نے جو بطور طعنہ کے کہا تھا کہ کھجوروں کے درخت کٹوا کر اپنے قول کے خلاف فعل کر کے زمین میں فساد کیوں پھیلاتے ہو؟ یہ اس کا جواب ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ حکم رب ہے اور اجازتِ خدا سے دشمنانِ خدا کو ذلیل و ناکام کرنے اور انہیں پست و بدنصیب کرنے کے لئے ہو رہا ہے۔ جو درخت باقی رکھے جائیں وہ اجازت سے اور جو کاٹے جاتے ہیں وہ بھی مصلحت کے ساتھ، یہ بھی مروی ہے کہ بعض مہاجرین نے بعض کو ان درختوں کے کاٹنے سے منع کیا کہ آخر کو تو یہ مسلمانوں کو بطور مال غنیمت ملنے والے ہیں پھر انہیں کیوں کاٹا جائے؟ جس پر یہ آیت اتری کہ روکنے والے بھی حق بجانب ہیں اور کاٹنے والے بھی حق پر ہیں ان کی نیت مسلمانوں کے نفع کی ہے اور ان کی نیت کافروں کو غیظ و غضب میں لانے اور انہیں ان کی شرارت کا مزہ چکھانے کی ہے اور یہ بھی ارادہ ہے کہ اس سے جل کر وہ غصے میں بھر کر میدان میں آ جائیں تو پھر دو دو ہاتھ ہو جائیں اور اعداء دین کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے، صحابہؓ نے یہ فعل تو کر لیا پھر ڈرے کہ ایسا نہ ہو کاٹنے میں یا باقی چھوڑنے میں خدا کی طرف سے کوئی مواخذہ ہو تو انہوں نے حضورؐ سے پوچھا اور یہ آیت نازل ہوئی یعنی دونوں باتوں پر اجر ہے کاٹنے پر بھی اور چھوڑنے پر بھی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ کٹوائے بھی تھے اور جلوائے بھی تھے، بنو قریظہ کے یہودیوں پر اس وقت حضورؐ نے احسان کیا اور ان کو مدینہ شریف میں ہی رہنے دیا لیکن بالآخر جب یہ بھی مقابلے پر آئے اور شکست کھائی تو ان کے لڑنے والے مرد تو قتل کئے گئے اور عورتیں اور بچے اور مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے ہاں جو لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ایمان لائے وہ بچ رہے، پھر مدینہ سے تمام یہودیوں کو نکال دیا۔ بنو قینقاع کو بھی جن میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالےٰ عنہ تھے اور بنو حارثہ کو بھی اور کل یہودیوں کو جلاوطن کیا۔ ان تمام واقعات کو عرب شاعروں نے اپنے اشعار میں بھی نہایت خوبی سے ادا کیا ہے، جو سیرۃ ابن اسحٰق میں مروی ہیں یہ واقعہ بقول ابن اسحٰق کے احد اور بیر معونہ کے بعد کا ہے اور بقول عروہ بدر کے چھ مہینے بعد کا ہے واللہ اعلم۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ

…کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلوایا سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ کی عادت…

لٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۶﴾ مَآ اَفَآءَ

بلکہ رسولوں کو جس پر چاہے (خاص طور پر) مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ (اسی

اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

طور پر) اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوا دے (جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ (بھی) اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور آپ کے قرابت

وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ

داروں کا اور یتیموں اور غریبوں کا اور مسافروں کا تاکہ وہ (مال فے) تمہارے تونگروں کے قبضہ میں نہ آجائے اور رسول

اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

تم کو جو کچھ دیدیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز کے لینے سے تمکو روکدیں (اور بعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں بھی) تم رک جایا کرو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ مخالفت

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۷﴾

کرنے پر سخت سزا دینے والا ہے۔

مال غنیمت اور اس کا مستحق

فے کس مال کو کہتے ہیں؟ اس کی صفت کیا ہے؟ اس کا حکم کیا ہے؟ یہ سب بیان یہاں ہو رہا ہے پس فے کافروں کے اس مال کو کہتے ہیں جو ان سے لڑے بھڑے بغیر مسلمانوں کے قبضے میں آجائے جیسے بنو نضیر کا یہ مال تھا جس کا ذکر اوپر گزر چکا کہ مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ اس پر نہیں دوڑائے تھے یعنی ان کفار سے آمنے سامنے کوئی مقابلہ اور لڑائی نہیں ہوئی بلکہ ان کے دل خدا نے اپنے رسول کی ہیبت سے بھر دیئے اور وہ اپنے قلعے خالی کر کے قبضے میں آگئے، اسے فے کہتے ہیں اور یہ مال حضورؐ کا ہو گیا آپ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں، پس آپ نے نیکی اور صلاح کے کاموں میں اسے خرچ کیا جس کا بیان اس کے بعد والی دوسری آیت میں ہے، پس فرماتا ہے کہ بنو نضیر کا جو مال بطور فے کے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دلوایا جس پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ دوڑائے نہ تھے بلکہ صرف خدا نے اپنے فضل سے اپنے رسول کو اس پر غلبہ دیدیا تھا اور خدا تعالیٰ پر یہ کیا مشکل ہے؟ وہ تو ہر ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے نہ اس پر کسی کا غلبہ نہ اسے کوئی روکنے والا بلکہ سب پر غالب وہی سب اس کے تابع فرمان۔ پھر فرمایا کہ جو شہر اس طرح فتح کئے جائیں ان کے مال کا یہی حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے قبضے میں کریں گے پھر انہیں دیں گے جن کا بیان آیت میں ہے اور اس کے بعد والی آیت میں ہے، یہ ہی فے کے مال کا مصرف اور اس کے خرچ کا حکم، چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ بنو نضیر کے مال بطور فے کے خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو گئے تھے، آپ اس میں سے اپنے گھر والوں کو سال بھر کا خرچ دیتے تھے اور جو بچ رہتا اسے آلات جنگ اور سامان حرب میں خرچ کرتے (سنن و مسند وغیرہ) ابو داؤد میں حضرت مالک بن اوسؓ سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ بن خطاب نے مجھے دن چڑھے بلایا میں گھر گیا تو دیکھا کہ آپ ایک چوکی پر جس پر کوئی کپڑا وغیرہ نہ تھا بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا تمہاری قوم کے چند لوگ آئے ہیں میں نے انہیں کچھ دیا ہے تم اسے لیکر ان میں تقسیم کر دو، میں نے کہا اچھا ہوتا اگر جناب کسی اور کو یہ کام سونپتے آپ نے فرمایا نہیں تم ہی کرو میں نے کہا بہت بہتر، اتنے میں آپ کا داروغہ یرفا آیا اور کہا اے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف حضرت زبیرؓ بن عوام اور حضرت سعدؓ بن وقاص تشریف لائے ہیں کیا انہیں اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں آنے دو چنانچہ یہ حضرات تشریف لائے۔ یرفا پھر آیا اور کہا امیر المومنینؓ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ اجازت طلب کر رہے ہیں .... آپ نے فرمایا اجازت ہے۔ یہ دونوں حضرات بھی تشریف لائے حضرت عباسؓ نے کہا اے امیر المومنینؓ میرا اور ان کا فیصلہ کیجئے یعنی حضرت علیؓ کا، تو پہلے جو چاروں بزرگ آئے تھے ان میں سے بھی بعض نے کہا ہاں امیر المومنین ان

دونوں بزرگوں کے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور انہیں راحت پہنچائیے۔ حضرت مالکؓ فرماتے ہیں اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ ان چاروں بزرگوں کو ان دونوں حضرات نے ہی اپنے سے پہلے یہاں بھیجا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ٹھیرو، پھر ان چاروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہیں اس خدا کی قسم جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارا ورثہ بانٹا نہیں جاتا ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے ان چاروں نے اس کا اقرار کیا، پھر آپ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی طرح قسم دے کر ان سے بھی یہی سوال کیا اور انہوں نے بھی اقرار کیا۔ پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کے لئے ایک خاصہ کیا تھا جو اور کسی کے لئے نہ تھا پھر آپ نے یہی آیت وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ الخ پڑھی اور فرمایا بنو نضیر کے مال اللہ تعالیٰ نے بطور فئے کے اپنے رسولؐ کو دیئے تھے خدا کی قسم نہ تو میں نے تم پر اس میں کسی کو ترجیح دی اور نہ خود ہی اُسے لے لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اور اپنے اہل کا سال بھر کا خرچ اس میں سے لے لیتے تھے اور باقی مثل بیت المال کے کر دیتے تھے پھر ان چاروں بزرگوں کو اُسی طرح قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں یہ معلوم ہے۔ انہوں نے کہا ہاں، پھر ان دونوں سے قسم دے کر پوچھا اور انہوں نے بھی اثبات میں جواب دیا۔ پھر فرمایا حضورؐ کے فوت ہونے کے بعد حضرت ابو بکرؓ والی بنے اور تم دونوں خلیفۂ رسولؐ کے پاس آئے، اے عباسؓ تم تو اپنی قرابت داری جتا کر اپنے چچا زاد بھائی کے مال میں سے اپنا ورثہ طلب کرتے تھے اور یہ بھی حضرت علیؓ اپنا حق جتا کر اپنی بیوی یعنی حضرت فاطمہؓ کی طرف سے ان کے والدؐ کے مال سے ورثہ طلب کرتے تھے جس کے جواب میں تم دونوں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہمارا ورثہ نہیں بانٹا جاتا ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، اللہ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ یقیناً راست گو نیکو کار رشد و ہدایت والے اور تابع حق تھے۔ چنانچہ اس مال کی ولایت حضرت الصدیقؓ نے کی، آپ کے فوت ہو جانے کے بعد آپ کا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ میں بنا اور وہ مال میری ولایت میں رہا۔ پھر آپ دونوں کے دونوں ایک صلاح سے میرے پاس آئے اور مجھ سے اُسے مانگا، جس کے جواب میں میں نے کہا کہ اگر تم اس شرط سے اس مال کو اپنے قبضے میں کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرچ کرتے تھے تم بھی کرتے رہو گے تو میں تمہیں سونپ دیتا ہوں، تم نے اس بات کو قبول کیا اور خدا کو بیچ میں دے کر تم نے اس مال کی ولایت لی، پھر تم جو اب آئے ہو تو کیا اس کے سوا کوئی اور فیصلہ چاہتے ہو؟ قسم خدا کی قیامت تک اس کے سوا اس کا کوئی فیصلہ میں نہیں کر سکتا، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تم اپنے وعدے کے مطابق اس مال کی نگرانی اور اس کا صرف نہیں کر سکتے تو تم اُسے پھر لوٹا دو تاکہ میں آپ اسے اسی طرح خرچ کروں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اور جس طرح خلافت صدیقی میں اور آج تک ہوتا رہا۔ مسند احمد میں ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کھجوروں کے درخت وغیرہ دیدیا کرتے تھے یہاں تک کہ قریظہ اور بنو نضیر کے اموال آپ کے قبضے میں آئے تو اب آپ نے ان لوگوں کو اُن کے دیئے ہوئے مال واپس دینے شروع کئے، حضرت انسؓ کو بھی ان کے گھر والوں نے آپ کی خدمت میں بھیجا کہ ہمارا دیا ہوا ابھی سب یا جتنا چاہیں ہمیں واپس کر دیں میں نے جا کر حضورؐ کو یاد دلایا آپ نے وہ سب واپس کرنے کو فرمایا، لیکن آپ یہ سب حضرت ام ایمنؓ کو اپنی طرف سے دے چکے تھے انہیں جب معلوم ہوا کہ یہ سب میرے قبضے سے نکل جائے گا تو انہوں نے آکر میری گردن میں کپڑا ڈال دیا اور مجھ سے فرمانے لگیں خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں حضرت تجھے یہ نہیں دیں گے آپ تو مجھے وہ سب کچھ دے چکے حضورؐ نے فرمایا ام ایمن تم نہ گھبراؤ ہم تمہیں اس کے بدلے اتنا اتنا دیں گے لیکن وہ نہ مانیں یہی کہے چلی گئیں۔ آپ نے فرمایا اچھا اور اتنا اتنا ہم تمہیں دیدیں گے لیکن وہ اب بھی خوش نہ ہوئیں اور وہی فرماتی رہیں، آپ نے پھر فرمایا لو ہم تمہیں اتنا اتنا اور دیں گے یہاں تک کہ جتنا انہیں دے رکھا تھا اس سے جب تقریباً دس گناہ زیادہ دینے کا وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب آپ راضی ہو کر خاموش ہو گئیں اور ہمارا مال ہمیں مل گیا، فئے کا مال جن جگہوں میں صرف ہو گا یہی جگہیں غنیمت کے مال کے

عہ غالباً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پہلے سے معلوم ہو گا کہ ان حضرات میں اسی مسئلہ پر اختلاف ہو رہا ہے آپ سمجھ گئے کہ اس وقت آنے کا مقصد اسی جھگڑے کے بارے میں گفتگو کرنا ہے۔

صرف کرسکتی بھی ہیں، اور سورۂ انفال میں ان کی پوری تشریح وتوضیح کے ساتھ کامل تفسیر الحمد اللہ گذر چکی ہے اس لئے ہم یہاں بیان نہیں کرتے.
پھر فرماتا ہے کہ مال فئے کے یہ مصارف جو ہم نے اس لئے وضاحت کے ساتھ بیان کردیئے کہ یہ مالداروں کے ہاتھ لگ کر کہیں اُن کا لقمہ نہ بن جائے کہ اپنی خواہشوں کے مطابق وہ اسے اڑائیں اور مسکینوں کے ہاتھ نہ لگے. پھر فرماتا ہے کہ جس کام کے کرنے کو میرے پیغمبر تم سے کہیں تم اسے کرو اور جس کام سے وہ تمہیں روکیں تم اس سے رک جاؤ.

یقین مانو جس کا وہ حکم کرتے ہیں وہ بھلائی کا کام ہوتا ہے اور جس سے وہ روکتے ہیں وہ برائی کا کام ہوتا ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی اور کہا آپ گودنے سے یعنی چمڑے پر یا ہاتھوں پر عورتیں سوئی وغیرہ سے گدوا کر جو تلوں کی طرح نشان وغیرہ بنالیتی ہیں اس سے اور بالوں میں بال ملا لینے سے جو عورتیں اپنے بالوں کو لمبا ظاہر کرنے کے لئے کرتی ہیں اس سے منع فرماتے ہیں تو کیا یہ ممانعت کتاب اللہ میں ہے یا حدیث رسول اللہ میں؟ آپ نے فرمایا کتاب اللہ میں بھی اور حدیث رسول اللہ میں بھی دونوں میں اس ممانعت کو پاتا ہوں اس عورت نے کہا خدا کی قسم دونوں لوحوں کے درمیان جس قدر قرآن شریف میں ہے میں نے سب پڑھا ہے اور خوب دیکھ بھال کی ہے لیکن میں نے تو کہیں اس ممانعت کو نہیں پایا آپ نے فرمایا کیا تم نے آیت مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ الخ نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھی ہے. فرمایا (قرآن سے ثابت ہوا کہ حکم رسولؐ اور ممانعتِ رسول قابلِ عمل ہیں) اب سنو) خود میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ نے گودنے سے اور بالوں میں بال ملانے سے پیشانی اور چہرے کے بال نوچنے سے منع فرمایا ہے (یہ بھی عورتیں اپنی خوبصورتی ظاہر کرنے کے لئے کرتی ہیں اور اس زمانے میں تو مرد بھی بکثرت کرتے ہیں) اس عورت نے کہا حضرت یہ تو آپ کی گھر والیاں بھی کرتی ہیں آپ نے فرمایا جاؤ دیکھو. گئیں اور دیکھ کر آئیں اور کہنے لگیں حضرت معاف کیجئے غلطی ہوئی ان باتوں میں سے کوئی بات آپ کے گھرانے والیوں میں میں نے نہیں دیکھی، آپ نے فرمایا کیا تم بھول گئیں کہ خدا کے نیک بندے (حضرت شعیب علیہ السلام) نے کیا فرمایا تھا مَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ یعنی میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں جس چیز سے روکوں خود میں اس کا خلاف کروں، مسند امام احمد اور بخاری ومسلم میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اُس عورت پر جو گدوائے اور گودے اور جو اپنی پیشانی کے بال لے اور جو خوبصورتی کے لئے اپنے سامنے کے دانتوں کی کشادگی کرے اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی پیدائش کو بدلنا چاہئے، یہ سُنکر بنو اسد کی ایک عورت جن کا نام اُم یعقوب تھا آپ کے پاس آئی اور پوچھا کیا آپ نے اس طرح فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں اُس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسولؐ نے لعنت کی ہے؟ اور جو قرآن میں موجود ہے؟ اس نے کہا میں نے پورا قرآن جتنا بھی دونوں پٹھوں کے درمیان ہے اول سے آخر تک پڑھا ہے لیکن میں نے تو یہ حکم کہیں نہیں پایا آپ نے فرمایا اگر تم سوچ سمجھ کر پڑھتیں تو ضرور پاتیں کیا تم نے آیت مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ الخ نہیں پڑھی؟ اُس نے کہا ہاں یہ تو پڑھی ہے. پھر آپ نے وہ حدیث سُنائی. اس نے آپ کے گھر والوں کی نسبت کہا پھر دیکھ کر آئیں اور عذر خواہی کی، اس وقت آپ نے فرمایا اگر میری گھر والی ایسا کرتی تو میں اس سے ملنا چھوڑ دیتا، صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہوسکے اُسے بجالاؤ اور جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم رُک جاؤ، نسائی میں حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کدو کے برتن میں اور سبز ٹھلیا میں اور کھجور کی لکڑی کے کریدے ہوئے برتن میں اور رال کی رنگی ہوئی ٹھلیا میں نبیذ بنانے سے یعنی کھجور یا کشمش وغیرہ کے بھگو کر رکھنے سے منع فرمایا پھر یہی آیت کی تلاوت کی پھر فرماتا ہے کہ عذاب سے بچنے کے لئے اس کے احکام بجالاؤ اور اس کی ممنوعات سے بچتے رہو، یاد رکھو کہ اس کی نافرمانی مخالفت

ع۵ اور یقیناً یہ بھی حرام ہے کہ عورتیں اپنے بالوں کی وضع وتراش یا لباس کی قطع وبرید مردوں کیطرح کرائیں حیف ان والدین اور شوہروں پر جو صریح حرام کا ارتکاب دیکھتے ہیں اور چپ رہتے ہیں.

انکار کرنے والوں کو اور اس کے منع کئے ہوئے کاموں کے کرنے والوں کو وہ سخت سزا دیتا ہے اور دُکھ کی مار مارتا ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا

اور ان حاجتمند مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً و ظلماً) جدا کر دیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل (یعنی

مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ⑧ وَالَّذِيْنَ

جنت) اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول (کے دین) کی مدد کرتے ہیں (اور) یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں اور (نیز) ان

تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ

لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دارالاسلام (یعنی مدینہ) ایمان (مہاجرین) کے (آنے) قبل کو قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو

فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ

جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ

بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۛ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑨ وَالَّذِيْنَ

ہی ہو اور (واقعی) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور ان لوگوں کا (اس مال فی میں حق ہے) جو ان کے بعد

جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِ

آئے جو ان مذکورین کے حق میں) دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں

يْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑩ ع ۱

اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔

وہ مصارف جہاں غنیمت تقسیم کیجائے

اُوپر بیان ہوا تھا کہ فے کا مال یعنی کافروں کا جو مسلمانوں کے قبضے میں میدانِ جنگ میں لڑے بھڑے بغیر آ گیا ہو اس کے مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر آپ یہ مال کسے دیں گے؟ اس کا بیان بھی اوپر ہوا تھا اب ان آیتوں میں بھی انہی مستحقین فے کا مزید بیان ہو رہا ہے کہ اس کے حق دار وہ غریب مہاجر ہیں جنہوں نے اللہ کو راضی کرنے کے لئے اپنی قوم کو ناراض کر لیا یہاں تک کہ انہیں اپنا وطن عزیز اور خون پسینہ ایک کر کے جمع کیا ہوا مال وغیرہ سب چھوڑ چھاڑ کر چل دینا پڑا، اللہ کے دین کی اور اس کے رسول کی نصرت میں برابر مشغول ہیں، خدا کے فضل و خوشنودی کے متلاشی ہیں یہی سچے لوگ ہیں جنہوں نے اپنا فعل اپنے قول کے مطابق کر دکھایا، یہ اوصاف ساداتِ مہاجرین میں تھے رضی اللہ عنہم پھر انصار کی مدح بیان ہو رہی ہے اور ان کی فضیلت شرافت کرم اور بزرگی اظہار ہو رہا ہے، ان کی کشادہ دلی، نیک نفسی، ایثار و سخاوت کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے مہاجرین سے پہلے ہی دار الہجرت مدینہ میں اپنی بود و باش رکھی اور ایمان پر قیام رکھا مہاجرین بھی اس سے پہلے ہی یہ ایمان لا چکے تھے۔ بلکہ بہت سے تو مہاجرین سے بھی پہلے یہ لا چکے تھے صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرینِ اولین کے حق ادا کرتا رہے ان کی خاطر مدارات میں کمی نہ کرے اور میری وصیت ہے کہ انصار کے ساتھ

بھی نیکی اور بھلائی کرے جنہوں نے مدینہ میں جگہ بنائی اور ایمان میں جگہ حاصل کی، ان کے اچھے لوگوں کی بھلائیاں قبول کرے اور ان کی خطاؤں سے درگذر اور چشم پوشی کرے ان کی شرافت طبعی ملاحظہ ہو کہ جو بھی راہ خدا میں ہجرت کر کے آئے یہ اپنے دل میں اسے گھر دے دیں اور اپنا جان و مال ان پر سے نثار کرنا اپنا فخر جانتے ہیں، مسند احمد میں ہے کہ مہاجرین نے ایک مرتبہ کہا یا رسول اللہ ہم نے تو دنیا میں ان انصار جیسے لوگ نہیں دیکھے، تھوڑے میں سے تھوڑا اور بہت میں سے بہت برابر ہمیں دے رہے ہیں، مدتوں سے ہمارا کل خرچ اٹھا رہے ہیں بلکہ ناز برداریاں کر رہے ہیں اور کبھی چہرے پر شکن بھی نہیں بلکہ خدمت کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں دیتے ہیں اور احسان نہیں رکھتے کام کاج خود کریں اور کمائی ہمیں دیں، حضور ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ہمارے اعمال کا سارا کا سارا اجر انہی کو نہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں جب تک تم ان کی ثنا اور تعریف کرتے رہو گے اور ان کے لئے دعائیں مانگتے رہو گے[عہ]۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاریوں کو بلا کر فرمایا کہ میں بحرین کا علاقہ تمہارے نام لکھ دیتا ہوں انہوں نے کہا یا رسول اللہ جب تک آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنا ہی نہ دیں ہم اسے نہ لیں گے آپ نے فرمایا اچھا اگر نہیں لیتے تو دیکھو آئندہ بھی صبر کرتے رہنا میرے بعد ایسا وقت بھی آئے گا کہ اوروں کو دیا جائے گا اور تمہیں چھوڑ دیا جائے گا[عہ]۔ صحیح بخاری شریف کی اور حدیث میں ہے کہ انصاریوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے کھجوروں کے باغات ہم میں اور ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا نہیں پھر فرمایا سنو کام کاج بھی تم ہی کر دو اور ہم سب کو تو پیداوار میں شریک رکھو، انصار نے جواب دیا یا رسول اللہ ہمیں یہ بھی بخوشی منظور ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ اپنے دلوں میں کوئی حسد ان مہاجرین کی قدر و منزلت اور ذکر مرتبت پر نہیں کرتے، جو انہیں مل جائے، انہیں اس پر رشک نہیں ہوتا۔ اسی مطلب پر اس حدیث کی دلالت بھی ہے جو مسند احمد میں حضرت انس کی روایت سے موجود ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا دیکھو ابھی ایک جنتی شخص آنے والا ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک انصاری رضی اللہ تعالٰے عنہ اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی جوتیاں لئے ہوئے تازہ وضو کر کے آرہے تھے ڈاڑھی پر سے پانی ٹپک رہا تھا، دوسرے دن بھی اسی طرح ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یہی فرمایا اور وہی شخص اسی طرح آئے تیسرے دن بھی یہی ہوا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص آج دیکھتے بھالتے رہے اور جب مجلس نبوی ختم ہوئی اور یہ بزرگ وہاں سے اٹھ کر چلے تو یہ بھی ان کے پیچھے ہو لئے اور ان انصاری سے کہنے لگے حضرت مجھ میں اور میرے والد میں کچھ بول چال ہو گئی ہے جس پر میں قسم کھا بیٹھا ہوں کہ تین دن تک اپنے گھر نہیں جاؤں گا پس اگر آپ مہربانی فرما کر مجھے اجازت دیں تو میں یہ تین آپ کے ہاں گذار دوں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا چنانچہ حضرت عبداللہؓ نے یہ تین راتیں ان کے گھر ان کے ساتھ گذاریں دیکھا کہ وہ رات کو تہجد کی لمبی نماز بھی نہیں پڑھتے صرف اتنا کرتے ہیں کہ جب آنکھ کھلے اللہ تعالٰے کا ذکر اور اس کی عظمت اپنے بستر پر ہی لیٹے لیٹے کر لیتے ہیں یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لئے اٹھیں ہاں یہ ضروری بات تھی کہ میں نے ان کے منہ سے سوائے کلمۂ خیر کے اور کچھ نہیں سنا، جب تین راتیں گذر گئیں تو مجھے ان کا عمل بہت ہی ہلکا سا معلوم ہونے لگا اب میں نے ان سے کہا کہ حضرت دراصل نہ تو میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی ایسی باتیں ہوئی تھیں نہ میں نے ناراضگی کے باعث گھر چھوڑا تھا بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ تین مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ایک جنتی شخص آ رہا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے تو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں کچھ دن رہ کر دیکھوں تو سہی کہ آپ ایسی کونسی عبادتیں کرتے ہیں جو زندگی ہی میں بزبان رسول اللہ آپ کے جنتی ہونے کی یقینی خبر ہم تک پہنچ گئی چنانچہ میں نے یہ بہانہ کیا اور تین دن رات تک آپ کی خدمت میں رہا تاکہ آپ کے اعمال دیکھ کر میں بھی ویسے ہی عمل شروع کر دوں لیکن میں نے تو آپ کو نہ تو کوئی نیا اور اہم عمل کرتے ہوئے دیکھا نہ عبادت میں ہی اوروں سے زیادہ بڑھا ہوا دیکھا اب جا رہا ہوں لیکن زبانی ایک سوال ہے کہ آپ ہی بتلائیے آخر وہ کونسا عمل ہے جس نے آپ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جنتی بنا دیا؟ آپ نے فرمایا بس تم میرے اعمال تو دیکھ چکے ان کے سوا اور کوئی

عہ گویا کہ آپ نے پیشگوئی فرمائی کہ وہ وقت بھی آئے گا کہ تمہارے حقوق کو ادا نہ کیا جائے گا۔ عہ مطلب ہو کہ یہ ہمارے ساتھ اتنا اچھا معاملہ کر رہے ہیں جس کی بنا پر ہمارے نیک اعمال کے اجر بھی انہیں کو ملنا چاہئیں آپ نے سمجھایا کہ اگر تم ان کی تعریف کرتے رہو گے تو یہ تمہارا ایک اور حسن عمل ہوگا اور ان کے نیک سلوک کا بہترین بدلہ اس وقت تمہارا اجر نیک اعمال کا ضائع نہ ہوگا۔

خاص پوشیدہ عمل تو ہے نہیں چنانچہ اُن سے رخصت ہو کر چلا تھوڑی ہی دُور نکلا تھا جو انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا ہاں میرا ایک عمل سنتے جاؤ وہ یہ کہ میرے دل میں کبھی کسی مسلمان سے دھوکہ بازی، حسد اور بغض کا ارادہ بھی نہیں ہوا میں کبھی کسی مسلمان کا بدخواہ نہیں بنا حضرت عبداللہ نے یہ سنکر فرمایا کہ بس اب معلوم ہو گیا اسی عمل نے آپ کو اس درجہ تک پہنچایا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو ہر ایک کے بس کی نہیں۔ امام نسائی نے بھی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ غرض یہ ہے کہ ان انصار میں یہ وصف تھا کہ مہاجرین کو اگر کوئی مال وغیرہ دیا جائے اور انہیں نہ ملے تو یہ برا نہیں مانتے تھے۔ بنو نضیر کے مال جب مہاجرین ہی میں تقسیم ہوئے تو کسی انصاری نے اس میں کلام کیا جس پر آیت وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ اتری۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے مہاجر بھائی بھی مال و اولاد چھوڑ کر تمہاری طرف آتے ہیں انصار نے کہا پھر حضور ہمارا مال ان میں اور ہم میں برابر بانٹ دیجئے آپ نے فرمایا اس سے بھی زیادہ ایثار کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا جو حضورؐ کا ارشاد ہو آپ نے فرمایا مہاجر کھیت اور باغات کا کام نہیں جانتے تم آپ اپنے مال کو قبضہ میں رکھو خود کام کرو۔ خود باغات میں محنت کرو اور پیداوار میں انہیں شریک کر دو۔ انصارؓ نے اسے بھی بکشادہ پیشانی منظور کر لیا۔ پھر فرماتا ہے کہ باوجود خود کو حاجت ہونے کے بھی اپنے دوسرے بھائیوں کی حاجت کو مقدم رکھتے ہیں، اپنی ضرورت خواہ باقی رہ جائے لیکن اور مسلمان کی ضرورت جلد پوری ہو جائے یہ ان کی ہر وقت کی تمنا ہے ایک صحیح حدیث میں بھی ہے کہ جس کے پاس کمی اور قلت ہو خود کو ضرورت ہو اور پھر بھی صدقہ کرے اس کا صدقہ افضل اور بہتر ہے۔ یہ درجہ ان لوگوں کے درجہ سے بھی بڑھا ہوا ہے جن کا ذکر اور جگہ ہے کہ مال کی ضرورت کے باوجود وہ اُسے راہ للہ خرچ کرتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ تو خود اپنی حاجت ہوئے صرف کرتے ہیں محبت ہوتی ہے اور حاجت نہیں ہوتی اس وقت کا خرچ اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا کہ خود کو ضرورت ہو اور پھر بھی راہ للہ دیدینا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ اسی قسم سے ہے کہ آپ نے اپنا کُل مال لا کر اللہ کے رسولؐ کے سامنے ڈھیر لگا دیا آپ نے پوچھا بھی کہ ابو بکر کچھ باقی بھی رکھ آئے ہو؟ جواب دیا اللہ اور اس کے رسولؐ کو باقی رکھ آیا ہوں، اسی طرح وہ واقعہ ہے جو جنگِ یرموک میں حضرت عکرمہؓ اور ان کے ساتھیوں کو پیش آیا تھا کہ میدانِ جہاد میں زخم خوردہ پڑے ہوئے ہیں ریت اور مٹی زخموں میں بھر رہی ہے کراہ رہے ہیں تڑپ رہے ہیں سخت تیز دھوپ پڑ رہی ہے پیاس کی وجہ سے حلق چیخ رہا ہے اتنے میں ایک مسلمان کندھے پر مشک لٹکائے آجاتا ہے اور ان مجروح مجاہدین کے سامنے پیش کرتا ہے لیکن ایک کہتا ہے اس دوسرے کو پہلے پلاؤ، دوسرا کہتا ہے اس تیسرے کو پہلے پلاؤ وہ ابھی تیسرے تک پہنچا بھی نہیں جو ایک شہید ہو جاتا ہے دوسرے کو دیکھتا ہے کہ وہ بھی پیاسا ہی چل بسا تیسرے کے پاس آتا ہے لیکن دیکھتا ہے کہ وہ بھی سوکھے ہونٹوں ہی خدا سے جا ملا۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں سے خوش ہو اور انہیں بھی اپنی ذات سے خوش رکھے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میں سخت حاجتمند ہوں مجھے کچھ کھلوایئے آپ نے اپنے گھروں میں آدمی بھیجا لیکن تمام گھروں سے جواب ملا کہ حضورؐ ہمارے پاس خود کچھ نہیں یہ معلوم کر کے پھر آپ نے اور لوگوں سے کہا کہ کوئی ہے جو آج کی رات انہیں اپنا مہمان رکھے؟ ایک انصاریؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا حضورؐ میں انہیں اپنا مہمان رکھوں گا۔ چنانچہ یہ لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا دیکھو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں آج گھر میں کچھ بھی کھلانے کو نہ ملے لیکن یہ بھوکے نہ رہیں بیوی صاحبہ نے کہا آج گھر میں بھی برکت ہے بچوں کے لئے البتہ کچھ ٹکڑے رکھے ہوئے ہیں۔ انصاریؓ نے فرمایا اچھا بچوں کو تو بہلا پھسلا کر بھوکا سُلا دو اور ہم تم دونوں اپنے پیٹ پر کپڑا باندھ کر فاقے سے رات گذار دیں گے، کھانے وقت چراغ بجھا دینا تاکہ مہمان یہ سمجھے کہ ہم کھا رہے ہیں اور در اصل ہم کھائیں گے نہیں، چنانچہ ایسا ہی کیا جب یہ شخص انصاریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے اور اس کی بیوی کے رات کے عمل سے اللہ تعالیٰ خوش ہوا اور ہنس دیا انہی کے بارے میں آیت وَيُؤْثِرُوْنَ الخ نازل ہوئی۔ صحیح مسلم کی روایت میں ان انصاری کا نام بھی ہے یعنی

؎ اور یہ خودکشی بھی نہیں اس لئے کہ خودکشی تو وہ ہے جو ارادہ اور خودکشی کی نیت سے ہو یہاں تو سراسر ایثار اخلاص اور دوسروں کو خود پر ترجیح دینے کا جذبہ تھا جو ہر حال میں خدا تعالیٰ کے یہاں محبوب اور مطلوب ہے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالے عنہ پھر فرماتا ہے جو اپنے نفس کی بخیلی، حرص اور لالچ سے بچ گیا اس نے نجات پالی مسند احمد اور مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لوگو ظلم سے بچو قیامت کے دن یہ ظلم اندھیریاں بن جائے گا، لوگو بخل اور حرص سے بچو یہی وہ چیز ہے جس نے تم سے پہلے لوگوں کو برباد کر دیا اسی کی وجہ سے انہوں نے خونریزیاں کیں اور حرام کو حلال بنالیا اور سند یہ بھی مروی ہے کہ فحش سے بچو اللہ تعالے فحش باتوں اور بے حیائی کے کاموں کو ناپسند فرماتا ہے، حرص اور بخل کی مذمت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اسی کے باعث اگلوں نے ظلم کئے، فسق و فجور کئے اور قطع رحمی کی۔ ابو داؤد وغیرہ میں ہے اللہ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں کسی بندے کے پیٹ میں جمع ہو ہی نہیں سکتا، اسی طرح بخل اور ایمان بھی کسی بندہ کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے، یعنی راہ خدا کی گرد جس پر پڑی وہ جہنم سے آزاد ہو گیا اور جس کے دل میں بخل نے گھر کر لیا اس کے دل میں ایمان کے رہنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی حضرت عبد اللہ کے پاس آکر ایک شخص نے کہا کہ اے ابو عبد الرحمن میں تو ہلاک ہو گیا آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ کہا قرآن میں تو ہے جو اپنے نفس کے بخل سے بچا دیا گیا اس نے فلاح پالی اور میں تو مال کو تاڑ رو کنے والا ہوں، خرچ کرتے ہوئے دل رُکتا ہے، آپ نے فرمایا اس کنجوسی کا ذکر اس آیت میں نہیں یہاں مُراد بخیلی سے یہ ہے کہ تو اپنے کسی مسلمان بھائی کا مال ظلم سے کھا جائے، ہاں بخل یعنی کنجوسی بھی ہے بہت بُری چیز (ابن ابی حاتم) حضرت ابو الہیاج اسدیؒ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ ایک صاحب صرف یہی دعا کر رہے ہیں اَللّٰھُمَّ قِنِیْ شُحَّ نَفْسِیْ خدایا مجھے میرے نفس کی حرص و آز سے بچالے آخر مجھ سے نہ رہا گیا میں نے کہا آپ صرف یہی دعا کیوں مانگ رہے ہیں؟ اس نے کہا جب اس سے محفوظ ہو گیا تو نہ پھر زنا ہو سکے گا نہ چوری نہ اور کوئی بُرا کام اب جو میں نے دیکھا تو وہ حضرت عبد الرحمن بن عوف تھے رضی اللہ عنہ (ابن جریر) ایک حدیث میں ہے جس نے زکوٰۃ ادا کی اور مہمانداری کی اور اللہ کی راہ کے ضروری کاموں میں دیا وہ اپنے نفس کے بخل سے دُور ہو گیا، پھر مال فے کے مستحقین لوگوں کی تیسری قسم کا بیان ہو رہا ہے کہ انصار اور مہاجر کے فقراء کے بعد ان کے تابع جو ان کے بعد کے لوگ ہیں ان میں کے مساکین بھی اس مال کے مستحق ہیں جو اللہ تعالے سے اپنے سے اگلے یا ایمان والوں کے لئے مغفرت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں جیسے کہ سورۂ برات میں ہے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ یعنی اول اول سبقت کرنے والے مہاجر و انصار اور ان کے بعد کے وہ لوگ جو احسان میں ان کے متبع ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے خوش ہے اور یہ سب اللہ تعالے سے راضی ہیں یعنی یہ بعد کے لوگ ان اگلوں کے آثار حسنہ اور اوصاف جمیلہ کی اتباع کرنے والے اور انہیں نیک دعاؤں سے یاد رکھنے والے ہیں گویا ظاہر باطن ان کے تابع ہیں، اس دعا سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا پاکیزہ استدلال کیا ہے کہ رافضی کو مال فے سے امام وقت کچھ نہ دے کیونکہ وہ اصحاب رسولؐ کے لئے دعا کرنے کے بجائے انہیں گالیاں دیتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہیں کہ ان لوگوں کو دیکھو کس طرح قرآن کا خلاف کرتے ہیں۔ قرآن حکم دیتا ہے کہ مہاجر و انصار کے لئے دعائیں کریں اور یہ گالیاں دیتے ہیں پھر یہی آیت آپ نے تلاوت فرمائی (ابن ابی حاتم) اور روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ یہ اُمت ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ ان کے پچھلے ان کے پہلوں کو لعنت کریں گے (بغوی) ابو داؤد میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا آیت مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ میں جس مال فے کا بیان ہے وہ تو خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اسی طرح اس کے بعد کی آیت مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی والی

عہ اور ظاہر ہے کہ آدمی زنا کرتا ہے اس لئے کہ جائز بیویاں رکھکر انکے حقیقی اخراجات برداشت نہیں کر پاتا۔ اور ساتھ ہی حرص و شہوت کا غلبہ بھی اس کا باعث ہوتا ہے۔ چوری کرتا ہے وہ بھی بخل ہی کی وجہ سے کہ اپنا جو مال اس کے پاس ہے اس کو خرچ نہ کرے اور دوسروں کے اموال پر نظر رکھے مگر فقیر محشی کی رائے ہے کہ یہ دعا، حضرت عبد الرحمن بن عوف نے اپنے حالات کے پیش نظر فرمائی کیونکہ وہ زبردست رئیس اور متمول شخص تھے اور ظاہر ہے کہ ایک مالدار میں عموماً برائیاں یا بخل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں یا حرص کی بنا پر۔ اس لئے اس دعا کی عام توجیہ کرنا زیادہ بہتر نہیں۔ عہ اور آج بھی ہو رہا ہے کہ پچھلے اگلوں کو بُرا کہہ رہے ہیں یہ منحوسیت انکار حدیث اور اسی طرح کے دوسرے فتنے بنیادی کی اگلوں کو برا بھلا کہنے پر ہی ہے۔

نے عام کردیا ہے تمام مسلمانوں کو اس میں شامل کرلیا ہے اب ایک مسلمان بھی ایسا نہیں جس کا حق اس مال میں نہ ہو سوائے تمہارے غلاموں کے، اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے ابن جریر میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ کو حَكِيمٌ تک پڑھ کر فرمایا مال زکوٰۃ کے مستحق تو یہ لوگ ہیں پھر وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ والی پوری آیت کو پڑھکر فرمایا مال غنیمت کے مستحق یہ لوگ ہیں پھر یہ آیت مَا أَفَاءَ اللَّهُ الخ پڑھ کر فرمایا مال فے کے مستحقین کو بیان فرماتے ہوئے اس آیت نے تمام مسلمانوں کو اس مال فے کا مستحق کردیا ہے سب اس کے مستحق ہیں اگر میں زندہ رہا تو تم دیکھو گے کہ گاؤں کے چرواہے کو بھی اس کا حصہ دوں گا جس کی پیشانی پر اس مال کے حاصل کرنے کے لئے پسینہ تک نہ آیا ہو۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ

کیا آپ نے ان منافقین (یعنی عبداللہ بن ابی وغیرہ) کی حالت نہیں دیکھی کہ اپنے (ہم مذہب) بھائیوں سے کہ کفار اہل کتاب ہیں (یعنی بنی نضیر سے) کہتے ہیں

الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ

کہ واللہ اگر تم نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل جاوینگے اور تمہارے معاملہ میں ہم کسی کا کبھی کہنا نہ مانیں گے اور اگر

قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝١ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُ

تم سے کسی کی لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں واللہ اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ

جُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْ

(منافقین) ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر (بفرض محال) ان کی مدد بھی کی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے

بَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ۝٢ لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ

پھر ان کی کوئی مدد نہ ہوگی بیشک تم لوگوں کا خوف ان (منافقین) کے دلوں میں اللہ سے بھی زیادہ ہے (اور) یہ (انکا تم سے

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝٣ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُحَصَّنَةٍ

ڈرنا خدا سے نہ ڈرنا) اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ سمجھتے نہیں ہیں یہ لوگ (تو) سب ملکر بھی تم سے نہ لڑیں گے مگر حفاظت والی بستیوں

أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ذَٰلِكَ

میں یا دیوار (قلعہ وشہر پناہ) کی آڑ میں ان کی لڑائی آپس (ہی) میں بڑی تیز ہے اے مخاطب تو انکو (ظاہر میں) متفق خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے قلوب غیر

بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۝٤ كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ

متفق ہیں یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو (دین کی) عقل نہیں رکھتے ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے ہیں جو (دنیا میں)

أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝٥ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ

اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے ہیں اور آخرت میں بھی ان کے دردناک عذاب ہونے والا ہے شیطان کی سی مثال ہے کہ (اول تو) انسان سے کہتا ہے کہ تو کافر ہوجا پھر جب وہ کافر ہوجاتا ہے تو

فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعٰلَمِينَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا

اس وقت صاف کہدیتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں سو آخری انجام دونوں کا یہ ہوا کہ

أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا ۚ وَذٰلِكَ جَزَٰؤُا الظّٰلِمِينَ ۝

دونوں دوزخ میں گئے جہاں ہمیشہ رہیں گے (ایک گمراہ کرنے کی وجہ سے دوسرا ہونے کی وجہ سے) اور ظالموں کی یہی سزا ہے

منافقین کی سیہ کاریاں

عبداللہ بن اُبی اور اسی جیسے منافقین کی چالبازی اور عیاری کا ذکر ہو رہا ہے کہ انھوں نے بنو نضیر کے یہودیوں کو تھپک کر جھوٹا دلاسا دلا کر غلط وعدہ کر کے مسلمانوں سے بھڑا دیا۔ ان سے وعدہ کیا کہ ہم تمہارے ساتھی ہیں لڑنے میں تمہاری مدد کریں گے اور تم ہار گئے اور مدینہ سے دلیس نکالا ملا تو ہم بھی تمہارے ساتھ اس شہر کو چھوڑ دیں گے، لیکن یہ وقت وعدہ ہی ایفا کرنے کی نیت نہ تھی اور یہ بھی کہ ان میں اتنا حوصلہ بھی نہیں کہ ایسا کر سکیں نہ لڑائی میں ان کی مدد کر سکیں نہ بُرے وقت ان کا ساتھ دیں اگر بدنامی کے خیال سے میدان میں آ بھی جائیں تو یہاں آتے ہی تیر و تلوار کی صورت دیکھتے ہی رُو نگٹے کھڑے ہو جائیں اور نامردی کے ساتھ بھاگتے ہی بن پڑے، پھر مستقل طور پر پیشینگوئی فرماتا ہے کہ ان کی تمہارے مقابلہ میں امداد نہ کی جائیگی، یہ خدا سے بھی اتنا نہیں ڈرتے جتنا تم سے خوف کھاتے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ بھی ہے إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً یعنی ان کا ایک فریق لوگوں سے اتنا ڈرتا ہے جتنا اللہ سے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ بات یہ ہے کہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں عہ، ان کی نامردی اور بزدلی کی یہ حالت ہے کہ یہ میدان کی لڑائی کبھی لڑ نہیں سکتے ہاں اگر مضبوط اور محفوظ قلعوں میں بیٹھے ہوئے ہوں یا مورچوں کی آڑ میں چھپ کر کچھ کارروائی کرنے کا موقع ہو تو خیر بہ سبب ضرورت کے کر گزریں گے لیکن میدان میں آکر بہادری کے جوہر دکھانا یہ ان کا کام نہیں، یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں جیسا کہ دوسرے موقع پر ارشاد ہے وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ بعض کو بعض سے لڑائی کا مزہ چکھاتا ہے تم انہیں مجتمع اور متفق و متحد سمجھ رہے ہو لیکن یہ دراصل متفرق و مختلف ہیں ایک کا دل دوسرے سے نہیں ملتا، منافق اپنی جگہ اور اہل کتاب اپنی جگہ ایک دوسرے کے دشمن ہیں، وجہ یہ ہے کہ بے عقل لوگ ہیں، پھر فرمایا ان کی مثال ان سے کچھ ہی پہلے کے کافروں جیسی ہے جنھوں نے یہاں بھی اپنے کئے کا بدلہ بھگتا اور وہاں کا بھگتان ابھی باقی ہے اس سے مُراد یا تو کفارِ قریش ہیں کہ بدر والے دن ان کی کمر ٹوٹ گئی اور سخت نقصان اٹھا کر کشتوں کے پشتے چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے، یا بنو قینقاع کے یہود ہیں کہ وہ بھی شرارت پر اُتر آئے خدا نے اُن پر اپنے نبیؐ کو غالب کیا اور آپ نے انھیں مدینہ سے خارج البلد کرادیا یہ دونوں واقعے ابھی ابھی کے ہیں اور تمہاری عبرت کا صحیح سبق ہیں لیکن اس وقت کہ کوئی عبرت حاصل کرنے والا انجام کو سوچنے والا ہو بھی، زیادہ مناسب مقام بنو قینقاع کے یہود کا واقعہ ہی ہے واللہ اعلم،

منافقین کے وعدوں پر ان یہودیوں کا شرارت پر آمادہ ہونا اور ان کے بھرّے میں آکر معاہدہ توڑ ڈالنا پھر ان منافقین کا انھیں موقع پر کام نہ آنا لڑائی کے وقت مدد پہنچانا نہ جلا وطنی میں ساتھ دینا ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو شیطان بھی اسی طرح انسان کو کفر پر آمادہ کرتا ہے اور جب یہ کفر کر چکتا ہے تو خود بھی اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور اپنا اللہ والا ہونا ظاہر کرنے لگتا ہے، اسی مثال کا ایک واقعہ بھی سن لیجئے، بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا، ساٹھ سال اسے عبادتِ خدا میں گذر چکے تھے شیطان نے اسے ورغلانا چاہا لیکن وہ قابو میں نہ آیا اس نے ایک عورت پر اپنا اثر ڈالا اور یہ ظاہر کیا کہ گویا اُسے جنات ستا رہے ہیں اِدھر اس عورت کے بھائیوں کو یہ وسوسہ ڈالا کہ اس کا علاج اسی عابد سے ہو سکتا ہے یہ اس عورت کو اس عابد کے پاس لائے اس نے علاج معالجہ یعنی دم کرنا وغیرہ شروع کیا اور یہ عورت یہیں

عہ اور یہ کچھ مسلمانوں کی حمایت میں نہیں تھا۔ کہ اس طرح وہ یہود کو مسلمانوں سے لڑا دیں اور ان کی امداد نہ کر کے میدان جنگ میں تنہا شکست کھانے کے لئے مسلمانوں کے مقابلہ میں چھوڑ دیں اس لئے کہ منافقین کو اپنے نفاق کی وجہ سے نہ مسلمانوں سے دلچسپی تھی اور نہ کسی اور سے آیات میں بس نفاق کی اسی مذموم خصلت کو بتانا ہے۔ عہ اور یہ کبھی ہی کو بنا پر جس سے ڈرنا چاہیئے اس سے ڈرتے نہیں اور جن سے نہ ڈرنا چاہیئے ان سے ڈرتے ہیں۔

رہنے لگی، ایک دن عابد اس کے پاس ہی تھا جو شیطان نے اس کے خیالات خراب کرنے شروع کئے۔ یہاں تک کہ وہ زنا کر بیٹھا اور وہ عورت حاملہ ہوگئی۔ اب رُسوائی کے خوف سے شیطان نے چھٹکارے کی یہ صورت بتلائی کہ اس عورت کو مار ڈال ورنہ راز کھل جائیگا چنانچہ اس نے اُسے قتل کر ڈالا اُدھر اس نے جاکر عورت کے بھائیوں کو شک دلوایا وہ دوڑے ہوئے آئے۔ شیطان راہب کے پاس آیا اور کہا وہ لوگ آرہے ہیں اب عزت بھی جائیگی اور جان بھی جائیگی اگر مجھے خوش کرلے اور میرا کہا مان لے تو عزت اور جان دونوں بچ سکتی ہیں اس نے کہا جس طرح تو کہے میں تیار ہوں شیطان نے کہا مجھے سجدہ کر عابد نے اسے سجدہ کر لیا۔ یہ کہنے لگا تُف ہے تجھ پر کم بخت۔ میں اب تجھ سے بیزار ہوں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب العالمین ہے (ابن جریر) ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ ایک عورت بکریاں چرایا کرتی تھی اور ایک راہب کی خانقاہ کے نیچے رات گذارا کرتی تھی اس کے چار بھائی تھے ایک دن شیطان نے راہب کو گُدگدایا اور اس سے زنا کر بیٹھا اسے حمل رہ گیا شیطان نے راہب کے دل میں ڈالی کہ اب بڑی رسوائی ہوگی اس سے بہتر یہ ہے کہ اسے مار ڈال اور کہیں دفن کر دے تیرے تقدس کو دیکھتے ہوئے تیری طرف تو کسی کا خیال بھی نہ جائیگا اور اگر بالفرض پھر بھی کچھ پوچھ گچھ ہو تو انکار کر دینا۔ بھلا کون ہے جو تیری بات کو غلط جانے؟ اس کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی، ایک روز رات کے وقت موقعہ پاکر اس عورت کو جان سے مار ڈالا اور کسی اُجڑی جگہ زمین میں دبا آیا اب شیطان اس کے چاروں بھائیوں کے پاس پہنچا اور ہر ایک کے خواب میں اسے سارا واقعہ کہہ سنایا اور اس کے دفن کی جگہ بھی بتا دی، صبح جب یہ جاگے تو ایک نے کہا آج کی رات تو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے ہمت نہیں پڑتی کہ آپ سے بیان کر دوں دوسروں نے کہا نہیں کہو تو سہی چنانچہ اس نے اپنا پورا خواب بیان کیا کہ اس طرح فلاں عابد نے اس سے بدکاری کی پھر جب حمل ٹھیر گیا تو اسے قتل کر دیا اور فلاں جگہ اس کی لاش دبا آیا ہے۔ ان تینوں میں سے ہر ایک نے کہا مجھے بھی یہی خواب آیا ہے اب تو انھیں یقین ہوگیا کہ سچا خواب ہے چنانچہ انھوں نے جاکر حکومت کو اطلاع دی اور بادشاہ کے حکم سے اُس راہب کو اس خانقاہ سے ساتھ لیا اور اس جگہ پہنچکر زمین کھود کر اس کی لاش برآمد کی، کامل ثبوت کے بعد اب اسے شاہی دربار میں لے چلے اس وقت شیطان اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب میرے کئے کام ہیں اب بھی اگر تو مجھے راضی کر لے تو جان بچا دوں گا اس نے کہا جو تو کہے، کہا مجھے سجدہ کر لے اس نے یہ بھی کر دیا پس پورا بے ایمان بنا کر شیطان کہتا ہے میں تو تجھ سے بری ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے جو تمام جہانوں کا رب ہے ڈرتا ہوں، چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا اور پادری صاحب کو قتل کر دیا گیا، مشہور ہے کہ اس پادری کا نام برصیصا تھا۔ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعود طاؤس مقاتل بن حیان وغیرہ سے یہ قصہ مختلف الفاظ سے کمی بیشی کے ساتھ منقول ہے واللہ اعلم۔ اس کے بالکل برعکس جُریجؒ عابد کا قصہ ہے کہ ایک بدکار عورت نے ان پر تہمت لگادی کہ اس نے میرے ساتھ زنا کیا ہے اور یہ بچہ جو مجھے ہوا ہے وہ اسی کا ہے چنانچہ لوگوں نے حضرت جُریجؒ کے عبادت خانے کو گھیر لیا اور نہایت بے ادبی سے زدوکوب کرتے ہوئے گالیاں دیتے ہوئے باہر لے آئے اور عبادت خانے کو ڈھا دیا یہ بیچارے گھبراتے ہوئے ہر چند پوچھتے ہیں کہ آخر واقعہ کیا ہے؟ لیکن مجمع آپے سے باہر ہے آخر کسی نے کہا کہ دشمن خدا اولیاء اللہ کے لباس میں یہ شیطانی حرکت؟ اس عورت سے تو نے بدکاری کی حضرت جُریجؒ نے فرمایا اچھا ٹھیرو صبر کرو اس بچے کو لاؤ چنانچہ وہ دُودھ پیتا چھوٹا سا بچہ لایا گیا حضرت جُریجؒ نے اپنی عزت کی بقا کی خدا سے دعا کی پھر اس بچے سے پوچھا اے بچے بتلا تیرا باپ کون ہے؟ اس بچے کو خدا نے اپنے ولی کی عزت بچانے کے لئے اپنی قدرت سے گویائی کی قوت عطا فرما دی اور اس نے صاف فصیح زبان میں اونچی آواز سے کہا میرا باپ ایک چرواہا ہے یہ سُنتے ہی بنی اسرائیل کے ہوش جاتے رہے یہ اس بزرگ کے سامنے معذرت کرنے لگے معافی مانگنے لگے۔ انہوں نے کہا بس اب مجھے چھوڑ دو، لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کی عبادت گاہ سونے کی بنا دیتے ہیں آپ نے فرمایا بس اُسے جیسی وہ تھی ویسے ہی رہنے دو[ع] پھر فرماتا ہے کہ آخر انجام کفر کے کرنے اور حکم دینے والے کا یہی ہوا کہ دونوں

ع اور یہ سب واقعات، صحت ان کی بہرحال مشکوک ہے تاہم واقعات کی اصل روح یعنی شیطان کا انسان سے بُرے کام کرانا اور پھر جدا ہو جانا اور خدا تعالیٰ کا نیک کام کرانا اور مصائب سے اپنے بندوں کا نکالنا ایک حقیقت ہے۔ م۔

ہمیشہ کے لئے جہنم واصل ہوئے، ہر ظالم اپنے ظلم کی سزا پا ہی لیتا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے کیا ذخیرہ بھیجا ہے

إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ○ وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ نَسُوا۟ ٱللَّهَ فَأَنسَىٰهُمْ أَنفُسَهُمْ ۚ

اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کو تمہاری سب خبر ہے اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے اللہ کے احکام سے بے پروائی کی سو اللہ نے خود

أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ○ لَا يَسْتَوِىٓ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ وَأَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ ۚ أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ ○

ان کی جان کو ان کو بے پروا بنا دیا یہی لوگ نافرمان ہیں اہل نار اور اہل جنت باہم برابر نہیں جو اہل جنت ہیں وہ کامیاب لوگ ہیں

محاسبہ اعمال

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم دن چڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ کچھ لوگ آئے جو ننگے بدن اور کھلے پیر تھے صرف چادروں یا عباؤں سے بدن چھپائے ہوئے تلواریں گردنوں میں حمائل کئے ہوئے تھے اکثر بلکہ کل کے کل قبیلۂ مضر میں سے تھے ان کی اس فقر و فاقہ کی حالت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی رنگت کو متغیر کر دیا تھا آپؐ گھر میں گئے پھر باہر آئے پھر حضرت بلالؓ کو اذان کہنے کا حکم دیا۔ اذان ہوئی پھر اقامت ہوئی آپ نے نماز پڑھائی۔ علیہ پھر خطبہ شروع کیا اور آیت يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم الآیۃ پڑھی پھر سورۂ حشر کی آیت وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ الخ پڑھی اور لوگوں کو خیرات دینے کی رغبت دلائی جس پر لوگوں نے صدقہ دینا شروع کیا بہت سے درہم دینار کپڑے لتے گیہوں کھجوریں وغیرہ آگئیں آپ برابر تقریر کئے جاتے تھے یہاں تک کہ فرمایا اگر آدھی کھجور بھی دے سکتے ہو تو لے آؤ۔ ایک انصاری ایک تھیلی نقدی کی بھری ہوئی بہت وزنی جسے بمشکل اٹھا سکتے تھے لے آئے پھر تو لوگوں نے تابڑ توڑ جو پایا لانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ہر چیز کے ڈھیر لگ گئے اور حضورؐ کا اداس چہرہ اب کھل گیا۔ اور مثل سونے کے چمکنے لگا۔ اور آپ نے فرمایا جو بھی کسی اسلامی کار خیر کو شروع کرے اسے اپنا بھی اور اس کے بعد جو بھی اس کام کو کریں سب کا بدلہ ملتا ہے لیکن بعد والوں کے اجر گھٹ کر نہیں علہ اسی طرح جو اسلام میں کسی برے اور خلاف شرع طریقے کو جاری کرے اس پر اس کا اپنا گناہ بھی ہوتا ہے اور پھر جتنے لوگ اس پر کاربند ہوں سب کو جتنا گناہ ملے گا اتنا ہی اسے بھی ملتا ہے مگر ان کے گناہ گھٹتے نہیں (مسلم) آیت میں پہلے حکم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی صورت پیدا کرو یعنی اس کے احکام بجا لا کر اور اس کی نافرمانیوں سے بچ کر، پھر فرمان ہے کہ وقت سے پہلے اپنا حساب آپ لیا کرو دیکھتے رہو کہ قیامت کے دن جب خدا کے سامنے پیش ہو گے تب کام آنے والے نیک اعمال کا کتنا کچھ ذخیرہ تمہارے پاس ہے پھر تاکیداً ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ تمہارے اعمال و احوال سے اللہ تعالیٰ پورا باخبر ہے، نہ کوئی چھوٹا کام اس سے پوشیدہ ہے نہ بڑا نہ چھپا نہ کھلا۔ پھر فرمان ہے کہ اللہ کے ذکر کو نہ بھولو ورنہ وہ تمہیں نیک اعمال جو آخرت میں نفع دینے والے ہیں بھلا دیگا اس لئے کہ ہر عمل کا بدلہ اسی کے جنس کا ہوتا ہے اسی لئے فرمایا کہ یہی لوگ فاسق ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانے والے اور قیامت کے دن نقصان پانے والے اور ہلاکت میں پڑنے والے یہی لوگ ہیں، جیسے

علہ حدیث میں اس کی تصریح نہیں کہ یہ نماز کون سی تھی بہر حال یہ کوئی وقتی نماز ہو گی کیونکہ کسی دوسری نماز کے لئے باقاعدہ اذان و اقامت اور جماعت مشروع نہیں۔ علہ یعنی بعد والوں کو بھی اتنا ہی اجر ملیگا جتنا کہ ابتداء کرنے والوں کو ملا تھا حدیث کے آخری حصہ میں گناہ کے متعلق اور اس کے عذاب سے متعلق ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے۔

اور جگہ ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ مسلمانو! تمہیں تمہارے مال و اولاد یادِ خدا سے غافل نہ کر دیں جو ایسا کریں وہ سخت زیاں کار ہیں۔ طبرانی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک خطبہ کا مختصر سا حصہ یہ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے؟ کہ صبح و شام تم اپنے مقررہ وقت کی طرف بڑھ رہے ہو؟ پس تمہیں چاہیے کہ اپنی زندگی کے اوقات اللہ عزوجل کی فرمانبرداری میں گزارو اور اس مقصد کو بجز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے صرف اپنی طاقت و قوت سے کوئی حاصل نہیں کر سکتا، جن لوگوں نے اپنی عمر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے سوا اور کاموں میں کھپائی ان جیسے تم نہ ہونا، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان جیسا ہونے سے منع فرمایا ہے وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ خیال کرو کہ تمہاری جان پہچان کے تمہارے بھائی آج کہاں ہیں؟ انھوں نے اپنے گذشتہ ایام میں جو اعمال کئے تھے ان کا بدلہ لینے یا ان کی سزا بھگتنے کے لئے وہ دربار خدا میں جا پہنچے، یا تو انھوں نے سعادت اور خوش نصیبی پائی یا نامرادی اور شقاوت حاصل کر لی۔ کہاں ہیں؟ وہ سرکش لوگ جنھوں نے بارونق شہر بسائے اور ان کے مضبوط قلعے کھڑے کئے، آج وہ قبروں کے گڑھوں میں پتھروں تلے دبے پڑے ہیں، یہ ہے کتاب اللہ قرآن کریم تم اس نور سے روشنی حاصل کرو جو تمہیں قیامت کے دن کی اندھیریوں میں کام آ سکے اس کی خوبیٔ بیان سے عبرت حاصل کرو اور بن سنور جاؤ دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ؕ وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ۝ یعنی وہ نیک کاموں میں سبقت کرتے تھے اور بڑے لالچ اور سخت خوف کے ساتھ ہم سے دعائیں کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے جھکے جاتے تھے، سنو وہ بات بھلائی سے خالی ہے جس سے خدا کی رضامندی مقصود نہ ہو، وہ مال خیر و برکت والا نہیں جو خدا کی راہ میں خرچ نہ کیا جاتا ہو، وہ شخص نیک بختی سے دور ہے جس کی جہالت بردباری پر غالب ہو اسی طرح وہ شخص بھی نیکی سے خالی ہاتھ ہے جو اللہ کے احکام کی تعمیل میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف کھائے۔ اس کی اسناد بہت عمدہ ہیں اور اس کے راوی ثقہ ہیں، گو اس کے ایک راوی نعیم بن نمحہ ثقاہت یا عدم ثقاہت سے معروف نہیں، لیکن امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فیصلہ کافی ہے کہ جریر بن عثمان کے تمام استاد ثقہ ہیں اور یہ بھی آپ ہی کے اساتذہ میں سے ہیں اور اس خطبہ کے اور شواہد بھی ہیں، واللہ اعلم۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جہنمی اور جنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک یکساں نہیں، جیسے فرمان ہے اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ یعنی کیا بدکاروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انھیں باایمان نیک کار لوگوں کے مثل کر دیں گے ان کا جینا اور مرنا یکساں ہے ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور برا ہے۔ اور جگہ ہے وَ مَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ الخ اندھا اور دیکھتا ایماندار صالح اور بدکار برابر نہیں، تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کر رہے ہو اور فرمان ہے اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ کیا ہم ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے والوں کو فسادیوں جیسا کر دیں گے یا پرہیزگاروں کو مثل فاجروں کے کر دیں گے الخ؟ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ نیکو کار لوگوں کا اکرام ہوگا اور بدکار لوگوں کی رسوائی ہوگی یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ جنتی لوگ کامیاب اور فلاح و نجات یافتہ ہیں۔ اللہ عزوجل کے عذاب سے یہ بال بال بچ جائیں گے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ

(اور اہل نار ناکام ہیں) اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو (اے مخاطب) تو اسکو دیکھتا کہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا

ع یعنی موت سے قریب ہو رہا ہو۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا

اور ان مضامین عجیبہ کو ہم لوگوں کے (نفع کے) لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں ۔ وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود بننے

هُوَ ۖ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۖ هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ﴿٢٢﴾ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ

کے لائق نہیں وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا وہی بڑا مہربان رحم والا ہے ۔ وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا

إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ

کوئی اور معبود نہیں وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے سالم ہے امن دینے والا ہے نگہبانی کرنے والا ہے زبردست ہے خرابی کا درست

الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٢٣﴾ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ

کردینے والا ہے بڑی عظمت والا ہے اللہ تعالیٰ (جسکی شان یہ ہے) لوگوں کے شرک سے پاک ہے وہ معبود برحق ہے پیدا کرنے والا ہے ٹھیک ٹھیک بنانیوالا ہے یعنی ہر چیز کو حکمت کے

لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۚ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٤﴾

صورت بنانے والا ہے اس کے اچھے اچھے نام ہیں سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے

قرآن عظیم

قرآن کریم کی عظمت بیان ہو رہی ہے کہ فی الواقع یہ پاک کتاب اس قدر بلند مرتبہ ہے کہ دل اس کے سامنے جھک جائیں رونگٹے کھڑے ہو جائیں کلیجے کپکپا جائیں ، اس کے سچے وعدے اور اس کی حقانی ڈانٹ ڈپٹ ہر ہر سننے والے کو تھرا دے ۔ اور دربار خدا میں سربسجود کر دے ، اگر یہ قرآن جناب باری کسی سخت بلند اور اونچے پہاڑ پر بھی نازل فرماتا اور اُسے غور و فکر اور فہم و فراست کی حس بھی دیتا تو وہ بھی اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتا پھر انسانوں کے دلوں پر جو نسبتاً بہت نرم اور چھوٹے ہیں جنہیں پوری سمجھ بوجھ ہے اس کا بہت بڑا اثر پڑنا چاہیے ۔ ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے ان کے غور و فکر کے لئے اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ، مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو بھی ڈر اور عاجزی چاہیے ۔ حدیث میں ہے کہ منبر تیار ہونے سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے تنے پر ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب منبر بن گیا بچھ گیا اور حضورؐ اس پر خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور وہ تنہ دور ہو گیا تو اس میں سے رونے کی آواز آنے لگی اور اس طرح سسکیاں لے لے کر وہ رونے لگا جیسے کوئی بچہ بلک بلک کر رو تا ہو اور اسے چپ کرایا جا رہا ہو کیونکہ اُسے اس ذکر و وحی کے سننے سے کچھ دوری ہو گئی تھی امام حسن بصریؒ اس حدیث کو بیان کر کے فرماتے تھے کہ لوگو ایک کھجور کا تنہ اس قدر اللہ کے رسول کا شائق ہو تو تمہیں چاہیئے کہ اس سے بہت زیادہ شوق تم رکھو ، اسی طرح کی یہ آیت ہے کہ جب ایک پہاڑ کا یہ حال ہو تو تمہیں چاہیئے کہ تم تو اس حالت میں اس سے آگے رہو اور جگہ فرمانِ خدا ہے وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ الخ یعنی اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس کے باعث پہاڑ چلا دیئے جائیں یا زمین کاٹ دی جائے یا مُردے بول پڑیں (تو اس کے قابل یہی قرآن تھا) (مگر پھر بھی ان کفار کو ایمان نصیب نہ ہوتا) دوسری جگہ فرمانِ عالی شان ہے وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ الخ یعنی بعض پتھر ایسے ہیں جن میں سے نہریں بہ نکلتی ہیں بعض وہ ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور اُن میں سے پانی نکلتا ہے بعض خدا کے خوف سے گر پڑتے ہیں ۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ تو کوئی پالنے اور پرورش کرنے والا ہے نہ اس کے سوا کسی کی ایسی ذات ہو کہ اس کی کسی قسم کی عبادت کوئی کرے ، اس کے سوا جن جن کی لوگ پرستش اور پوجا کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں ، وہ تمام

ع حالانکہ پہاڑ کی بے حسی مشہور ہے تاہم اگر بقدر ضرورت اس کو فہم عطا کر کے پھر اس پر قرآن عظیم نازل ہوتا تو جلالت قرآن کو اس کے پرخچے اڑ جاتے ۱۲

کائنات کا علم رکھنے والا ہے، جو چیزیں ہم پر ظاہر ہیں اور جو چیزیں ہم سے پوشیدہ ہیں سب اس پر عیاں ہے خواہ بڑی ہوں یہاں تک کہ اندھیریوں کے ذرے بھی اس پر ظاہر ہیں، وہ اتنی بڑی وسیع رحمت والا ہے کہ اس کی رحمت تمام مخلوق پر شامل ہے، وہ دنیا اور آخرت میں رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ہے ہماری تفسیر کے شروع میں ان دونوں ناموں کی پوری تفسیر گذر چکی ہے قرآن کریم میں ایک جگہ ہے وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ میری رحمت نے تمام چیزوں کو گھیر لیا ہے ایک اور موقع پر فرمان ہے كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحم و رحمت لکھ لی ہے اور فرمان ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے ساتھ ہی خوش ہونا چاہیئے تمہاری جمع کردہ چیز سے بہتر یہی ہے اس مالک رب معبود کے سوا اور کوئی اوصاف والا نہیں۔ تمام چیزوں کا تنہا وہی مالک و مختار ہے ہر چیز پر قبضہ اور تصرف کرنے والا بھی وہی ہے کوئی نہیں جو اس کی مزاحمت یا مدافعت کر سکے یا اسے ممانعت کر سکے، وہ قدوس ہے یعنی ظاہر ہے مبارک ہے، ذاتی اور صفاتی نقصانات سے پاک ہے تمام بلند مرتبہ فرشتے اور سب کی سب اعلیٰ مخلوق اس کی تسبیح و تقدیس میں علی الدوام مشغول ہے کل عیبوں اور نقصانوں سے مبرا اور منزہ ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اپنے افعال میں بھی اس کی ذات ہر طرح کے نقصان سے پاک ہے، وہ مؤمن ہے یعنی تمام مخلوق کو اس نے اس بات سے بے خوف رکھا ہے کہ ان پر کسی طرح کا کسی وقت اپنی طرف سے ظلم ہو، اس نے یہ فرما کر کہ وہ حق ہے سب کو امن دے رکھا ہے اپنے ایماندار بندوں کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے، وہ مہیمن ہے یعنی اپنی تمام مخلوق کے کل اعمال کا ہر وقت یکساں طور پر شاہد ہے اور نگہبان ہے جیسے فرمان ہے وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے اور فرمان ہے ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ۝ اللہ تعالیٰ ان کے تمام افعال پر گواہ ہے اور جگہ فرمایا اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ الخ مطلب یہ ہے کہ ہر نفس جو کچھ کر رہا ہے اسے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، وہ عزیز ہے ہر چیز اس کے تابع فرمان ہے۔ کل مخلوق پر وہ غالب ہے پس اس کی عزت، عظمت جبروت، کبریائی کی وجہ سے اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ جبار اور متکبر ہے، جبریت اور تکبر صرف اسی کی شایانِ شان ہے صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عظمت میرا تہبند ہے اور کبریائی میری چادر ہے[عـ۱] جو مجھ سے ان دونوں میں سے کسی کو چھیننا چاہے گا میں اسے عذاب دوں گا، اپنی مخلوق کو جس چیز پر چاہے وہ رکھ سکتا ہے کل کاموں کی اصلاح اسی کے ہاتھ ہے، وہ ہر برائی سے نفرت اور دوری رکھنے والا ہے جو لوگ اپنی کم سمجھی کی وجہ سے دوسروں کو اس کا شریک ٹھیرا رہے ہیں وہ ان سب سے بیزار ہے، اس کی خدائی شرکت سے مبرا ہے اللہ تعالیٰ خالق ہے یعنی مقدر کرنے والا، پھر باری ہے یعنی اسے جاری اور ظاہر کرنے والا، کوئی ایسا نہیں کہ جو تقدیر اور تنفیذ دونوں پر قادر ہو، جو چاہے اندازہ مقرر کرے اور پھر اسی کے مطابق اسے چلائے بھی کبھی بھی اس میں فرق نہ آنے دے، بہت سے ترتیب دینے والے اور اندازہ کرتے والے ہیں جو پھر اسے جاری کرنے اور اسی کے مطابق برابر جاری رکھنے پر قادر نہیں، تقدیر کے ساتھ ایجاد اور تنفیذ پر بھی قدرت رکھنے والی اللہ ہی کی ذات ہے پس خَالِقٌ سے مراد تقدیر اور بَرء سے مراد تنفیذ ہے، عرب میں یہ الفاظ ان معنوں میں برابر بطور مثال کے بھی مروج ہیں، اسی کی شان ہے کہ جس چیز کو جب جس طرح کرنا چاہے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا وہ اسی طرح اسی صورت میں ہو جاتی ہے جیسے فرمان ہے فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ جس صورت میں اس نے چاہا تجھے ترکیب دی، اسی لئے یہاں فرماتا ہے وہ مصور ہے یعنی جس کی ایجاد جس طرح کی چاہتا ہے کر گذرتا ہے۔ پیارے پیارے اور بزرگتر ناموں والا وہی ہے، سورۂ اعراف میں اس جملہ کی تفسیر گذر چکی ہے، نیز وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے جو بخاری مسلم میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ [illegible] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے یعنی ایک کم ایک سو نام ہیں جو انہیں شمار کرلے یا د[illegible] جنت میں داخل ہو گا وہ وتر ہے یعنی واحد ہے اور اکائی کو دوست[عـ۲] رکھتا ہے

عـ۱ اور جس طرح چادر اور تہبند کسی کے جسم سے متصل ہوتے ہیں ایسے ہی یہ صفات بس مجھ ہی سے متصل اور متعلق ہونی چاہئیں۔

عـ۲ اور اسی وجہ سے نام بھی پورے سو نہیں بلکہ عدد طاق ان میں اختیار فرمایا۔

ترمذی میں ان ناموں کی صراحت بھی آئی ہے جو نام یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں صرف معبود برحق وہی ہے اور وہ ہے رحمٰن، رحیم، ملک، قدوس، سلام، مومن، مہیمن، عزیز، جبار، متکبر، خالق، باری، مصور، غفار، وہاب، رزاق، قہار، فتاح، علیم، قابض، باسط، خافض، رافع، معز، مذل، سمیع، بصیر، حکم، عدل، لطیف، خبیر، حلیم، عظیم، غفور، شکور، علی، کبیر، حفیظ، مقیت، حسیب، جلیل، کریم، رقیب، مجیب، واسع، حکیم، ودود، مجید، باعث، شہید، حق، وکیل، قوی، متین، ولی، حمید، محصی، مبدی، معید، محی، ممیت، حی، قیوم، واجد، ماجد، واحد، صمد، قادر، مقتدر، مقدم، موخر، اول، آخر، ظاہر، باطن، والی، متعالی، بر، تواب، منتقم، عفو، رؤف، مالک الملک، ذوالجلال والاکرام، مقسط، جامع، غنی، مغنی، معطی، مانع، ضار، نافع، نور، ہادی، بدیع، باقی، وارث، رشید، صبور، ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے اور اس میں کچھ تقدیم تاخیر کمی زیادتی بھی ہے الغرض ان تمام حدیثوں وغیرہ کا بیان پوری طرح تفسیر سورۂ اعراف میں گذر چکا ہے اس لئے یہاں صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے باقی سب کو دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ آسمان و زمین کی کل چیزیں اس کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔ جیسے دوسری جگہ فرمان ہے تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمینیں اور ان میں جو مخلوق ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تسبیح حمد کے ساتھ بیان نہ کرتی ہو۔ لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے بے شک وہ بردبار اور بخشش کرنے والا ہے، وہ عزیز ہے اس کی حکمت والی سرکار اپنے احکام اور تقدیر کے معاملہ میں ایسی نہیں کہ کسی طرح کی کمی نکالی جائے یا کوئی اعتراض قائم کیا جا سکے، مسند احمد کی حدیث میں ہے جو شخص صبح کو تین مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھکر سورہ حشر کے آخر کی (ان) تین آیتوں کو پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر ہزار فرشتے مقرر کرتا ہے جو شام تک اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور اگر اسی دن اس کا انتقال ہو جائے تو شہادت کا مرتبہ پاتا ہے اور جو شخص ان کی تلاوت شام کے وقت کرے وہ بھی اسی حکم میں ہے، ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے غریب بتلاتے ہیں، الحمدللہ سورۂ حشر کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ ممتحنہ مدنیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ

اے ایمان والو تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار

بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ

کرنے لگو حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں رسول کو اور تم کو اس بناء پر کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر

أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ۚ

ایمان لے آئے شہر بدر کر چکے ہیں اگر تم میرے رستہ پر جہاد کرنے کی غرض سے اور میری رضامندی ڈھونڈنے کی غرض کر (اپنے گھروں سے) نکلے ہو

تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ

تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو حالانکہ مجکو سب چیزوں کا خوب علم ہے تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور (آگے اس پر وعید ہے کہ)

فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿١﴾ إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ

جو شخص تم میں سے ایسا کریگا وہ راہ راست سے بھٹکے گا اگر ان کو تم پر دسترس ہو جاوے تو (فوراً) اظہار عداوت کرنے لگیں اور وہ اظہار عداوت یہ کہ تم پر

أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ﴿٢﴾ لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ

برائی کے ساتھ دست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں (یہ دنیوی اضرار ہے) اور دینی اضرار یہ کہ) وہ اس بات کے متمنی ہیں کہ تم کافر (ہی) ہو جاؤ تمہارے رشتہ دار اور اولاد

وَلَا أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٣﴾

قیامت کے دن تمہارے کام نہ آدیں گے خدا تمہارے درمیان فیصلہ کریگا اور اللہ تمہارے سب اعمال کو خوب دیکھتا ہے

کفار سے ترک تعلق

حضرت حاطب بن ابو بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس سورت کی شروع کی آیتیں نازل ہوئی ہیں، واقعہ یہ ہوا کہ حضرت حاطبؓ مہاجرین میں سے تھے بدر کی لڑائی میں بھی آپ نے مسلمانوں کے لشکر میں شرکت کی تھی ان کے بال بچے اور مال دولت مکہ ہی میں تھا اور خود قریش میں سے نہ تھے صرف حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلیف تھے اس وجہ سے مکہ میں انھیں امن حاصل تھا اب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ شریف میں تھے یہاں تک کہ جب اہل مکہ نے عہد توڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حملہ کرنا چاہا تو آپ کی خواہش یہ تھی کو ان پر اچانک حملہ فرمائیں تاکہ خونریزی نہ ہونے پائے اور مکہ شریف پر قبضہ ہو جائے اسی لئے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی کہ باری تعالیٰ ہماری تیاری کی خبریں ہمارے پہنچنے تک اہل مکہ کو نہ پہنچیں ادھر آپ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا۔ حضرت حاطبؓ نے اس موقع پر ایک خط اہل مکہ کے نام لکھا اور ایک قریشیہ عورت کے ہاتھ اسے چلتا کیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارادے اور مسلمانوں کی لشکر کشی کی خبر درج تھی آپ کا ارادہ اس سے صرف یہ تھا کہ میرا کوئی احسان قریش پر رہ جائے جس کے باعث میرے بال بچے اور مال دولت محفوظ رہیں چونکہ حضور کی دعا قبول ہو چکی تھی ناممکن تھا کہ قریشیوں کو کسی ذریعہ سے بھی اس ارادے کا علم ہو جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو اس پوشیدہ راز سے مطلع فرما دیا اور آپ نے اس عورت کے پیچھے اپنے سوار بھیجے راستے میں اسے روکا گیا اور خط اس سے حاصل کر لیا گیا، یہ مفصل واقعہ صحیح حدیثوں میں پوری طرح آچکا ہے مسند احمد میں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہاں سے فوراً کوچ کرو روضۂ خاخ میں جب تم پہنچو گے تو تمہیں ایک سانڈنی سوار عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہے تم اسے قبضہ میں کرو اور یہاں لے آؤ ہم دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر بہت تیز رفتاری سے روانہ ہو گئے روضہ خاخ میں جب پہنچے

تو فی الواقع ہمیں ایک سانڈنی سوار عورت دکھائی دی ہم نے اس سے کہا کہ جو خط تیرے پاس ہے وہ ہمارے حوالے کر اُس نے صاف انکار کر دیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہم نے کہا تو غلط کہتی ہے تیرے پاس خط یقیناً ہے اگر تو نہ دیگی تو ہم جامہ تلاشی کر کے جبراً وہ خط تجھ سے چھینیں گے اب تو وہ عورت سٹ پٹائی اور آخر اُس نے اپنی چٹیا کھول کر اس میں سے وہ پرچہ نکال کر ہمارے حوالے کیا ہم اسی وقت وہاں سے واپس روانہ ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسے پیش کر دیا، پڑھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت حاطبؓ نے اسے لکھا ہے اور یہاں کے حالات کی اطلاع دی ہے بلکہ حضورؐ کے ارادوں سے کفار مکہ کو آگاہ کیا ہے، آپ نے کہا حاطب یہ کیا حرکت ہے؟ حضرت حاطبؓ نے فرمایا یا رسول اللہ جلدی نہ کیجئے میری بھی سن لیجئے، میں قریشیوں میں ملا ہوا تھا خود قریشیوں میں سے نہ تھا پھر آپ پر ایمان لا کر آپ کے ساتھ ہجرت کی جتنے اور مہاجرین ہیں ان سب کے قرابت دار مکہ میں موجود ہیں جو ان کے بال بچے وغیرہ مکہ میں رہ گئے ہیں وہ ان کی حمایت کرتے ہیں لیکن میرا کوئی رشتہ دار نہیں جو میرے بچوں کی حفاظت کرے اس لئے میں نے چاہا کہ قریشیوں کے ساتھ کوئی سلوک و احسان کر دوں جس سے میرے بچوں کی حفاظت وہ کریں اور جس طرح اوروں کے نسب کی وجہ سے ان کا تعلق ہے میرے احسان کی وجہ سے میرا تعلق ہو جائے۔ یا رسول اللہ میں نے کوئی کفر نہیں کیا نہ اپنے دین سے مرتد ہوا ہوں نہ اسلام کے بعد کفر سے راضی ہوا ہوں بس اس خط کی وجہ صرف اپنے بچوں کی حفاظت کا حیلہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو تم سے جو واقعہ حاطب بیان کرتے ہیں وہ بالکل حرف بہ حرف سچا ہے کہ اپنے نفع کی خاطر ایک غلطی کر بیٹھے ہیں نہ کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانا یا کفار کی مدد کرنا ان کے پیش نظر ہو، حضرت فاروق اعظمؓ اس موقعہ پر موجود تھے اور یہ واقعات آپ کے سامنے ہوئے آپ کو بہت غصہ آیا اور فرمانے لگے یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اُڑا دوں آپ نے فرمایا تمہیں کیا معلوم نہیں کہ یہ بدری صحابی ہیں اور بدر والوں کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا جو چاہو عمل کرو میں نے تمہیں بخشدیا[ع]، یہ روایت اور بھی بہت سی حدیث کی کتابوں میں ہے، صحیح بخاری شریف کتاب المغازی میں اتنا اور بھی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری اور کتاب التفسیر میں ہے کہ حضرت عمروؓ نے فرمایا اسی بارے میں آیت یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ اتری لیکن راوی کو شک ہے کہ آیت کے اُترنے کا بیان حضرت عمروؓ کا ہے یا حدیث میں ہے، امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت سفیانؒ سے پوچھا گیا کہ یہ آیت اسی میں اُتری ہے؟ تو سفیان نے فرمایا یہ لوگوں کی بات میں ہے میں نے اسے عمروؓ سے حفظ کیا ہے اور ایک حرف بھی نہیں چھوڑا اور میرا خیال ہے کہ میرے سوا کسی اور نے اسے حفظ بھی نہیں رکھا، بخاری مسلم کی ایک روایت میں حضرت مقدادؓ کے نام کے بعد حضرت ابو مرثدؓ کا نام ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ حضور نے یہ بھی بتلا دیا تھا کہ اس عورت کے پاس حضرت حاطبؓ کا خط ہے اس عورت کی سواری کو بٹھا کر اس کے انکار پر ہر چند ٹٹولتے ہیں لیکن کوئی پرچہ ہاتھ نہیں لگتا آخر جب ہم عاجز آ گئے اور کہیں سے پرچہ نہ ملا تو ہم نے اس عورت سے کہا کہ . . . . . . اس میں تو مطلق شک نہیں کہ تیرے پاس پرچہ ہے گو ہمیں نہیں ملتا لیکن تیرے پاس ہے ضرور، یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات غلط ہو اب اگر تو نہیں دیتی تو ہم تیرے کپڑے اتار کر ٹٹولیں گے، جب اس نے دیکھ لیا کہ انھیں پختہ یقین ہے اور یہ بے لے نہ ٹلیں گے تو اُس نے اپنا سر کھول کر اپنے بالوں میں سے پرچہ نکال کر ہمیں دیدیا ہم اُسے لیکر واپس خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، حضرت عمرؓ نے یہ واقعہ دیکھ سنکر فرمایا اس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کی خیانت کی مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے، حضور نے حضرت حاطبؓ سے دریافت کیا اور انھوں نے جو جواب دیا جو اوپر گذر چکا۔ آپ نے سب سے فرما دیا کہ انھیں کچھ نہ کہو اور حضرت عمرؓ سے بھی وہ فرمایا جو پہلے بیان ہوا کہ بدری صحابہ میں سے ہیں

[ع] یہ مطلب نہیں کہ کفر و شرک یا نفاق زنا و بدکاری کرو میں نے بہرحال تم کو معاف کر دیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے غیر محدود علم کی بناء پر خوب جانتے تھے کہ بدر میں شریک ہونے والے اب کسی جرم کا انشاء اللہ ارتکاب نہ کریں گے گویا کہ من جانب اللہ یہ ارشاد ایک طرح کی پیشین گوئی تھی حضرات بدرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں کہ وہ سیئات معاصی سے قطعاً محفوظ رہیں گے۔

جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت واجب کردی ہے جسے سنکر حضرت عمرؓ رو دیئے اور فرمانے لگے اللہ کو اور اس کے رسول کو ہی کامل علم ہے، یہ حدیث ان الفاظ سے صحیح بخاری کتاب المغازی میں غزوۂ بدر کے ذکر میں ہے اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اپنے مکہ جانے کا ارادہ اپنے چند ہمراز صحابۂ کبارؓ کے سامنے تو ظاہر کیا تھا جن میں حضرت حاطبؓ بھی تھے باقی عام طور پر مشہور تھا کہ خیبر جارہے ہیں اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب ہم خط کو سارے سامان میں ٹٹول چکے اور نہ ملا تو حضرت ابو مرثدؓ نے کہا شاید اس کے پاس کوئی پرچہ ہے ہی نہیں اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا ناممکن ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ بول سکتے ہیں نہ ہم نے جھوٹ کہا، جب ہم نے اُسے دھمکایا تو اس نے ہم سے کہا تمہیں اللہ کا خوف نہیں؟ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ ایک روایت میں ہے کہ اس نے پرچہ اپنے جسم میں سے نکالا۔ حضرت عمرؓ کے فرمان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا یہ بدر میں موجود تو ضرور تھے لیکن عہد شکنی کی اور دشمنوں میں ہماری خبر رسانی کی اور روایت میں ہے کہ یہ عورت قبیلۂ مزینہ کی عورت تھی، بعض کہتے ہیں اس کا نام سارہ تھا اولادِ عبد المطلب کی آزاد کردہ لونڈی تھی حضرت حاطبؓ نے اسے کچھ دینا کیا تھا اور اس نے اپنے بالوں کے نیچے کاغذ کھکرا دپرسے سر گوندھ لیا تھا آپ نے اپنے گھوڑے سواروں سے فرمادیا تھا کہ اس کے پاس حاطبؓ کا دیا ہوا اس مضمون کا خط ہے آسمان سے اس کی خبر حضور کے پاس آئی تھی بنوابو احمد کے حلیفہ میں یہ عورت پکڑی گئی تھی، اس عورت نے ان سے کہا تھا کہ تم منہ پھیر لو میں نکال دیتی ہوں انہوں نے منہ پھیر لیا پھر اس نے نکال کر حوالے کیا، اس روایت میں حضرت حاطبؓ کے جواب میں یہ بھی ہے کہ خدا کی قسم میں اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں کوئی تغیر تبدل میرے ایمان میں نہیں ہوا اور اسی بارے میں اس سورت کی آیتیں حضرت ابراہیمؑ کے قصہ ختم تک اتریں، اور روایت میں ہے کہ اس عورت کو اس کی اُجرت کے دس درہم حضرت حاطبؓ نے دیئے تھے، اور حضورؐ نے اس خط کے حاصل کرنے کے لئے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو بھیجا تھا اور جحفہ میں یہ ملی تھی۔

مطلب آیتوں کا یہ ہے کہ اے مسلمانو مشرکین اور کفار کو جو خدا اور اس کے رسولؐ اور مؤمن بندوں سے لڑنے والے ہیں، جن کے دل تمہاری عداوت سے پُر ہیں تمہیں ہرگز لائق نہیں کہ اُن سے دوستی اور محبت میل ملاپ اور اپنایت رکھو تمہیں اس کے خلاف حکم دیا گیا ہے ارشاد ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ الخ اے ایماندارو یہود و نصاریٰ سے دوستی مت گانٹھو وہ آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جو بھی ان سے موالات و محبت کرے عه وہ انہی میں سے ہو گا۔ اس میں کسقدر ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے اور جگہ ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا الخ مسلمانو اُن اہل کتاب اور کفار سے دوستیاں مت کرو جو تمہارے دین کا مذاق اُڑاتے ہیں اور اُسے کھیل کود سمجھ رہے ہیں اگر تم میں ایمان ہے تو ذاتِ باری سے ڈرو، اور جگہ ارشاد ہے مسلمانو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستیاں نہ کرو کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا کھلا الزام ثابت کرلو، عسه اور جگہ فرمایا مسلمانوں کو چاہیے کہ مسلمانوں کے علاوہ کافروں سے دوستی نہ کریں جو ایسا کرے وہ خدا کی طرف سے کسی چیز میں نہیں عله ہاں بطور دفع الوقتی اور بچاؤ کے ہو تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آپ سے ڈرا رہا ہے اسی بنا پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطبؓ کا عذر قبول فرمالیا کہ اپنے مال و اولاد کے تحفظ کے خاطر یہ کام اُن سے ہو گیا تھا، مسند احمد میں ہے کہ ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مثالیں بیان فرمائیں ایک اور تین اور پانچ اور سات اور نو اور گیارہ اور پھر ان میں سے یہ تفصیل صرف ایک ہی بیان کی باقی سب چھوڑ دیں، فرمایا ایک ضعیف مسکین قوم تھی جس پر زور آور

عه آیت میں عنوانِ خطاب خاص طور پر پیشِ نظر رہے "اے ایمان والو" ارشاد فرما کر مخاطب کیا اور ظاہر ہے کہ اس میں حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے گویا کہ من جانب اللہ ان کے ایمان کی اطلاع تھی۔ عله دل سے موالات کرے، اور ظاہر ہے کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ قلبیاً کفار کے ہرگز حامی نہیں تھے۔ عسه یعنی اپنی اس حرکت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کو خود سے ناراض کرلو۔

عله یعنی بحیثیت مومن اس کا شمار نہ ہوگا۔

ظالم قوم چڑھائی کر کے آگئی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کمزوروں کی مدد کی اور انہیں اپنے دشمن پر غالب کر دیا۔ غالب آکر ان میں رعونت سما گئی اور انھوں نے ان پر مظالم شروع کر دیئے۔ جس پر اللہ تعالیٰ اُن سے ہمیشہ کے لئے ناراض ہو گیا۔ پھر مسلمانوں کو ہوشیار کرتا ہے کہ تم ان دشمنانِ دین سے کیوں موّدت و محبت رکھتے ہو؟ حالانکہ یہ تم سے بدسلوکی کرنے میں کسی موقعہ پر کمی نہیں کرتے کیا یہ تازہ واقعہ بھی تمہارے ذہن سے اتر گیا کہ انھوں نے تمہیں بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جبراً وطن سے نکال باہر کیا اور اس کی کوئی وجہ بھی بجز اس کے کہ تمہاری توحید اور فرمانبرداریِ رسول ان پر گراں گزرتی تھی جیسے اور جگہ ہے وَ مَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ۝ یعنی مومنوں سے صرف اس بنا پر مخاصمت اور دشمنی ہے کہ وہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان رکھتے ہیں، اور جگہ ہے یہ لوگ محض اس وجہ سے ناحق جلاوطن کئے گئے کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر فرماتا ہے اگر واقعۃً تم میری راہ کے جہاد کو نکلے ہو اور میری رضامندی کے طالب ہو تو ہرگز ان کفار سے جو تمہارے اور میرے دشمن ہیں میرے دین کو اور تمہارے جان و مال کو نقصان پہنچا رہے ہیں، دوستیاں نہ پیدا کرو، بھلا کس قدر غلطی ہے کہ تم ان سے پوشیدہ طور پر دوستانہ رکھو؟ کیا یہ پوشیدگی خدا سے بھی پوشیدہ رہ سکتی ہے؟ جو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے، دلوں کے بھید اور نفس کے وسوسے بھی جس کے سامنے کھلے ہوتے ہیں بس سن لو جو بھی ان کفار سے موالات و محبت رکھے وہ سیدھی راہ سے بھٹک جائیگا۔ تم نہیں دیکھ رہے ؟ کہ ان کافروں کا اگر بس چلے اگر انھیں کوئی موقعہ مل جائے تو نہ اپنے ہاتھ پاؤں سے تمہیں نقصان پہنچانے میں دریغ کریں گے نہ بُرا کہنے سے اپنی زبانیں روکیں گے جو ان کے امکان میں ہو گا وہ کر گذریں گے بلکہ تمام تر کوشش اس امر پر صرف کر دیں گے کہ تمہیں بھی اپنی طرح کافر بنا لیں، پس جب کہ ان کی اندرونی اور بیرونی دشمنی کا حال تمہیں بخوبی معلوم ہے پھر کیا اندھیر ہے ؟ کہ تم اپنے دشمنوں کو دوست سمجھ رہے ہو اور اپنی راہ میں آپ کانٹے بو رہے ہو، غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کو کافروں پر اعتماد کرنے اور ان سے ایسے گہرے تعلقات رکھنے اور دلی میل رکھنے سے روکا جا رہا ہے۔ اور وہ باتیں یاد دلائی جا رہی ہیں جو ان سے علیحدگی پر آمادہ کر دیں۔ تمہاری قرابتیں اور رشتہ داریاں تمہیں اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی اگر تم خدا کو ناراض کر کے انہیں خوش کرو اور چاہو کہ تمہیں نفع ہو یا نقصان ہٹ جائے یہ بالکل خام خیالی ہے، نہ خدا کی طرف کے نقصان کو کوئی ٹال سکے نہ اس کے دیئے ہوئے نفع کو کوئی روک سکے، اپنے والوں سے ان کے کفر پر جس نے موافقت کی وہ برباد ہوا، گو رشتہ دار کیسا ہی ہو کچھ نفع نہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا جہنم میں۔ جب وہ جانے لگا تو آپ نے اُسے بلایا اور فرمایا سُن میرا باپ اور تیرا باپ دونوں ہی جہنمی ہیں، یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں اور سنن ابوداؤد میں بھی ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا

تمہارے لئے ابراہیم میں اور ان لوگوں میں جو کہ (ایمان و اطاعت میں) ان کے شریک حال تھے ایک عمدہ نمونہ ہے جب کہ ان سب نے اپنی قوم کو کہدیا کہ ہم تم کو

مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ٘ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ

اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ظاہر

وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ

ہو گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ لیکن ابراہیم کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار

لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ

ضرور کروں گا اور تمہارے لئے (استغفار سے زیادہ) مجھکو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں اے ہمارے پروردگار ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع

الْمَصِيْرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ

کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے اے ہمارے پروردگار ہم کو کافروں کا تختۂ مشق نہ بنا اور اے پروردگار ہمارے گناہ معاف کردیجئے بیشک آپ

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ

زبردست حکمت والے ہیں بیشک ان لوگوں میں تمہارے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ کے (سامنے جانے) کا اور قیامت کے دن

وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

(کے آنے) کا اعتقاد رکھتا ہو نہ اور جو شخص (اس حکم سے) روگردانی کریگا سو (اسی کا ضرر ہوگا کیونکہ اللہ تو دو تو) بالکل بے نیاز اور سزاوار حمد ہے۔

حضرت ابراہیم کی عزیمت

اللہ تبارک و تعالےٰ اپنے مؤمن بندوں کو کفار سے موالات اور دوستی نہ کرنے کی ہدایت فرما کر ان کے سامنے اپنے خلیلؑ اور ان کے اصحابؓ کا نمونہ پیش کر رہا ہے کہ انھوں نے اپنے رشتے کنبے اور قوم کے لوگوں سے برملا فرما دیا کہ ہم تم سے اور جنھیں تم پوجتے ہو ان سے بیزار بری الذمہ اور الگ تھلگ ہیں، ہم تمہارے دین اور طریقے سے متنفر ہیں، جب تک تم اسی طریقے اور اسی مذہب پر ہو تم ہمیں اپنا دشمن سمجھو، ناممکن ہے کہ برادری کی وجہ سے ہم تمہارے اس کفر کے باوجود تم سے بھائی چارہ اور دوستانہ تعلقات رکھیں، ہاں یہ اور بات ہے کہ خدا تمہیں ہدایت دے اور تم اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ایمان لے آؤ اس کی توحید کی مان لو اور اسی ایک کی عبادت شروع کردو اور جن جن کو تم نے خدا کا شریک اور ساتھی ٹھیرا رکھا ہے اور جن جن کی پوجا پاٹ میں مشغول ہو ان سب کو ترک کردو اپنی اس روش کفر اور طریق شرک سے ہٹ جاؤ تو پھر بیشک ہمارے بھائی ہو ہمارے عزیز ہو ورنہ ہم میں تم میں کوئی اتحاد و اتفاق نہیں ہم تم سے اور تم ہم سے علیحدہ ہو، ہاں یہ یاد رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے جو استغفار کا وعدہ کیا تھا اور پھر اسے پورا کیا اس میں ان کی اقتدا نہیں اس لئے کہ یہ استغفار اس وقت تک رہا جس وقت تک کہ اپنے والد کا دشمن خدا ہونا اُن پر وضاحت کے ساتھ ظاہر نہ ہوا تھا جب انھیں یقینی طور پر اس کی خدا سے دشمنی کھل گئی تو اس سے صاف بیزاری ظاہر کردی، بعض مؤمن اپنے مشرک ماں باپ کے لئے دعا و استغفار کرتے تھے اور سند میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لئے دعاء مانگنا پیش کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فرمان مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ پوری دو آیتوں تک نازل فرمایا اور یہاں بھی اسوۂ ابراہیمی سے اس کا استثناء کرلیا کہ اس بات میں ان کی پیروی تمہارے لئے ممنوع ہے اور حضرت ابراہیمؑ کے اس استغفار کی تفصیل بھی کردی اور اس کا خاص سبب اور خاص وقت بھی بیان فرما دیا، حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؒ، قتادہؒ مقاتل بن حیانؒ ضحاکؒ وغیرہ نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ قوم سے برات کرکے اب دامن خدا میں چھپتے ہیں اور جناب باری میں عاجزی اور انکساری سے عرض کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ تمام کاموں میں ہمارا بھروسہ اور اعتماد تیری ہی پاک ذات پر ہے ہم تمام اپنے کام تجھے سونپتے ہیں، تیری طرف رجوع و رغبت کرتے ہیں، دار آخرت میں بھی ہمیں تیری ہی جانب لوٹنا ہے پھر کہتے

ع۵ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دو باتیں ارشاد فرمائیں ایک کفار کی مذہبی راہ و رسم سے بیزاری جس کا اظہار "انا برآؤ منکم و مما تعبدون" سے فرمایا اور دوسرے معاملات اور معاشرے میں انقطاع تعلق جس کا اعلان "بدا بیننا و بینکم العداوۃ والبغضاء" سے کیا۔ رہا صلہ رحمی یا حقوق قرابت کا لحاظ سو وہ دوسری نصوص سے ماخوذ ہے اور ان آیات کو ان معاملات سے کوئی تعارض نہیں۔

ہیں۔ خدایا تو ہمیں کافروں کے لئے فتنہ نہ بنا۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ یہ ہم پر غالب آکر ہمیں مصیبت میں مبتلا کردیں۔ اسی طرح یہ بھی نہ ہو کہ تیری طرف سے ہم پر کوئی عتاب و عذاب نازل ہو اور وہ ان کے اور بہکنے کا سبب بنے کہ اگر یہ حق پر ہوتے تو خدا انھیں عذاب کیوں کرتا؟ اگر یہ کسی میدان میں جیت گئے تو بھی ان کے لئے یہ فتنہ کا سبب ہوگا کہ ہم اس لئے غالب آئے کہ ہم ہی حق پر ہیں، اسی طرح اگر یہ ہم پر غالب آگئے تو ایسا نہ ہو کہ ہمیں تکلیفیں پہنچا پہنچا کر تیرے دین سے برگشتہ کردیں پھر جو دعا مانگتے ہیں کہ خدایا ہمارے گناہوں کو بھی بخشدے ہماری پردہ پوشی کر۔ اور ہمیں معاف فرما، تو عزیز ہے، تیری جناب میں پناہ لینے والا نامراد نہیں پھرتا تیرے در کو کھٹکھٹانے والا خالی ہاتھ نہیں جاتا، تو اپنی شریعت کے تقرر میں اپنے اقوال و افعال میں اور قضاء و قدر کے مقدر کرنے میں حکمتوں والا ہے، تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ پھر بطور تاکید کے وہی پہلی بات دہرائی جاتی ہے کہ ان میں تمہارے لئے نیک نمونہ ہے جو بھی اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے آنے کی حقانیت پر ایمان رکھتا ہو اسے ان کی اقتدا میں آگے بڑھکر قدم رکھنا چاہیے اور جو احکام خدا سے روگردانی کرے وہ جان لے کہ خدا اس سے بے پرواہ ہے وہ سزاوار حمد و ثنا ہے، مخلوق اس خالق کی تعریف میں مشغول ہے جیسے اور جگہ ہے اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ اگر تم اور تمام روئے زمین کے لوگ کفر پر اور خدا کے نہ ماننے پر اتر آئیں تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اللہ تعالیٰ سب سے غنی سب سے بے نیاز اور سب سے بے پروا ہے اور وہ تعریف کیا گیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں غنی اُسے کہا جاتا ہے جو اپنی غنا میں کامل ہو اللہ تعالیٰ ہی کی یہ صفت ہے کہ وہ ہر طرح بے نیاز اور بالکل بے پروا ہے کسی اور کی ذات ایسی نہیں اُس کا کوئی ہمسر نہیں اُس کے مثل کوئی اور نہیں وہ پاک ہے اکیلا ہے سب پر حاکم سب پر غالب سب کا بادشاہ ہے، حمید ہے یعنی مخلوق اُسے سراہ رہی ہے، اپنے جمیع اقوال میں تمام افعال میں وہ ستائشوں اور تعریفوں والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اُس کے سوا کوئی پالنے والا نہیں، رب وہی ہے معبود وہی ہے۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ

اللہ تعالیٰ سے امید ہے (یعنی اُدھر سے وعدہ ہے) کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری عداوت ہے دوستی کردے اور اللہ کو بڑی قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ

غفور رحیم ہے اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے

مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۲

اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اور اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں

اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ

صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے ہوں (خواہ بالفعل یا بالعزم) اور تم کو تمہارے گھروں

وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ

سے نکالا ہو اور (اگر نکالا بھی نہ ہو لیکن) تمہارے نکالنے میں (نکالنے والوں کی) مدد کی ہو اور جو شخص ایسوں سے دوستی کرے گا سو وہ

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

گنہگار ہوں گے

اور یہ بھی ممکن ہے

کافروں سے محبت رکھنے کی ممانعت اور ان کی بغض و عداوت کے بیان کے بعد اب ارشاد ہوتا ہے کہ بسا ممکن ہے اللہ تعالیٰ تم میں اور ان میں مصالحت کرا دے، بغض نفرت اور فرقت کے بعد محبت مودت اور الفت پیدا کر دے، کونسی چیز ہے جس پر خدا قادر نہ ہو؟ وہ متبائن اور مختلف چیزوں کو جمع کر سکتا ہے[1]، عداوت و قساوت کے بعد دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دینا اس کے ہاتھ ہے، جیسے اور جگہ انصار پر اپنی نعمت بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ الخ تم پر جو خدا کی نعمت ہے اسے یاد کرو کہ تمہاری دلی عداوت کو اس نے الفتِ قلبی سے بدل دیا۔ اور تم ایسے ہو گئے جیسے حقیقی بھائی ہوں تم آگ کے کنارے پہنچ چکے تھے لیکن اس نے تمہیں وہاں سے بچا لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاریوں سے فرمایا کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہ پایا تھا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت دی اور تم متفرق تھے۔ میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں جمع کر دیا، قرآن کریم میں ہے هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ الخ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد سے مؤمنوں کو ساتھ کر کے اے نبی تیری مدد کی اور ایمانداروں میں آپس میں وہ محبت اور یک جہتی پیدا کر دی کہ اگر روئے زمین کی دولت خرچ کر کے تو وہ یگانگت پیدا کرنی چاہتا تو نہ کر سکتا تھا۔ یہ الفت منجانب اللہ تھی جو عزیز و حکیم ہے، ایک حدیث میں ہے دوستوں کی دوستی کے وقت بھی اس بات کو پیش نظر رکھو کہ کیا عجب اس سے کسی وقت دشمنی ہو جائے؟ اور دشمنی میں بھی حد سے تجاوز نہ کرو کیا خبر کب دوستی ہو جائے[2] عرب شاعر کہتا ہے ؎

وَقَدْ يَجْمَعُ اللّٰهُ الشَّتِيْتَيْنِ بَعْدَمَا
يَظُنَّانِ كُلَّ الظَّنِّ اَنْ لَّا تَلَاقِيَا

یعنی ایسے دو دشمنوں میں بھی جو ایک سے ایک جدا ہوں اور اس طرح کہ دل میں گرہ دے لی ہو کہ ابد الآباد تک اب کبھی نہ ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ اتحاد و اتفاق پیدا کرا دیتا ہے اور اس طرح ایک ہو جاتے ہیں کہ گویا کبھی دو نہ تھے اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے کافر جب توبہ کریں خدا قبول فرمالیگا جب وہ اس کی طرف جھکیں وہ انھیں اپنے سایۂ رحمت میں لے لیگا کوئی گناہ ہو اور کوئی گنہگار ہو ادھر وہ مالک کی طرف جھکا ادھر اس کی رحمت کی آغوش کھلی حضرت مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت ابو سفیان صخر بن حرب کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان کی صاحبزادی صاحبہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا تھا اور یہی مناکحت محبت کا سبب بن گئی لیکن یہ قول کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نکاح فتح مکہ سے بہت پہلے ہوا تھا اور حضرت ابو سفیانؓ کا اسلام بالاتفاق فتح مکہ کی رات کا ہے، بلکہ اس سے بہت اچھی توجیہ تو وہ ہے جو ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سفیان بن صخر بن حرب کو کسی باغ کے پھلوں کا عامل بنا رکھا تھا حضور کے انتقال کے بعد یہ آرہے تھے کہ راستے میں ذوالخمار مرتد مل گیا آپ نے اس سے جنگ کی اور باقاعدہ لڑے پس مرتدین سے سب سے پہلی لڑائی لڑنے والے مجاہد فی الدین آپ ہیں، حضرت ابن شہابؒ کا قول ہے کہ انہی کے بارے میں یہ آیت عَسَى اللّٰهُ الخ اتری ہے، صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابو سفیانؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضورؐ سے کہا کہ یا رسول اللہ میری تین درخواستیں ہیں اگر اجازت ہو تو عرض کروں آپ نے فرمایا کہو تو کہا اول تو

---

[1] اور پھر دوستی ہو جانے کے بعد اپنی دشمنی پر ندامت یا زمانہ دشمنی کی تلخ یاد پر عہد دوستی میں شرمندہ ہونا پڑے۔

[2] چنانچہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حریف خالد اور ابو سفیان رضی اللہ عنہما بلکہ سیکڑوں و ہزاروں وہ اعدائے اسلام لے آئے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بدترین دشمنی رکھتے تھے۔

یہ کہ مجھے اجازت دیجئے کہ جس طرح اپنے کفر کے زمانہ میں مسلمانوں سے مسلسل جنگ کرتا رہا اب اسلام کے زمانے میں کافروں سے برابر لڑائی جاری رکھوں آپ نے اسے منظور فرمایا، پھر کہا میرے لڑکے معاویہ رضؓ کو اپنا منشی بنا لیجئے آپ نے اسے بھی منظور فرمایا (اس پر جو کلام ہے وہ پہلے گذر چکا) اور میری بہترین عرب بچی اُمِ حبیبہ رضؓ کو آپ اپنی زوجیت میں قبول فرمائیں، آپ نے یہ بھی منظور فرمالیا (اس پر بھی کلام پہلے گذر چکا ہے) پھر ارشاد ہوتا ہے . . . . کہ جن کفار نے تم سے مذہبی لڑائی نہیں کی نہ تمہیں جلا وطن کیا جیسے عورتیں اور کمزور لوگ وغیرہ ان کے ساتھ سلوک و احسان اور عدل و انصاف کرنے سے اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا بلکہ وہ تو ایسے با انصاف لوگوں سے محبت رکھتا ہے، بخاری مسلم میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما کے پاس آن کی مشرکہ ماں آئیں یہ اس زمانے کا ذکر ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین مکہ کے درمیان صلحنامہ ہو چکا تھا تو حضرت اسماءؓ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مسئلہ پوچھتی ہیں کہ میری ماں آئی ہوئی ہیں اور اب تک وہ اس دین سے الگ ہیں کیا مجھے جائز ہے کہ میں ان کے ساتھ سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں جاؤ ان سے صلہ رحمی کرو۔ مسند کی اس روایت میں ہے کہ ان کا نام قتیلہ تھا یہ مکہ سے گوہ اور پنیر اور گھی بطور تحفہ کے لیکر آئی تھیں لیکن حضرت اسماء رضؓ نے اپنی مشرکہ ماں کو نہ تو اپنے گھر میں آنے دیا نہ یہ تحفہ ہدیہ قبول کیا پھر حضورؐ سے دریافت کیا اور آپ کی اجازت پر ہدیہ بھی لیا اور اپنے یہاں ٹھیرایا بھی، بزار کی حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نام بھی ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں اسلئے کہ حضرت عائشہ رضؓ کی والدہ کا نام اُم رومانؓ تھا اور وہ اسلام لا چکی تھیں اور ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائی تھیں، ہاں حضرت اسماءؓ کی والدہ اُم رومان نہ تھیں چنانچہ ان کا نام قتیلہ اوپر کی حدیث میں مذکور ہے واللہ اعلم۔ مُقْسِطِیْنَ کی تفسیر سورۂ حجرات میں گذر چکی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے، حدیث میں ہے مُقْسِطِیْنَ وہ لوگ ہیں جو عدل کے ساتھ حکم کرتے ہیں گو اہل وعیال کا معاملہ ہو یا زیر دستوں کا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عرش کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے پھر فرماتا ہے کہ خدا کی ممانعت تو ان لوگوں کی دوستی سے ہے جو تمہاری عداوت سے تمہارے مقابل نکل کھڑے ہوئے تم سے صرف تمہارے مذہب کی وجہ سے لڑے جھگڑے تمہیں تمہارے شہروں سے نکال دیا تمہارے دشمنوں کی مدد کی۔ پھر مشرکین سے اتحاد و اتفاق دوستی و یک جہتی رکھنے والوں کو دھمکاتا اور اس کا گناہ بتلاتا ہے کہ ایسا کرنے والے ظالم گنہگار ہیں اور جگہ فرمایا یہودیوں نصرانیوں سے دوستی کرنے والا ہمارے نزدیک انہی جیسا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (دارالحرب سے) ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان کر لیا کرو ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ

جانتا ہے پس اگر ان کو (اس امتحان کی رو سے) مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف واپس مت کرو (کیونکہ) نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں

وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ

اور نہ وہ کافر ان عورتوں کے لئے حلال ہیں اور ان کافروں نے جو کچھ خرچ کیا ہو وہ ان کو ادا کر دو اور تم کو ان عورتوں سے نکاح کر لینے میں کچھ گناہ نہ ہوگا جب کہ

اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔــلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَ

تم ان کے مہر ان کو دیدو۔ اور (اے مسلمانو) تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو۔ اور (اس صورت میں) جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو ان کافروں سے مانگ لو اور

يَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا ۚ ذَٰلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ ۖ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۴ وَإِنْ فَاتَكُمْ

جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ (تم سے) مانگ لیں یہ اللہ کا حکم ہے (اس کا اتباع کرو) وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ بڑا علم والا حکمت والا ہے اور اگر تمہاری بیبیوں

شَيْءٌ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَآتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِثْلَ

میں سے کوئی بی بی کافروں میں رہ جانے سو (بالکل ہی) تمہارے ہاتھ نہ آئے پھر تمہاری نوبت آئے تو جن کی بیبیاں ہاتھ سے نکل گئیں جتنا (مہر) انہوں نے (ان بیبیوں پر) خرچ کیا تھا

مَا أَنْفَقُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝۵

اس کے برابر تم ان کو دیدو اور اللہ سے کہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو

ایک حکم مومنات سے متعلق

سورۂ فتح کی تفسیر میں صلح حدیبیہ کا واقعہ مفصل بیان ہو چکا ہے اس صلح کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفارِ قریش کے درمیان جو شرائط طے ہوئی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ جو کافر مسلمان ہو کر حضورؐ کے پاس چلا جائے آپؐ اسے اہلِ مکہ کو واپس کر دیں، لیکن قرآن کریم نے ان میں سے ان عورتوں کو مخصوص کر دیا کہ جو عورت ایمان قبول کر کے آئے اور فی الواقع ہو بھی وہ سچی ایماندار تو مسلمان اسے کافروں کو واپس نہ دیں۔ حدیث شریف کی تخصیص قرآن کریم سے ہونے کی یہ ایک بہترین مثال ہے اور بعض سلف کے نزدیک یہ آیت اس حدیث کی ناسخ ہے، اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابو معیط رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مدینہ چلی آئیں، ان کے دونوں بھائی عمارہ اور ولید ان کے واپس لینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کہا سنا پس یہ آیتِ امتحان نازل ہوئی اور مومنہ عورتوں کو واپس لوٹانے سے ممانعت کر دی گئی، حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا گیا کہ حضورؐ ان عورتوں کا امتحان کس طرح لیتے تھے؟ آپؓ نے بتایا اطلاع کہ خدا کی قسم کھا کر سچ سچ کہے کہ وہ اپنے خاوند کی ناچاقی کی وجہ سے نہیں چلی آئی اور ایسے ہی صرف آب و ہوا اور زمین کی تبدیلی کرنے کے لئے بطور سیر و سیاحت نہیں آئی اور کسی دنیاوی مقصد کے لئے نہیں آئی بلکہ صرف خدا تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اسلام کی خاطر ترکِ وطن کیا ہے اس کے علاوہ اور کوئی غرض نہیں، قسم دے کر ان سوالات کا کرنا اور خوب آزما لینا یہ کام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھا اور روایت میں ہے کہ امتحان اس طرح ہوتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے معبود برحق اور لاشریک ہونے کی گواہی دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے بندے اور اس کے بھیجے ہوئے رسول ہونے کی شہادت دیں، اگر آزمائش میں کسی غرض دنیوی کا پتہ چل جاتا تو انہیں واپس لوٹا دینے کا حکم تھا، مثلاً یہ معلوم ہو جائے کہ میاں بیوی کی اختلافات کی وجہ سے یا کسی اور شخص کی محبت میں چلی آئی ہے وغیرہ۔ اس آیت کے اس جملہ سے کہ اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ باایمان عورت ہے تو اسے کافروں کی طرف مت لوٹاؤ۔ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان پر بھی یقینی طور پر مطلع ہو جانا ممکن امر ہے۔[a] پھر ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں کافروں پر اور کافر مرد مسلمان عورتوں کے لئے حلال نہیں، اس آیت نے اس رشتہ کو حرام کر دیا ورنہ اس سے پہلے مومنہ عورتوں کا نکاح کافر مردوں سے جائز تھا، جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص بن ربیع سے ہوا تھا حالانکہ یہ اس وقت کافر تھے اور بنتِ رسولؐ مسلمہ تھیں، بدر کی لڑائی میں یہ بھی کافروں کے ساتھ تھے اور جو کافر زندہ پکڑے گئے ان میں یہ بھی گرفتار ہو کر آئے تھے۔ حضرت زینبؓ نے اپنی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار ان کے فدیہ میں بھیجا تھا کہ یہ آزاد ہو کر آجائیں، اسے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی رقت طاری ہوئی، اور آپؐ نے مسلمانوں

[a] علم یہ کیسے صحیح ہے ظاہر ہے کہ صرف بیانات اور کچھ قرب و جوار کے حالات ہی سے تو اندازہ لگایا جائیگا اور اس طرح کے اندازے یقینیات تک کب پہنچتے ہیں۔ چنانچہ صاحب مدارک نے بھی اس موقع پر لکھا ہے کہ علم یہاں یعنی ظن غالب ہے " ھو الظن الغالب بظهور الامارات " جصاص نے تو بالکل صاف لکھ دیا کہ یقین تک رسائی کی کوئی صورت ہی ممکن نہیں لکھتے ہیں کہ المراد به العلم الظاهر لا علم حقيقة اليقين لان ذلك لا سبيل لنا اليه۔

سے فرمایا اگر میری بیٹی کے قیدی کو چھوڑ دینا تم پسند کرتے ہو تو اسے رہا کر دو۔ مسلمانوں نے بہ خوشی بغیر فدیہ کے انہیں چھوڑ دینا منظور کیا۔ چنانچہ حضور نے انہیں آزاد کر دیا اور فرما دیا کہ آپ کی صاحبزادی کو آپ کے پاس مدینہ میں بھیجدیں انہوں نے اسے منظور کر لیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھیج بھی دیا، یہ واقعہ ۲ سنہ ہجری کا ہے، حضرت زینبؓ نے مدینہ میں ہی اقامت فرمائی اور یونہی بیٹھی رہیں یہاں تک کہ ۸ سنہ ہجری میں ان کے خاوند حضرت ابوالعاصؓ کو اللہ تعالیٰ نے توفیق اسلام دی اور وہ مسلمان ہو گئے تو حضورؐ نے پھر اسی سابقہ نکاح پر بغیر نئے مہر کے اپنی صاحبزادی کو ان کے پاس رخصت کر دیا اور روایت میں ہے کہ دو سال بعد حضرت ابوالعاصؓ مسلمان ہو گئے تھے۔ اور حضورؐ نے اسی پہلے نکاح پر حضرت زینبؓ کو لوٹا دیا تھا یہی صحیح ہے اس لئے کہ مسلمان عورتوں کے مشرک مردوں پر حرام ہونے کے دو سال بعد یہ مسلمان ہو گئے تھے، ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے اسلام کے بعد نئے سرے سے نکاح ہوا اور نیا مہر بندھا، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت یزیدؒ نے فرمایا ہے پہلی روایت کے راوی حضرت ابن عباسؓ ہیں وہ روایت از روئے اسناد بہت اعلیٰ ہے اور دوسری روایت کے راوی حضرت عمروؒ بن شعیبؒ ہیں اور عمل اسی پر ہے لیکن یہ یاد رہے کہ عمروؒ بن شعیبؒ والی روایت کے ایک راوی حجاج بن ارطاۃ کو حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ضعیف بتلاتے ہیں، حضرت ابن عباسؓ والی حدیث کا جواب جمہور یہ دیتے ہیں کہ یہ شخصی واقعہ ہی ممکن ہے ان کی عدت ختم ہی نہ ہوئی ہو، اکثر حضرات کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں جب عورت نے عدت کے دن پورے کر لئے اور اب تک اس کا کافر خاوند مسلمان نہیں ہوا تو وہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے ہاں بعض حضرات کا مذہب یہ بھی ہے کہ عدت پوری کر لینے کے بعد عورت کو اختیار ہے اگر چاہے اپنے اس نکاح کو باقی رکھے اگر چاہے فسخ کر کے دوسرا نکاح کر لے اور اسی پر حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو محمول کرتے ہیں۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ ان مہاجر عورتوں کے کافر خاوندوں کو ان کے اخراجات جو ہوئے ہیں وہ ادا کر دو جیسے کہ مہر۔ پھر فرمان ہو کہ اب انھیں ان کے مہر دیکر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی حرج نہیں، عدت کا گذر جانا ولی کا مقرر کرنا وغیرہ جو امور نکاح میں ضروری ہیں ان شرائط کو پوری کر کے ان مہاجرہ عورتوں سے جو مسلمان نکاح کرنا چاہے کر سکتا ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ تم پر بھی اے مسلمانو! ان عورتوں کا اپنے نکاح میں باقی رکھنا حرام ہے جو کافرہ ہیں، اسی طرح کافرہ عورتوں سے نکاح کرنا بھی حرام ہے اس حکم کے نازل ہوتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دو کافر بیویوں کو فوراً طلاق دیدی جن میں سے ایک نے تو معاویہ بن سفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری نے صفوان بن امیہ سے، حضورؐ نے کافروں سے صلح کی اور ابھی تو آپ حدیبیہ کے نیچے کے حصے میں ہی تھے جو یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں سے کہہ دیا گیا کہ جو عورت مہاجرہ آئے اس کا باایمان ہونا اور خلوص نیت سے ہجرت کرنا بھی معلوم ہو جائے تو اس کے کافر خاوندوں کو ان کے دیئے ہوئے مہر واپس کر دو اسی طرح کافروں کو بھی یہ حکم سنا دیا گیا، اس حکم کی وجہ وہ عہدنامہ تھا جو ابھی ابھی مرتب ہوا تھا۔ حضرت فاروقؓ نے اپنی جن دو کافرہ بیویوں کو طلاق دی ان میں سے پہلی کا نام قریبہ تھا یہ ابوامیہ بن مغیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری کا نام ام کلثوم تھا جو عمرو بن جرول خزاعی کی لڑکی تھی حضرت عبیداللہ کی والدہ یہی تھی، اس سے ابوجہم بن حذیفہ بن غانم خزاعی نے نکاح کر لیا یہ بھی مشرک تھا، اسی طرح اس حکم کے ماتحت حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ نے اپنی کافرہ بیوی اروی بنت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کو طلاق دیدی اس سے خالد بن سعید بن عاص نے نکاح کر لیا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے تمہاری بیویوں پر جو تم نے خرچ کیا ہے اسے کافروں سے لے لو جبکہ وہ ان میں چلی جائیں اور کافروں کی عورتیں جو مسلمان ہو کر تم میں آ جائیں انہیں تم ان کا خرچ دیدو۔ صلح کے بارے میں اور عورتوں کے بارے میں خدا تعالیٰ کا فیصلہ بیان ہو چکا جو اس نے اپنی مخلوق میں کر دیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تمام مصلحتوں سے باخبر ہے اور اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا اس لئے کہ علی الاطلاق حکیم وہی ہے اس کے بعد کی آیت وَاِنْ فَاتَكُمْ الخ کا مطلب حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ جن کفار سے تمہارا عہد و پیمان صلح و صفائی نہیں اگر کوئی عورت کسی مسلمان کے گھر سے جا کر ان میں جا ملے تو ظاہر ہے کہ اس کے خاوند کا کیا ہوا خرچ نہیں دینگے تو اس کے بدلے تمہیں بھی اجازت دی جاتی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی عورت مسلمان ہو کر تم میں چلی آئے تو تم بھی اس کے خاوند کو کچھ نہ دو جب تک وہ نہ دیں حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مسلمانوں نے تو خدا کے اس حکم کی تعمیل کی اور کافروں کی جو عورتیں

مسلمان ہو کر ہجرت کر کے آئیں ان کے لئے ہوئے مہر ان کے خاوندوں کو واپس کئے لیکن مشرکوں نے اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت اتری اور مسلمانوں کو اجازت دی گئی کہ اگر تم میں سے کوئی عورت ان کے ہاں چلی گئی ہے اور انہوں نے تمہاری خرچ کی ہوئی رقم ادا نہیں کی تو جب ان میں سے کوئی عورت تمہارے ہاں آ جائے تو تم اپنا وہ خرچ نکال کر باقی اگر کچھ بچے تو دیدو ورنہ معاملہ ختم ہوا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا یہ مطلب منقول ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جو مسلمان عورت کافروں میں جا ملے اور کافر اس کے خاوند کو اس کا کیا ہوا خرچ ادا نہ کریں تو مال غنیمت میں سے آپ اس مسلمان کو بقدر اس کے خرچ کے دیدیں۔ پس فعاقبتم کے معنی یہ ہوئے کہ پھر تمہیں قریش یا کسی اور جماعت کفار سے مال غنیمت ہاتھ لگے تو ان مردوں کو جن کی عورتیں کافروں میں چلی گئی ہیں ان کا کیا ہوا خرچ ادا کر دو، یعنی مہر مثل، ان اقوال میں کوئی تضاد اور خلاف نہیں مطلب یہ ہے کہ پہلی صورت اگر ممکن ہو تو وہ سہی ورنہ مال غنیمت میں سے اُسے اُس کا حق دے دیا جائے دونوں باتوں میں اختیار ہے اور حکم میں وسعت ہے حضرت امام ابن جریرؒ اس تطبیق کو پسند فرماتے ہیں۔ فالحمد للہ۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتُ يُبَايِعۡنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشۡرِكۡنَ بِٱللَّهِ شَيۡـٔٗا وَلَا

اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے) آویں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کریں گی

يَسۡرِقۡنَ وَلَا يَزۡنِينَ وَلَا يَقۡتُلۡنَ أَوۡلَٰدَهُنَّ وَلَا يَأۡتِينَ بِبُهۡتَٰنٖ يَفۡتَرِينَهُۥ بَيۡنَ أَيۡدِيهِنَّ

اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ بہتان کی اولاد لا دیں گی جکو اپنے ہاتھوں اور پاؤں

وَأَرۡجُلِهِنَّ وَلَا يَعۡصِينَكَ فِي مَعۡرُوفٖ فَبَايِعۡهُنَّ وَٱسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ ٱللَّهَۚ

کے درمیان (نطفہ شوہر سے جنا ہوا دعویٰ کر کے) بنا لیویں اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیا کیجئے اور ان کے لئے اللہ سے

إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٞ رَّحِيمٞ ۝٦

مغفرت طلب کیا کیجئے بیشک اللہ غفور رحیم ہے

عورتوں کی بیعت

صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے جو مسلمان عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے آتی تھیں اُن کا امتحان اسی آیت سے ہوتا تھا جو عورت ان تمام باتوں کا اقرار کر لیتی اُسے حضورؐ زبانی فرما دیتے کہ میں نے تم سے بیعت کی یہ نہیں کہ آپ اُن کے ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہوں قسم خدا کی آپ نے کبھی بیعت کرتے ہوئے کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا[1] صرف زبانی فرما دیتے کہ ان باتوں پر میں نے تم سے بیعت لی، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضرت اُمیمہ بنت رقیقہؓ فرماتی ہیں کئی ایک عورتوں کے ساتھ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئی تو قرآن کی اس آیت کے مطابق آپ نے ہم سے عہد و پیمان لیا اور ہم اچھی باتوں میں حضور کی نافرمانی نہ کریں گی کے اقرار کے وقت فرمایا یہ بھی کہو کہ جہاں تک تمہاری طاقت ہے ہم نے کہا اللہ کو اور

[1] پھر کس قدر خلاف سنت ہے ان جھوٹے اور دغا باز پیروں کا معمول جو اپنی مرید عورتوں سے پردہ نہیں کرتے، بے تکلف ان سے باتیں کرتے ہیں اور ان کے جسم کو چھوتے ہیں الحمد للہ اکابر دار العلوم نے ہمیشہ عورتوں کی بیعت مسنون طریقہ پر فرمائی سیدی مولائی شیخنا شیخ الکل حضرت مولانا حسین احمد تغمدہ اللہ بغفرانہ عورتوں کی بیعت ہمیشہ مسنون طریقہ پر فرماتے اور ہرگز ہرگز کسی مرید عورت کو سامنے نہ آنے دیتے بعینہٖ یہی طرز عمل اپنے والد ماجد حضرت امام العصر سید الکل شیخ الاسلام حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا دیکھا ہے۔

اس کے رسول کو ہمارا خیال ہم سے بہت زیادہ ہے اور ان کی مہربانی بھی ہم پر خود ہماری مہربانی سے بڑھ کر ہے پھر ہم نے کہا حضور آپ ہم سے مصافحہ نہیں کرتے؟ فرمایا نہیں میں غیر عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا میرا ایک عورت سے کہہ دینا سو عورتوں کی بیعت کے لئے کافی ہے پس بیعت ہو چکی امام ترمذیؒ اس حدیث کو حسن صحیح کہتے ہیں، مسند احمد میں اتنی زیادتی اور بھی ہے کہ ہم میں سے کسی عورت کے ساتھ حضورؐ نے مصافحہ نہیں کیا۔ یہ حضرت امیمہؓ حضرت خدیجہؓ کی بہن اور حضرت فاطمہؓ کی خالہ ہوتی ہیں، مسند احمد میں ہے حضرت سلمی بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ تھیں اور دونوں قبلوں کی طرف حضورؐ کے ساتھ نماز ادا کی تھی بنو عدی بن نجار کے قبیلہ میں سے تھیں، فرماتی ہیں انصار کی عورتوں کے ساتھ خدمت نبوی میں بیعت کرنے کے لئے میں بھی آئی تھی اور اس آیت میں جن باتوں کا ذکر ہے ان کا ہم نے اقرار کیا آپ نے فرمایا کہ ایک اس بات کا بھی اقرار کرو کہ اپنے خاوندوں کی خیانت اور ان کے ساتھ دھوکہ نہ کرو گی ہم نے اس کا بھی اقرار کیا بیعت کی اور جانے لگیں پھر مجھے خیال آیا اور ایک عورت کو میں نے حضورؐ کے پاس بھیجا کہ وہ دریافت کریں کہ خیانت و دھوکہ نہ کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ اس کا مال چپکے سے کسی اور کو نہ دو، مسند کی حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ بنت قدامہؓ فرماتی ہیں میں اپنی والدہ رائطہ بنت سفیان خزاعیہ کے ساتھ حضورؐ سے بیعت کرنے والوں میں تھی۔ حضورؐ ان باتوں پر بیعت لے رہے تھے اور عورتیں اس کا اقرار کرتی تھیں میری والدہ کے حکم سے میں نے بھی اقرار کیا اور بیعت والیوں میں شامل ہوئی، صحیح بخاری شریف میں حضرت ام عطیہؓ سے منقول ہے کہ ہم نے ان باتوں پر اور اس امر پر کہ ہم کسی مُردے پر نوحہ نہ کریں گی حضورؐ سے بیعت کی اسی اثنا میں ایک عورت نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور کہا میں نوحہ کرنے سے باز رہنے پر بیعت نہیں کرتی اسلئے کہ فلاں عورت نے میرے فلاں مُردے پر نوحہ کرنے میں میری مدد کی ہے تو میں اس کا بدلہ ضرور اتاروں گی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے سن کر خاموش ہو رہے اور کچھ نہ فرمایا وہ چلی گئیں لیکن پھر تھوڑی ہی دیر میں واپس آگئیں اور بیعت کر لی، مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے اور اتنی زیادتی بھی ہے کہ اس شرط کو صرف اسی عورت نے اور حضرت ام سلیمؓ بنت ملحان نے ہی پوری کی بخاری کی اور روایت میں ہے کہ پانچ عورتوں نے اس عہد کو پورا کیا ام سلیمؓ ام علاءؓ اور ابو سبرہؓ کی بیٹی جو حضرت معاذؓ کی بیوی تھیں اور دو عورتیں اور یا ابو سبرہؓ کی بیٹی اور حضرت معاذؓ کی بیوی اور ایک عورت اور، نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید والے دن بھی عورتوں سے اس بیعت کا معاہدہ لیا کرتے تھے بخاری میں ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رمضان کی عید کی نماز میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابو بکر عمر عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ پڑھی ہے سب کے سب خطبے سے پہلے نماز پڑھتے تھے پھر نماز کے بعد خطبہ کہتے تھے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبے سے اُترے گویا وہ نقشہ میری نگاہ کے سامنے ہے کہ لوگوں کو بٹھایا جاتا تھا اور آپ ان کے درمیان سے تشریف لا رہے تھے یہاں تک کہ عورتوں کے پاس آئے آپ کے ساتھ حضرت بلالؓ تھے یہاں پہنچ کر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر آپ نے دریافت کیا کہ کیا تم اپنے اس اقرار پر ثابت قدم ہو؟ ایک عورت نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ ہاں حضور اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں کسی اور نے جواب نہیں دیا۔ راوی حدیث حضرت حسنؒ کو یہ نہیں معلوم کہ یہ جواب دینے والی کونسی عورت تھیں، پھر آپ نے فرمایا اچھا خیرات کرو اور حضرت بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلا دیا چنانچہ عورتوں نے اس میں بے نگینہ کی اور نگینہ دار انگوٹھیاں راہِ للہ ڈالیں مسند احمد کی روایت میں حضرت امیمہؓ کی بیعت کے ذکر میں آیت کے علاوہ اتنا اور بھی ہے کہ نوحہ کرنا اور جاہلیت کے زمانہ کی طرح اپنا بناؤ سنگھار غیر مردوں کو نہ دکھانا، بخاری مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں سے بھی ایک مجلس میں فرمایا کہ مجھ سے ان باتوں پر بیعت کرو جو اس آیت میں ہیں جو شخص اس بیعت کو نبھا دے اُس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو اس کے کچھ خلاف کر گزرے اور وہ مسلم حکومت سے پوشیدہ رہے[ع۱۵] اُس کا حساب اللہ سے ہے اگر چاہے بخش دے

ع۱۵ اور ظاہر ہے کہ اگر اسلامی گورنمنٹ قائم ہے اور کوئی بات جرم کی نوعیت کی پیش آئی مثلاً زنا وغیرہ تو خود حکومت اسلامی شریعت کے مطابق سزا دیگی بشرطیکہ جرم حکومت کے علم میں آ بھی گیا ہو۔ ۱۲

اور اگر چاہے عذاب کرے، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عقبۂ اولیٰ میں ہم بارہ شخصوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور انہی باتوں پر جو اس آیت میں مذکور ہیں آپ نے ہم سے بیعت لی اور فرمایا اگر تم اس پر پورے اُترے تو یقیناً تمہارے لئے جنت ہے یہ واقعہ جہاد کی فرضیت سے پہلے کا ہے، ابن جریر کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عورتوں سے کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے اس بات پر بیعت لیتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو ان بیعت کے لئے آنے والوں میں حضرت ہند بھی تھیں جو عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی اور حضرت سفیانؓ کی بیوی تھیں.

یہی تھیں جنھوں نے اپنے کفر کے زمانے میں حضورؐ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیٹ چیر دیا تھا اس وجہ سے یہ ان عورتوں میں ایسی حالت سے آئی تھیں کہ کوئی انھیں پہچان نہ سکے۔ اس نے جب فرمان سُنا تو کہنے لگی میں کچھ کہنا چاہتی ہوں لیکن اگر بولوں گی تو حضورؐ مجھے پہچان لیں گے اور اگر پہچان لیں گے تو میرے قتل کا حکم دیدیں گے میں اسی وجہ سے اس طرح آئی ہوں کہ پہچانی نہ جاؤں مگر اور عورتیں سب خاموش رہیں اور ان کی بات اپنی زبان سے کہنے سے انکار کردیا آخر ان ہی کو کہنا پڑا کہ یہ ٹھیک ہے جب شرک کی ممانعت مردوں کو ہے تو عورتوں کو کیوں نہ ہوگی؟ حضورؐ نے ان کی طرف دیکھا لیکن آپ نے کچھ نہ فرمایا پھر حضرت عمرؓ سے کہا ان سے کہہ دو کہ دوسری بات یہ ہے کہ یہ چوری نہ کریں اس پر ہندؓ نے کہا میں ابوسفیانؓ کی معمولی سی چیز کبھی کبھی لے لیا کرتی ہوں کیا خبر یہ بھی چوری میں داخل ہے یا نہیں؟ اور میرے لئے یہ حلال بھی ہے یا نہیں؟ حضرت ابوسفیانؓ بھی اس مجلس میں موجود تھے، یہ سنتے ہی کہنے لگے میرے گھر میں سے جو کچھ بھی تو نے لیا ہو خواہ وہ خرچ میں آگیا ہو یا اب بھی باقی ہو وہ سب میں تیرے لئے حلال کرتا ہوں اب تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف پہچان لیا کہ یہ میرے چچا حمزہ کی قاتلہ اور اس کے کلیجے کو چیرنے والی پھر اسے چبانے والی عورت ہند ہے، آپ انھیں پہچان کر اور ان کی یہ گفتگو سنکر اور حالت دیکھکر مسکرا دیئے اور انھیں اپنے پاس بلایا انہوں نے آکر حضورؐ کا ہاتھ تھام کر معافی مانگی۔ آپ نے فرمایا تم وہی ہند ہو؟ انہوں نے کہا گذشتہ گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیئے حضور خاموش ہو رہے اور بیعت کے سلسلے میں پھر لگ گئے۔

اور فرمایا تیسری بات یہ ہے کہ ان عورتوں میں سے کوئی بدکاری نہ کرے، اس پر حضرت ہند نے کہا کیا کوئی آزاد عورت بھی بدکاری کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے خدا کی قسم آزاد عورتیں اس بُرے کام سے ہرگز آلودہ نہیں ہوتیں۔ آپ نے پھر فرمایا چوتھی بات یہ ہے کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں۔ ہندؓ نے کہا آپ نے انہیں بدر کے دن قتل کیا ہے آپ جانیں اور وہ، آپ نے فرمایا پانچویں بات یہ ہے کہ خود اپنی ہی طرف سے جوڑ کر بے سر پیر کا کوئی خاص بہتان نہ تراش لیں، اور چھٹی بات یہ ہے کہ میری شرعی باتوں میں میری نافرمانی نہ کریں اور ساتواں عہد آپ نے ان کے یہ بھی لیا کہ وہ نوحہ نہ کریں اہل جاہلیت کسی کے مرجانے پر کپڑے پھاڑ ڈالتے تھے منھ نوچ لیتے تھے بال کٹوا دیتے تھے اور ہائے وائے کیا کرتے تھے۔ یہ اثر غریب ہے اور اس کے بعض حصے میں نکارت بھی ہے اس لئے کہ ابوسفیان اور ان کی بیوی ہند کے اسلام کے وقت انھیں حضورؐ کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ تھا بلکہ اس سے بھی آپ نے صفائی اور محبت کا اظہار کردیا تھا، واللہ اعلم، ایک اور روایت میں ہے کہ فتح مکہ والے دن بیعت والی یہ آیت نازل ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پر مردوں سے بیعت لی اور حضرت عمرؓ نے عورتوں سے بیعت لی اس میں اتنا اور بھی ہے کہ اولاد کے قتل کی ممانعت سنکر حضرت ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہم نے تو انھیں بچپن سے پال پوس کر بڑا کیا لیکن ان بڑوں کو تم نے قتل کیا اس پر حضرت عمرؓ ہنسی کی وجہ سے لوٹ لوٹ گئے، ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ جب ہند بیعت کرنے آئیں تو ان کے ہاتھ مردوں کی طرح سفید تھے۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان کا رنگ بدل لو چنانچہ وہ مہندی لگا کر حاضر ہوئیں، ان کے ہاتھ میں دو سونے کے کڑے تھے انھوں نے پوچھا کہ ان کی نسبت کیا حکم ہے؟ فرمایا جہنم کی آگ کے دو انگارے ہیں (یہ حکم اُس وقت ہے جب ان کی زکوٰۃ نہ ادا کی جائے) اس بیعت کے لینے کے وقت آپ کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا جب اولاد کے قتل کی ممانعت پر ان سے عہد لیا گیا تو ایک عورت نے کہا کہ ان کے باپ دادوں کو تو قتل کیا اور ان کی اولاد کی وصیت ہمیں ہو رہی ہے یہ شروع صورت بیعت کی تھی لیکن

ف۵ یہ سب باتیں بطور تفریح کے تھیں اس لئے نہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کوئی اظہار ناراضگی فرمایا اور نہ عورتوں ہی نے ان کے کہنے میں کوئی تامل ۱۲

پھر اس کے بعد تو آپ نے یہ دستور کر رکھا تھا کہ جب بیعت کرنے کے لئے عورتیں جمع ہو جاتیں تو آپ یہ سب باتیں ان کے سامنے پیش فرماتے وہ ان کا اقرار کرتیں اور واپس لوٹ جاتیں، پس فرمانِ خدا ہے کہ جو عورت ان امور پر بیعت کرنے کے لئے آئے تو اس سے بیعت لے لو کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، غیر لوگوں کے مال نہ چرانا، ہاں اس عورت کو جس کا خاوند اپنی طاقت کے مطابق کھانے پینے پہننے اوڑھنے کو نہ دیتا ہو تو جائز ہے کہ اپنے خاوند کے مال سے مطابقِ دستور اور بقدر اپنی حاجت کے لے۔ گو خاوند کو اس کا علم نہ ہو اس کی دلیل حضرت ہندؓ والی حدیث ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ میرے خاوند ابو سفیان بخیل ہیں وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو سکے اس لئے ان کی بے خبری میں ان کے مال میں سے لے لوں تو مجھے جائز ہے؟ آپ نے فرمایا بطریقِ معروف اس کے مال سے اتنا لیلے جو تجھے اور تیرے بال بچوں کو کفایت کرے (صحیحین) اور وہ زنا کاری نہ کریں، جیسے اور جگہ ہے وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ۝ زنا کے قریب نہ جاؤ وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے، حضرت سمرہؓ والی حدیث میں زنا کی سزا دردناک عذابِ جہنم بیان کی گئی ہے، مسند احمد میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ بنت عقبہ جب بیعت کے لئے آئیں اور اس آیت کی تلاوت ان کے سامنے کی گئی تو انھوں نے شرم سے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا آپ کو ان کی یہ حیا اچھی معلوم ہوئی حضرت عائشہؓ نے فرمایا انہی شرطوں پر سب نے بیعت کی ہے یہ سنکر انھوں نے بھی بیعت کر لی، حضورؐ کی بیعت کے طریقے اوپر بیان ہو چکے ہیں، اولاد کو قتل نہ کرنیکا حکم عام ہے پیدا شدہ اولاد کو مار ڈالنا بھی اسی ممانعت میں ہے جیسے کہ جاہلیت کے زمانے والے اس خوف سے کرتے تھے کہ انہیں کہاں سے کھلائیں گے پلائیں گے اور حمل گرا دینا بھی اسی ممانعت میں ہے خواہ اس طرح ہو کہ ایسے علاج کئے جائیں جس سے حمل ٹھیرے ہی نہیں یا ٹھیرے ہوئے حمل کو کسی طرح گرا دیا جائے۔ بری غرض وغیرہ سے[1]، بہتان نہ باندھنے کا ایک مطلب تو حضرت ابن عباسؓ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ دوسرے کی اولاد کو اپنے خاوند کی طرف منسوب کرنا[2]، ابو داؤد کی حدیث میں ہے کہ ملاعنہ کی آیت کے نازل ہونے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت کسی قوم میں اسے داخل کرے جو اس قوم کا نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی گنتی میں شمار نہیں اور جو شخص اپنی اولاد سے انکار کر جائے حالانکہ وہ اس کے سامنے موجود ہو اللہ تعالیٰ اس سے آڑ کرے گا اور تمام اگلوں پچھلوں کے سامنے اسے رسوا و ذلیل کرے گا، حضورؐ کی نافرمانی نہ کریں یعنی آپ کے احکام بجا لائیں اور آپ کے منع کئے ہوئے کاموں سے رک جایا کریں، یہ شرط یعنی معروف ہونے کی عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے لگا دی ہے حضرت میمونؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اطاعت بھی فقط معروف میں رکھی ہے اور معروف ہی طاعت ہے، حضرت ابن زیدؒ فرماتے ہیں دیکھ لو کہ بہترین خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا حکم بھی معروف میں ہی ہے، اس بیعت والے دن آنحضورؐ نے عورتوں سے نوحہ نہ کرنے کا اقرار بھی لیا تھا جیسے حضرت ام عطیہؓ کی حدیث میں پہلے گذر چکا۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس بیعت میں یہ بھی تھا کہ عورتیں غیر محرموں سے بات چیت نہ کریں اس پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا یا رسول اللہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم گھر پر موجود نہیں ہوتے اور مہمان آ جاتے ہیں آپ نے فرمایا میری مراد ان سے بات چیت کرنے کی ممانعت سے نہیں ان سے کام کی بات کرنے سے نہیں روکتا (ابن جریر) ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور نے اس بیعت کے موقع پر عورتوں کو نامحرم مردوں سے باتیں کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا بعض لوگ وہ بھی ہوتے ہیں کہ غیر عورتوں سے باتیں کرنے میں ہی مزہ لیا کرتے ہیں یہاں تک کہ مذی نکل جاتی ہے، اوپر حدیث بیان ہو چکی ہے کہ نوحہ نہ کرنے کی شرط پر ایک عورت نے کہا فلاں قبیلے کی عورتوں نے میرا ساتھ دیا ہے تو ان کے نوحے میں تمہیں بھی ان کا ساتھ دیکر بدلہ

---

[1] غور سے پڑھیں صدیوں پہلے ایک مفسر کے ان جملوں کو بھلا بتائیے۔ ضبط تولید یعنی بچے کی پیدائش روکنا اور اس طرح کی ادویہ استعمال کرنا جو استقرار حمل کو مانع ہوں اسلام میں ان کی گنجائش بھی ہے؟ [2] عربی محاورہ میں بہرحال اس ٹکڑے کا مطلب یہ ہوا کہ زنا سے پیدا شدہ بچہ کو اپنے شوہر کا بچہ بتادینا اور یا کسی دوسرے کی اولاد کو چرا کر لینا اور اپنے شوہر کی اولاد مشہور کر دینا [3] سبحان اللہ کہاں بیعت میں خصوصیت کے ساتھ اس عہد کا تذکرہ اور کہاں آج کل مسلمان لڑکیاں کہ بے حیائی و بیباکی کے تمام مظاہرے، اسکول، کالج، ملازمت، ہوٹل، دوستیاں، چھپے تعلقات دادرے اسلام تجکو بھی رسوا کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا

ضرور مارا دوں گی چنانچہ وہ گئیں بدلہ اتارا پھر آکر حضورؐ سے بیعت کی الخ حضرت ام سلیمؓ جن کا نام ان عورتوں میں ہے جنھوں نے نوحہ نہ کرنے کی بیعت کو پورا کیا یہ ملحان کی بیٹی اور حضرت انسؓ کی والدہ ہیں اور روایت میں ہے کہ جس عورت نے بدلے کے نوحہ کی اجازت مانگی تھی خود حضورؐ نے اُسے اجازت دی تھی عـــہ یہی وہ معروف ہے جس میں نافرمانی منع ہے، بیعت کرنے والی عورتوں میں سے ایک کا بیان ہے کہ معروف میں ہم حضور کی نافرمانی نہ کریں اس سے مطلب یہ ہے کہ مصیبت کے وقت منہ نہ نوچیں بال نہ منڈوائیں کپڑے نہ پھاڑیں ہائے وائے نہ کریں، ابن جریر میں حضرت ام عطیہؓ سے مروی ہے کہ جب حضور ہمارے ہاں مدینہ میں تشریف لائے تو ایکدن آپ نے حکم دیا کہ سب انصاریہ عورتیں فلاں گھر میں جمع ہوں پھر حضرت عمرؓ بن خطاب کو وہاں بھیجا آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور سلام کیا ہم نے آپ کے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں، ہم نے کہا رسول اللہ کو بھی مرحبا ہو اور آپ کے قاصد کو بھی حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں حکم کروں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ چوری اور زنا کاری سے بچنا اسی پر تم بیعت کرو ہم نے کہا ہم سب حاضر ہیں اور اقرار کرتی ہیں چنانچہ آپ نے وہیں باہر کھڑے کھڑے اپنا ہاتھ اندر کی طرف بڑھا دیا اور ہم نے اپنے ہاتھ اندر سے اندر ہی بڑھائے، پھر آپؓ نے فرمایا اے اللہ گواہ رہ، پھر ہمیں حکم ہوا کہ دونوں عیدوں میں ہم اپنی حائضہ عورتوں اور جوان کنواری لڑکیوں کو لے جایا کریں عـــہ ہم پر جمعہ فرض نہیں ہمیں جنازوں کے ساتھ نہ جانا چاہیے، حضرت اسماعیل راوی حدیث فرماتے ہیں۔ میں نے اپنی دادی صاحبہ حضرت اُم عطیہؓ سے پوچھا کہ عورتیں معروف میں حضورؐ کی نافرمانی نہ کریں اس سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا یہ کہ نوحہ نہ کریں، بخاری مسلم میں ہے کہ جو کوئی مصیبت کے وقت اپنے کلوں پر تھپڑ مارے دامن چاک کرے اور جاہلیت کے وقت کی ہائی دہائی مچائے وہ ہم میں سے نہیں اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں جو گلا پھاڑ کر ہائے وائے کرے بال نوچے یا منڈوائے اور کپڑے پھاڑے یا دامن چیرے، ابو یعلیٰ میں ہے کہ میری اُمّت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جنھیں وہ نہ چھوڑیگی۔ حسب نسب پر فخر کرنا، انسان کو اس کے نسب کا طعنہ دینا۔ ستاروں سے بارش طلب کرنا اور میتؔ پر نوحہ کرنا اور فرمایا نوحہ کرنے والی عورت اگر بے توبہ کئے مرجائے تو اُسے قیامت کے دن گندھک کا پیراہن پہنایا جائیگا اور کھجلی کی چادر اُڑھائی جائیگی۔ مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والیوں پر اور نوحہ کو کان لگا کر سننے والیوں پر لعنت فرمائی۔ ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ معروف میں نافرمانی نہ کرنے سے مراد نوحہ نہ کرنا ہے، یہ حدیث ترمذی کی کتاب التفسیر میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے حسن غریب کہتے ہیں ؏

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ

اے ایمان والو ان لوگوں سے (بھی) دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے کہ وہ آخرت (کے خیر و ثواب) سے — ع ۷ ۸ النصف

الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ؏

ایسے نا امید ہو گئے ہیں جیسے کفار جو قبروں میں (مدفون) ہیں نا امید ہیں

محروم آخرت اس سورت کی ابتدا میں جو حکم تھا وہی آخر میں بیان ہو رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار سے جن پر خدا کا غضب اور اس کی لعنت ہو چکی ہے اور خدا کی رحمت اور اس کی شفقت سے دور ہو چکے ہیں تم ان سے دوستانہ اور میل ملاپ نہ رکھو، وہ آخرت کے ثواب سے اور وہاں کی نعمتوں سے ایسے نا اُمید ہو چکے ہیں جیسے قبروں والے کافر۔ اس پچھلے جملہ کے

عـــہ یہ اجازت فقط وقتی تھی اور اُن کے ساتھ خاص جیسا کہ آپ نے ایک موقع پر ایک صحابی کو کفارہ معاف کر دیا تھا اس کو حجت بنا کر اس وقت نوحہ جائز قرار دینا ظلم ہوگا۔ عـــہ یعنی بڑی عمر کی عورتیں۔

دو معنی کئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ جیسے زندہ کافر اپنے مردہ کافروں کے دوبارہ زندہ ہونے سے مایوس ہو چکے ہیں، دوسرے یہ کہ جس طرح مُردہ کافر ہر بھلائی سے نا اُمید ہو چکے ہیں وہ مرکر آخرت کے احوال دیکھ چکے اور اب انھیں کسی قسم کی بھلائی کی توقع نہیں رہی۔

الحمد للہ سورۃ ممتحنہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سُورَۃ صف مدنیہ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ ایک دن یہ تذکرہ کر رہے تھے کہ کوئی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرے کہ خدا کو سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ مگر ابھی کوئی گیا بھی نہ تھا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد پہنچا اور ہم میں سے ایک ایک کو بلا کر حضورؐ کے پاس لے گیا جب ہم سب جمع ہو گئے تو آپ نے اس پوری سورت کی تلاوت کی (مسند احمد) (اس میں ذکر ہے کہ جہاد سب سے زیادہ محبوب عمل خدا تعالیٰ کو ہے) ابن ابی حاتم کی اس حدیث میں ہے کہ ہم حضور سے سوال کرتے ہوئے ڈرے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جس طرح حضورؐ نے پوری سورت پڑھکر سُنائی تھی اسی طرح اس روایت کے بیان کرنے والے صحابی نے تابعی کو پڑھکر سُنائی اور تابعی نے اپنے شاگرد کو اور اس نے اپنے شاگرد کو اسی طرح آخر تک اور روایت میں ہے کہ ہم نے کہا تھا اگر ہمیں ایسے عمل کی خبر ہو جائے تو ہم ضرور اس پر عامل ہو جائیں، مجھ سے میرے اُستاد شیخ مسند ابو العباس احمد بن ابو طالب حجار نے بھی اپنی سند سے یہ حدیث بیان کی ہے اور اس میں بھی مسلسل ہر استاد کا اپنے شاگرد کو یہ سورت پڑھکر سنانا مروی ہے یہاں تک کہ میرے اُستاد نے بھی اپنے استاد سے اسے سُنا ہے لیکن چونکہ وہ خود امی تھے اور اسے یاد کرنیکا انہیں وقت نہیں ملا انہوں نے مجھے پڑھکر نہیں سُنائی، لیکن الحمد للہ میرے دوسرے اُستاد حافظ کبیر ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی نے اپنی سند سے یہ حدیث مجھے پڑھاتے وقت یہ سورت بھی پوری پڑھکر سُنائی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَ

سب چیزیں اللہ ہی کی پاکی بیان کرتی ہیں (قالاً یا حالاً)، جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور

ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ① یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ

وہی زبردست حکمت والا ہے　اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے

ع۵ بہر حال مغضوب قوموں کو آخرت میں کسی فلاح کی توقع نہیں یہود اگرچہ ایک آسمانی دین ہی کے پابند تھے تاہم فکر آخرت سے غفلت کا یہ عالم تھا کہ آج ان کے محرف صحیفوں میں سب کچھ ہے لیکن آخرت کا کوئی ذکر نہیں۔ ع۵ اعمال میں خوبی اور محبوبیت کا تعلق بڑی حد تک احوال و ظروف پر ہے کسی دور میں جہاد کی ضرورت تھی تو جہاد ہی سب سے زیادہ محبوب عمل ٹھیرا اور گا ہے فی سبیل اللہ انفاق کی حاجت تھی تو وہی سب سے زیادہ پسندیدہ عمل قرار دیا گیا ایسی تمام احادیث پر نظر ڈالنے کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کو وہ عمل ہر دور میں محبوب رہتا ہے جس کی اسلام کو سب سے زیادہ ضرورت ہو کبھی بدعات کو ختم کرنا ہی محبوب عمل ہوگا اور گا ہے قادیانیت کی بیخ کنی پسندیدہ عمل ٹھیرنے لگی اور پھر کبھی انکار حدیث اور کمیونزم کے مقابلہ میں محاذ آرائی ہی سب سے زیادہ افضل عمل ہوگا۔

مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا

نہیں ہو خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں

تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ

اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو (خاص طور پر) پسند کرتا ہے جو اس کے رستہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے

صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

کہ جس میں سیسہ پلایا گیا ہے (اور وہ وقت قابل ذکر ہے)

قول وعمل کی عدم مطابقت

پہلی آیت کی تفسیر کئی بار گزر چکی ہے اب پھر اس کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ پھر ان لوگوں پر انکار ہوتا ہے جو کہیں اور نہ کریں وعدہ کریں اور وفا نہ کریں، بعض علماء سلف نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ وعدہ کو پورا کرنا واجب ہے جس سے وعدہ کیا ہے خواہ وہ تاکید کرے یا نہ کرے ان کی دلیل صحیحین کی یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقین کی تین عادتیں ہوتی ہیں جب وعدہ کرے خلاف کرے جب بات کرے جھوٹ بولے جب امانت دیا جائے خیانت کرے، دوسری صحیح حدیث میں ہے چار باتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے ایک ہو اس میں ایک خصلت نفاق کی ہے جب تک اسے نہ چھوڑے ان میں ایک عادت وعدہ خلافی کی ہے، شرح صحیح بخاری کی ابتدا میں ہم نے ان دونوں حدیثوں کی پوری شرح کر دی ہے فالحمد للہ اسی لئے یہاں بھی اس کی تاکید میں فرمایا گیا اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تم وہ کہو جو خود نہ کرو، مسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا کھیل کود کے لئے جانے لگا تو میری والدہ نے مجھے آواز دیکر کہا ادھر آ کچھ دوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ دینا بھی چاہتی ہو؟ میری والدہ نے کہا ہاں حضور کھجوریں دوں گی آپ نے فرمایا پھر تو خیر ورنہ یاد رکھو کچھ نہ دینے کا ارادہ ہوتا اور یوں کہتیں تو تم پر ایک جھوٹ لکھا جاتا اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب وعدے کے ساتھ وعدہ کئے ہوئے کی تاکید کا تعلق ہو تو اس وعدہ کو وفا کرنا واجب ہو جاتا ہے، مثلاً کسی شخص نے کسی سے کہدیا کہ تو نکاح کرلے اور اتنا اتنا ہر روز میں تجھے دیتا رہوں گا اس نے نکاح کر لیا تو جب تک نکاح باقی ہے اس شخص پر واجب ہے کہ اسے اپنے وعدے کے مطابق دیتا رہے اس لئے کہ اس میں آدمی کے حق کا تعلق ثابت ہو گیا جس پر اس سے باز پرس سختی کے ساتھ ہو سکتی ہے، جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ایفائے عہد مطلق واجب ہی نہیں[ع] ۔ اس آیت کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ جب لوگوں نے جہاد کی فرضیت کی خواہش کی اور فرض ہو گیا تو اب بعض لوگ دبکنے لگے جس پر یہ آیت اتری، جیسے اور جگہ ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ الخ یعنی کیا تو نے انھیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا تم اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز و زکوٰۃ کا خیال رکھو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں ایسے لوگ بھی نکل آئے جو لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگے جیسے خدا سے ڈرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ کہنے لگے پروردگار تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ کیوں ہمیں ایک وقت مقرر تک پیچھے نہ چھوڑا جو قریب ہی تو ہے تو کہدے کہ اسباب دنیا تو بہت ہی کم ہیں ہاں پرہیزگاروں کے لئے آخرت بہترین چیز ہے تم پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائیگا۔ تم کہیں بھی ہو تمہیں موت ڈھونڈ نکالے گی گو تم مضبوط محلوں میں ہو اور جگہ ہے وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ الخ یعنی مسلمان کہتے ہیں۔

ع اگرچہ وعدہ کا پورا کرنا مستحب افضل بلکہ بہت ضروری ہے قرآن مجید ہی نے ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا کہ تم سے ان عہدوں کے بارے میں دریافت کیا جائے گا جو تم نے کئے تھے اور پھر ان کو پورا نہیں کیا۔

کیوں کوئی سورت نہیں اتاری جاتی؟ پھر جب کوئی محکم سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر ہوتا ہے تو تُو دیکھے گا کہ بیمار دل والے تیری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے وہ دیکھتا ہے جس پر موت کی بیہوشی ہو اسی طرح کی یہ آیت بھی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض مومنوں نے جہاد کی فرضیت سے پہلے کہا کیا ہی اچھا ہوتا اللہ تعالیٰ ہمیں وہ عمل بتلاتا جو اسے سب سے زیادہ پسند ہوتا تاکہ ہم اس پر عامل ہوتے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خبر کی کہ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل میرے نزدیک ایمان ہے جو شک شبہ سے پاک ہو اور بے ایمانوں سے جہاد کرنا ہے تو بعض مسلمانوں پر یہ حکم گراں گزرا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ وہ باتیں زبان سے کیوں نکالتے ہو جنہیں کرتے نہیں، امام ابن جریرؒ اسی کو پسند فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے کہا اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ کس عمل کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے تو ہم ضرور وہ عمل بجا لاتے اس پر اللہ عزوجل نے وہ عمل بتایا کہ میری راہ میں صفیں باندھ کر مضبوطی کے ساتھ جم کر جہاد کرنے والوں کو میں بہت پسند فرماتا ہوں پھر احد والے دن ان کی آزمائش ہو گئی اور لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے جس پر یہ فرمانِ عالی شان اترا کہ کیوں وہ کہتے ہو جو کر نہیں دکھاتے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں یہ ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو کہیں ہم نے جہاد کیا اور حالانکہ جہاد نہ کیا ہو کہدیں کہ ہم زخمی ہوئے اور ہوئے نہ ہوں کہدیں کہ ہم پر مار پڑی اور پڑی نہ ہو کہہ دیں کہ ہم قید کئے گئے اور قید نہ کئے گئے ہوں، ابن زیدؒ فرماتے ہیں اس سے مراد منافق ہیں کہ مسلمانوں کی مدد کا وعدہ کرتے لیکن وقت پر پورا نہ کرتے، زید بن اسلمؒ جہاد مراد لیتے ہیں حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں ان کہنے والوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جب یہ آیت اتری اور معلوم ہوا کہ جہاد سب سے زیادہ عمدہ عمل ہے تو آپ نے عہد کر لیا کہ میں تو اب سے لیکر مرتے دم تک خدا کی راہ میں خود کو وقف کر چکا۔ چنانچہ اسی پر قائم بھی رہے یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہید ہو گئے، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصرہ کے قاریوں کو ایک مرتبہ بلوایا تو تین سو قاری ان کے پاس آئے جن میں سے ہر ایک قاریِ قرآن تھا پھر فرمایا تم اہل بصرہ کے قاری اور ان میں سے بہترین لوگ ہو سنو ہم ایک سورت پڑھتے تھے جو مسبحات کی سورتوں کے مشابہ تھی پھر خود بخود ہم اس کو بھول گئے ہاں مجھے اس میں سے اتنا یاد رہ گیا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ○ فَتُکْتَبُ شَھَادَةً فِیْ اَعْنَاقِکُمْ فَتُسْئَلُوْنَ عَنْھَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ یعنی اے ایمان والو وہ کیوں کہو جو نہ کرو پھر وہ لکھا جائے اور تمہاری گردنوں میں بطور گواہ کے لٹکا دیا جائے پھر قیامت کے دن اس کی بابت باز پرس ہو۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے محبوب وہ لوگ ہیں جو صفیں باندھکر دشمنانِ خدا کے مقابلے میں ڈٹ جاتے ہیں تاکہ خدا تعالیٰ کا بول بالا ہو اسلام کی حفاظت ہو اور دین کا غلبہ ہو مسند میں ہے تین قسم کے لوگوں کی تین حالتیں ہیں جنہیں دیکھکر اللہ تبارک و تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور ہنس دیتا ہے رات کو اٹھکر تہجد پڑھنے والے نماز کیلئے صفیں باندھنے والے میدان جنگ میں صف بندی کرنیوالے ابن ابی حاتم میں ہے حضرت مطرفؒ فرماتے ہیں مجھے بروایت حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث پہنچی تھی میری خواہش تھی کہ خود حضرت ابو ذرؓ سے مل کر یہ حدیث سُن لوں چنانچہ ایک مرتبہ جا کر آپ سے ملاقات کی اور واقعہ بیان کیا آپ نے خوشنودی کا اظہار فرما کر کہا وہ حدیث کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کہ اللہ تعالیٰ تین شخصوں کو دشمن جانتا ہے اور تین کو دوست رکھتا ہے فرمایا ہاں میں اپنے خلیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں بول سکتا فی الواقع آپ نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے، میں نے پوچھا وہ تین کون ہیں؟ جنہیں اللہ تعالیٰ محبوب جانتا ہے فرمایا ایک تو وہ جو خدا کی راہ میں جہاد کرے اور صرف خوشنودیٔ خدا کی نیت سے نکلے دشمن سے جب مقابلہ ہو تو دلیرانہ جہاد کرے تم اس کی تصدیق خود کتاب اللہ میں بھی دیکھ سکتے ہو پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور پھر پوری حدیث بیان کی، ابن ابی حاتم میں یہ حدیث اسی طرح ان ہی الفاظ میں اتنی ہی آئی ہے ہاں ترمذی اور نسائی میں پوری حدیث ہے اور ہم نے بھی اسے دوسری جگہ پوری ذکر کی ہے فالحمد للہ۔ حضرت کعب احبارؒ سے ابنِ ابی حاتم میں منقول ہے اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے آپ میرے بندے متوکل اور پسندیدہ ہیں بد خلق بد زبان بازاروں میں شور و غل کرنے والے نہیں برائی کا بدلہ برائی سے نہیں کرتے بلکہ درگزر کر کے معاف کر دیتے ہیں، جائے پیدائش آپ کی مکہ ہے جائے ہجرت طابہ ہے، ملک آپ کا شام ہے اُمت آپ کی بکثرت حمدِ خدا کرنے والی ہے ہر حال میں اور ہر منزل میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے رہتے ہیں صبح کے وقت ذکر اللہ میں ان کی پست آوازیں برابر سنائی دیتی ہیں جیسے شہد کی مکھیوں

کی بھن بھناہٹ۔ اپنے ناخن اور مونچھیں کترتے ہیں اور اپنے تہمد اپنی آدھی پنڈلیوں تک باندھتے ہیں ان کی صفیں میدانِ جہاد میں ایسی ہوتی ہیں جیسی نمازمیں، پھر حضرت کعبؓ نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا سورج کی نگہبانی کرنے والے جہاں وقتِ نماز آجائے نماز ادا کرلینے والے گو سواری پر ہوں، حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفیں نہ بندھوالیں دشمن سے لڑائی شروع نہیں کرتے تھے، پس صف بندی کی تعلیم مسلمانوں کو خدا کی دی ہوئی ہے ایک دوسرے سے ملا رہے، ثابت قدم رہے اور مقابلہ سے ہٹے نہیں ایک دوسرے سے ملا ہوا کھڑا رہے، تم نہیں دیکھتے کہ عمارت کا بنانیوالا نہیں چاہتا کہ اس کی عمارت میں کہیں اونچ نیچ ہو یا ٹیڑھی ترچھی ہو یا سوراخ رہ جائیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کے امر میں اختلاف ہو میدانِ جنگ میں اور بوقتِ نماز مسلمانوں کی صف بندی خود اس نے کی ہے پس تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو جو احکام بجالائیگا یہ اس کے لئے عصمت اور بچاؤ ہے ابو بحریہ فرماتے ہیں مسلمان گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑنا پسند نہیں کرتے تھے انہیں تو یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر پیدل صفیں بنا کر آمنے سامنے کا مقابلہ کریں، آپ فرماتے ہیں جب تم مجھے دیکھو کہ میں نے صف میں سے اِدھر اُدھر توجہ کی تو تم جو چاہو ملامت کرنا اور برا بھلا کہنا۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ

جبکہ موسیٰ ع نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم مجھکو کیوں ایذا پہنچاتے ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔

فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝۵ وَ

پھر جب (اس فہمائش پر بھی) وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور (زیادہ) ٹیڑھا کردیا اور اللہ تعالیٰ کا معمول ہے کہ وہ ایسے نافرمانوں کو ہدایت کی توفیق نہیں

اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا

اور اسی طرح وہ وقت بھی قابلِ تذکرہ ہے) جبکہ عیسیٰ ع ابن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے جو پہلے

لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ

توراۃ (آچکی) ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام (مبارک) احمد ہوگا میں ان کی بشارت

اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۶

دینے والا ہوں پھر جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ ان دلائل یعنی معجزات کی نسبت کہنے لگے یہ صریح جادو ہے

قوم سے ایک درخواست

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم میری رسالت کی سچائی جانتے ہو۔ پھر کیوں میرے درپے آزار ہو رہے ہو؟ اس میں گویا ایک طرح پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے، چنانچہ آپکو بھی جب ستایا جاتا تو فرماتے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائے ان کو اس سے زیادہ پریشان کیا گیا لیکن پھر بھی صابر رہے، اور ساتھ ہی اس میں مومنوں کو ادب سکھایا جارہا ہے کہ وہ اللہ کے نبی کو ایذا نہ پہنچائیں ایسا نہ کریں جس سے آپ کا دل میلا ہو، جیسے اور جگہ ہے لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی الخ ایمان والو تم ایسے نہ ہونا جیسے موسیٰ کو ایذا دینے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ذی عزت بندے کو ان کی افترا پردازیوں سے پاک کیا، پس جبکہ یہ لوگ باوجود علم کے اتباعِ حق سے ہٹ گئے اور ٹیڑھے چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ہدایت سے ہٹا دئیے چنانچہ وہ شک و حیرت میں پڑ گئے جیسے اور جگہ ہے وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ یعنی ہم ان کے دل اور آنکھیں الٹ دیں گے جس طرح یہ ہماری آیتوں پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم انہیں ان کی سرکشی کی حالت میں چھوڑ دیں گے جس میں سرگرداں رہیں گے اور جگہ ہے وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ الخ جو رسول کی مخالفت کرے ہدایت ظاہر ہونے کے بعد

اور مؤمنوں کے راستے کے سوا کسی کی تابعداری کرے کے ہم اسے اُسی طرف متوجہ کردیں گے جس طرف وہ متوجہ ہوا ہے اور بالآخر اُسے ہم جہنم
میں ڈال دیں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فاسقوں کی رہبری نہیں کرتا، پھر حضرت عیسیٰؑ کا خطبہ بیان ہوتا
ہے جو آپ نے بنی اسرائیل میں پڑھا تھا جس میں فرمایا تھا کہ توراۃ میں میری خوشخبری دی گئی تھی اور اب میں تمہیں اپنے بعد آنے والے
ایک رسول کی پیشین گوئی سُناتا ہوں جو نبی عربی امی مکی احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پس حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل
کے نبیوں کو ختم کرنیوالے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کل انبیا اور مرسلین کے خاتم ہیں آپ کے بعد نہ تو کوئی نبی آئے نہ رسول، نبوت و رسالت سب
آپ پر من کل الوجوہ ختم ہوگئی صحیح بخاری شریف میں ایک نہایت پاکیزہ حدیث ہے جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بہت سے نام ہیں۔
محمد، احمد، ماحی، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کفر کو مٹا دیا اور میں حاشر ہوں جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر کیا جائیگا اور میں عاقب
ہوں، یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے، ابوداؤد میں ہے کہ حضور نے ہمارے لیے اپنے بہت سے نام بیان فرمائے جو ہمیں محفوظ رہے اُن میں
سے یہ چند ہیں فرمایا میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں حاشر ہوں میں مقفی ہوں میں نبی الرحمۃ ہوں میں نبی التوبہ ہوں میں نبی الملحمہ ہوں، یہ حدیث
بھی صحیح مسلم شریف میں ہے، قرآن کریم میں ہے اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي
التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ الخ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول نبی اُمی کی جنہیں اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں توراۃ میں بھی اور انجیل میں بھی الخ اور
جگہ فرمان ہے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ الخ اللہ تعالیٰ نے جب نبیوں سے عہد لیا کہ جب کبھی میں تمہیں کتاب و حکمت دوں پھر
تمہارے پاس میرا رسول آئے جو اسے پہنچاتا ہو جو تمہارے ساتھ ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی ضرور مدد کرو گے کیا تم اس
کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد لیتے ہو؟ سب نے کہا ہمیں اقرار ہے فرمایا بس گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں حضرت
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کوئی نبی اللہ تعالیٰ نے ایسا مبعوث نہیں فرمایا جس سے یہ اقرار نہ لیا ہو کہ ان کی زندگی میں اگر حضرت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے جائیں تو وہ آپ کی تابعداری کرے بلکہ ہر نبی سے یہ وعدہ بھی لیا جاتا رہا کہ وہ اپنی اپنی امت سے بھی یہ عہد لے
لیں۔ ایک مرتبہ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ حضورؐ آپ ہمیں کچھ اپنے بارے میں بتائیے آپ نے فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کی
دعا ہوں اور حضرت عیسیٰؑ کی خوشخبری ہوں میری والدہ کا جب پاؤں بھاری ہوا عـ۶ تو خواب میں دیکھا کہ گویا ان میں سے ایک نور نکلا ہے
جس سے شام کے شہر بصریٰ کے محلات چمک اٹھے (ابن اسحاق) اس کی سند عمدہ ہے اور دوسری سندوں سے اس کے شواہد بھی ہیں، مسند
احمد میں ہے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین تھا درآنحالیکہ حضرت آدمؑ اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے میں تمہیں اس کی ابتدا سناؤں
میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا حضرت عیسیٰؑ کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں انبیاء کی والدہ کو اسی طرح کے خواب دکھتی ہیں، مسند
احمد میں اور سند سے بھی اسی کے قریب روایت ہے، مسند کی اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نجاشی بادشاہ حبشہ کے
ہاں بھیجدیا تھا ہم تقریباً اسی آدمی تھے ہم میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود حضرت جعفرؓ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ حضرت عثمانؓ بن مظعون
حضرت ابوموسیٰؓ وغیرہ بھی ساتھ تھے ہمارے یہاں پہنچنے پر قریش نے یہ خبر پاکر ہمارے پیچھے اپنی طرف سے بادشاہ کے پاس اپنے دو سفیر بھیجے عمرو
بن عاص اور عمارہ بن ولید، ان کے ساتھ دربار شاہی کے لئے تحفے بھی بھیجے جب یہ آئے تو انہوں نے بادشاہ کے سامنے سجدہ کیا پھر دائیں
بائیں گھوم کر بیٹھ گئے پھر اپنی درخواست پیش کی کہ ہمارے کنبے قبیلے کے چند لوگ ہمارے دین کو چھوڑ کر ہم سے بگڑ کر آپ کے ملک میں چلے آئے
ہیں ہماری قوم نے ہمیں اس لئے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیجئے نجاشی نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ انہوں
نے کہا یہیں اسی شہر میں ہیں حکم دیا کہ انہیں حاضر کرو چنانچہ یہ مسلمان صحابہؓ دربار میں آئے ان کے خطیب اس وقت حضرت جعفر رضی اللہ

عـ۵ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کو تو یقیناً معلوم تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کب مبعوث ہوں گے اور آپ کے دور میں کوئی بھی نبی نہ ہوگا، تاہم محض آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت
اور آپ کی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا جاتا رہا اور مزید اس میں مقصود یہ تھا کہ حضرات انبیاءؑ کی وساطت سے ان کی امتوں سے عہد لیا جائے
اور معلوم ہے کہ امم تو اب بھی بہت سے انبیاء علیہم السلام کی موجود ہیں عـ۶ یعنی جب حمل کا استقرار ہوا۔

تعالیٰ عنہ تھے باقی لوگ ان کے ماتحت تھے یہ جب آئے تو انہوں نے سلام تو کیا لیکن سجدہ نہیں کیا، درباریوں نے کہا تم بادشاہ کے سامنے سجدہ کیوں نہیں کرتے؟ جواب ملا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو سجدہ نہیں کرتے، پوچھا گیا کیوں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ہماری طرف بھیجا اور اس رسول نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کبھی اور کو سجدہ نہ کریں اور حضور نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم نمازیں پڑھتے رہیں، زکوٰۃ ادا کرتے رہیں، اب عمرو بن عاص سے نہ رہا گیا کہ ایسا نہ ہو ان باتوں کا اثر بادشاہ پر پڑے درباریوں اور خود بادشاہ کو بھڑکانے کے لئے درمیان میں بول پڑا کہ حضور ان کے اعتقاد حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں آپ لوگوں سے بالکل مخالف ہیں، اس پر بادشاہ نے پوچھا بتلاؤ تم حضرت عیسیٰ ؑ کے اور ان کی والدہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہمارا عقیدہ اس بارے میں وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں ہمیں تعلیم فرمایا ہے کہ وہ کلمۃ اللہ ہیں روح اللہ ہیں جس روح کو اللہ تعالیٰ نے کنواری مریم بتول کی طرف القا کیا جو کنواری تھیں، کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا نہ انہیں بچہ ہونے کا کوئی موقعہ تھا۔ بادشاہ نے یہ سنکر زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا اے حبشہ کے لوگو اور اے واعظو عالمو اور درویشو ان کا اور ہمارا اس بارے میں ایک ہی عقیدہ ہے، خدا کی قسم ان کے اور ہمارے عقیدے میں اس تنکے جتنا بھی فرق نہیں اے جماعت مہاجرین تمہیں مرحبا ہو اور اس رسول کو بھی مرحبا ہو جن کے پاس سے تم آئے ہو میری گواہی ہے کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں وہی ہیں جن کی پیشینگوئی ہم نے انجیل میں پڑھی ہے اور یہ وہی ہیں جن کی بشارت ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہو میری طرف سے تمہیں عام اجازت ہے جہاں چاہو رہو سہو خدا کی قسم اگر ملک کے اس جھنجھٹ سے میں آزاد ہوتا تو میں قطعاً حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ کی جوتیاں اٹھاتا آپ کی خدمت کرتا اور آپ کو وضو کراتا اتنا کہہ کر حکم دیا کہ یہ دونوں قریشی جو تحفہ لیکر آئے ہیں وہ انہیں واپس کر دیا جائے۔ ان مہاجرین کرام میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود تو جلدی ہی حضور سے آملے جنگ بدر میں بھی آپ کے شرکت کی۔ اس شاہ حبشہ کے انتقال کی خبر جب حضور کو پہنچی تو آپ نے ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگی، یہ پورا واقعہ حضرت جعفرؓ اور حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہے تفسیری موضوع سے چونکہ یہ الگ چیز ہے اس لئے ہم نے اسے یہاں مختصراً ذکر کر دیا۔ مزید تفصیل سیرت کی کتابوں میں ملاحظہ ہو۔ ہمارا مقصود یہ ہے کہ حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت اگلے انبیاء کرام علیہم السلام برابر پیشین گوئیاں کرتے رہے اور اپنی امت کو اپنی کتاب میں سے آپ کی صفتیں سناتے رہے اور آپ کی اتباع اور نصرت کا انہیں حکم کرتے رہے، ہاں آپ کے امر کی شہرت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کے بعد ہوئی جو تمام انبیاء کے باپ تھے اسی طرح مزید شہرت کا باعث حضرت عیسیٰؑ کی بشارت ہوئی، جس حدیث میں آپ نے سائل کے سوال پر اپنے امر نبوت کی نسبت دعاء خلیل اور نوید مسیح کی طرف کی ہے اس سے یہی مراد ہے ان دونوں کے ساتھ آپ کا اپنی والدہ محترمہ کے خواب کا ذکر کرنا اس لئے تھا کہ اہل مکہ میں آپ کی شروع شہرت کا باعث یہ خواب تھا، اللہ تعالیٰ آپ پر بے شمار درود و رحمت بھیجے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر شہرت اور باوجود انبیاء کی متواتر پیشینگوئیوں کے بھی جب آپ روشن دلیلیں لیکر آئے تو مخالفین نے اور کافروں نے کہا کہ یہ تو صاف صاف جادو ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤی اِلَی الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ

اور (اس) قفی) اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ ایسے

لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَ

ظالم لوگوں کو ہدایت دکی توفیق، نہیں دیا کرتا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے (پھونک مارکر) بجھا دیں حالانکہ

اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی

اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہیگا گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں (چنانچہ) وہ اللہ ایسا ہے جس نے (اس اتمام نور کے لئے) اپنے رسول کو ہدایت (کا سامان)

وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٩﴾

یعنی قرآن) اور سچا دین (یعنی اسلام) دیکر بھیجا ہے تاکہ اس (دین) کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کردے (کیونکہ اتمام ہے) گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں

یہ کیسا ظلم ارشاد ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا باندھے اور اس کے شریک مقرر کرے اس سے بڑھکر کوئی ظالم نہیں اگر یہ شخص بے خبر ہوتا جب بھی ایک بات تھی یہاں تو یہ حالت ہے کہ اس کی توحید اور اخلاص کی طرف بلایا جارہا ہے، بھلا ایسے ظالموں کی قسمت میں ہدایت کہاں؟ ان کفار کی تمنا تو یہ ہے کہ حق کو باطل سے رد کر دیں، ان کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی سورج کو پھونک سے بے نور کرنا چاہے اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ خدا کا دین ان کفار سے رد ہو جائے، اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے گا کافر برا مانیں تو مانتے رہیں، اس کے بعد اپنے رسول اور اپنے دین کی حقانیت کو واضح فرمایا، ان دونوں آیتوں کی پوری تفسیر سورۂ برأت میں گزر چکی ہے۔ فالحمد للہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿١﴾ تُؤْمِنُوْنَ

اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے (وہ یہ کہ) تم لوگ اللہ پر

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ

اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ

تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو (جب ایسا کرو گے تو) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تم کو (جنت کے) ایسے باغوں میں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

داخل کریگا جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی اور عمدہ مکانوں میں (داخل کریگا) جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں (بنے) ہونگے۔ یہ بڑی کامیابی ہے اور (اس ثمرہ

الْعَظِيْمُ ﴿٣﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤﴾

اخرویہ کے علاوہ) ایک اور (ثمرۂ دنیویہ) بھی ہے کہ تم اس کو بھی خاص طور پر پسند کرتے ہو (یعنی) اللہ کی طرف سے مدد اور جلدی فتحیابی اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مومنین کو بشارت

ایک نہایت کارآمد سودا حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث پہلے گذر چکی ہے کہ صحابہؓ نے حضور سے یہ پوچھنا چاہا کہ سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ کو کونسا ہے؟ اس پر اللہ عزوجل نے یہ سورت نازل فرمائی جس میں فرما رہا ہے کہ آؤ میں تمہیں ایک سراسر نفع والی تجارت بتلاؤں جس میں نقصان کا کوئی امکان ہی نہیں جس سے مقصود حاصل اور ڈر زائل ہو جائیگا وہ یہ ہے کہ تم اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت پر ایمان لاؤ اپنا جان مال اس کی راہ میں قربان کرنے پر تل جاؤ، جان لو کہ یہ دنیا کی تجارت اور اس کے لئے کد و کاوش کرنے سے بہت ہی بہتر ہے اگر اس میری بتلائی ہوئی تجارت کے تم تاجر بن گئے تو تمہاری ہر لغزش ہر گناہ سے میں درگذر کرلوں گا اور جنتوں کے پاکیزہ محلات میں بلند و بالا درجوں میں تمہیں پہنچاؤں گا تمہارے بالاخانوں اور ان ہمیشگی والے باغات کے درختوں تلے سے شفاف نہریں پوری روانی سے جاری ہوں گی یقین مان لو کہ زبردست کامیابی اور اعلیٰ مقصد یہی ہے اچھا اس سے بھی زیادہ سنو تم جو ہمیشہ دشمنوں کے مقابلہ پر میری مدد طلب کرتے رہتے ہو اور اپنی فتح چاہتے ہو تو میرا وعدہ ہے کہ یہ بھی تمہیں دوں گا اِدھر مقابلہ ہوا اُدھر فتح ہوئی اِدھر سامنے آئے اُدھر فتح و نصرت نے رکاب بوسی کی، اور جگہ ارشاد ہوتا ہے یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ اے ایمان والو اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریگا اور تمہیں ثابت قدمی عنایت فرمائیگا اور فرمان ہے وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿﴾

یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی مدد کریگا جو اللہ کے دین کی مدد کرے بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور غیر فانی عزت والا ہے یہ مدد اور یہ فتح دنیا میں اور وہ جنت اور نعمت آخرت میں ان لوگوں کے حصے میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگے رہیں اور دین خدا کی خدمت میں جان و مال سے دریغ نہ کریں اسی لئے فرمادیا کہ اے نبی ان ایمان والوں کو میری طرف سے یہ خوشخبری پہنچادو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي

اے ایمان والو تم اللہ کے (دین کے) مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے (اُن) حواریین سے فرمایا کہ اللہ کے واسطے میرا کون

إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ ۖ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَ

مددگار ہوتا ہے وہ حواری بولے ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں سو (اس کوشش کے بعد) بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ

كَفَرَت طَّائِفَةٌ ۖ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۞ ع ۲ ۵ ۱۰

لوگ منکر رہے سو ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی سو وہ غالب ہو گئے

ابن مریمؑ کی آواز پر لبیک

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ہر آن اور ہر لحظہ جان و مال عزت و آبرو قول فعل، نقل و حرکت سے دل اور زبان سے اللہ کی اور اس کے رسول کی تمام باتوں کو قبول کرتے رہیں، پھر مثال دیتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے تابعداروں کو دیکھو کہ حضرت عیسیٰؑ کی آواز پر فوراً لبیک پکار اٹھے، اور ان کے اس کہنے پر کہ کوئی ہے جو خدا کی باتوں پر میری امداد کرے۔ انہوں نے فوراً کہدیا کہ ہم سب آپ کے ساتھی ہیں اور دین اللہ کی امداد میں آپکے تابع ہیں چنانچہ روح اللہ علیہ صلوات اللہ نے اسرائیلوں اور یونانیوں میں انھیں مبلغ بنا کر شام کے شہروں میں بھیجا، حج کے دنوں میں سرور رسل صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ہے جو مجھے جگہ دے تاکہ میں خدا کی رسالت کو پہنچادوں، قریش تو مجھے رب کا پیغام پہنچانے سے روک رہے ہیں، چنانچہ اہل مدینہ کے قبیلے اوس و خزرج کو خدا تعالیٰ نے یہ سعادت ابدی بخشی انہوں نے آپ سے بیعت کی آپ کی باتیں قبول کیں اور مضبوط عہد و پیمان کئے کہ اگر آپ ہمارے ہاں آجائیں تو پھر کسی سرخ و سیاہ کی طاقت نہیں جو آپ کو دکھ پہنچائے ہم آپ پر اپنی جانیں نثار کر دینگے اور آپ پر کوئی آنچ نہ آنے دیں گے پھر جب حضورؐ اپنے ساتھیوں کو لیکر ہجرت کر کے ان کے ہاں گئے تو فی الواقع انھوں نے اپنے کہنے کو پورا کر دکھایا اور اپنی زبان کی پاسداری کی اسی لئے انصار کے معزز لقب سے ممتاز ہوئے اور یہ لقب گویا ان کا امتیازی نام بن گیا۔ اللہ ان سے خوش ہو اور انھیں بھی راضی کرے آمین! اب جبکہ حواریوں کو لیکر آپ دین اللہ کی تبلیغ کیلئے کھڑے ہوئے تو بنی اسرائیل کے کچھ لوگ تو راہ راست پر آگئے اور کچھ لوگ نہ آئے بلکہ آپ کو اور آپ کی والدہ ماجدہ طاہرہ کو بد ترین برائی کی طرف منسوب کیا ان یہودیوں پر خدا کی پھٹکار پڑی اور ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ بن گئے؛ پھر ماننے والوں میں سے بھی ایک جماعت ماننے ہی میں حد سے گذر گئی اور انہیں ان کے درجہ سے بہت بڑھادیا پھر اس گروہ میں بھی کئی گروہ ہو گئے، بعض تو کہنے لگے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں بعض نے کہا تین میں کے تیسرے ہیں یعنی باپ بیٹا اور روح القدس اور بعضوں نے تو آپ کو خدا ہی مان لیا، ان سب کا ذکر سورۂ نساء میں مفصل ملاحظہ ہو سچے ایمان والوں کی جناب باری نے اپنے آخر الزماں رسولؐ کی بعثت سے تائید کی ان کے دشمن نصرانیوں پر انہیں غالب کر دیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب خدا کا ارادہ ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر چڑھائے آپ نہا دھو کر اپنے اصحاب کے پاس آئے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے یہ بارہ صحابہ تھے جو ایک گھر میں بیٹھے ہوئے تھے آتے ہی فرمایا تم میں وہ بھی ہیں جو مجھ پر ایمان لا چکے ہیں لیکن پھر میرے ساتھ کفر کریں گے اور ایک دو دفعہ نہیں بلکہ بارہ بارہ مرتبہ، پھر فرمایا تم میں سے کون اس بات پر آمادہ ہے کہ وہ میرا ہم شکل کر دیا جائے اور اس طرح میرے بدلے قتل کیا جائے اور جنت میں میرے درجے میں میرا ساتھی بنے، ایک نوجوان جو ان سب میں کم عمر تھا اٹھ

کھڑا ہوا اور خود کو پیش کیا، آپ نے فرمایا تم بیٹھ جاؤ، پھر وہی بات کہی اب کی مرتبہ بھی وہی کم عمر نوجوان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے حضرت عیسیٰؑ نے اب کی مرتبہ بھی انہیں بٹھا دیا، پھر تیسری مرتبہ یہی سوال کیا، اب کی مرتبہ بھی یہی نوجوان کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا بہت بہتر، اسی وقت ان کی شکل و صورت بالکل حضرت عیسیٰؑ جیسی ہو گئی اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی گھر کے ایک روزن سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے[عل۱]۔ اب یہودیوں کی دوڑ آئی اور انھوں نے اس نوجوان کو حضرت عیسیٰؑ سمجھ کر گرفتار کر لیا اور قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا اور حضرت عیسیٰؑ کی پیشین گوئی کے مطابق ان باقی کے گیارہ لوگوں میں سے بعض نے بارہ بارہ مرتبہ کفر کیا حالانکہ اس سے پہلے ایمان لا چکے تھے پھر بنی اسرائیل کے ماننے والے گروہ کے تین فرقے ہو گئے، ایک فرقے نے تو کہا کہ خود خدا ہمارے درمیان بصورت مسیح تھا جب تک چاہا رہا پھر آسمان پر چڑھ گیا انہیں یعقوبیہ کہا جاتا ہے ایک فرقے نے کہا ہم میں خدا کا بیٹا تھا۔ جب تک اللہ نے چاہا اسے ہم میں رکھا اور جب چاہا اپنی طرف چڑھا لیا، انھیں نسطوریہ کہا جاتا ہے، تیسری جماعت حق پر قائم رہی اُن کا عقیدہ ہے کہ خدا کے بندے اور اس کے رسول حضرت عیسیٰؑ ہم میں تھے جب تک خدا کی مشیت رہی آپ ہم میں موجود رہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا، یہ جماعت مسلمانوں کی ہے۔ پھر ان دونوں کافر جماعتوں کی طاقت بڑھ گئی اور انہوں نے ان مسلمانوں کو مار پیٹ کر قتل و غارت کرنا شروع کیا اور یہ مغلوب ہی رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، پس بنی اسرائیل کی وہ مسلمان جماعت آپ پر بھی ایمان لائی اور اُن کافر جماعتوں نے آپ سے بھی کفر کیا پس ایمان والوں کی اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور انھیں ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غالب آ جانا اور دین اسلام کا تمام ادیان کو مغلوب کر دینا ہی ان کا غالب آنا اور اپنے دشمنوں پر فتح پانا ہے، ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر اور سنن نسائی، پس یہ اُمت حق پر قائم رہ کر ہمیشہ تک غالب رہیگی یہاں تک کہ امر اللہ یعنی قیامت آ جائے اور یہاں تک کہ اس امت کے آخری لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو کر مسیح دجال سے لڑائی کرینگے جیسے کہ صحیح حدیثوں میں موجود ہے واللہ اعلم۔ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ صف کی تفسیر ختم ہوئی، والحمد للہ۔

تفسیر سورۂ جمعہ مدنیہ

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں سورۂ منافقون پڑھا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾

سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں (قالاً یا حالاً) اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کہ بادشاہ ہے (عیبوں سے) پاک ہے زبردست ہے حکمت والا ہے

عل۱ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ خدا تعالیٰ تو اس پر قادر تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیں اور چنانچہ اٹھا لیا پھر خوامخواہ ایک آدمی کی جان کیوں لی گئی اصل میں بہت سی مصالح ہیں مثلاً یہی کہ کون اس صورت حال پر یقین لاتا ہے اور کون انکار کرتا ہے اور یہ کہ یہودیوں کی گمراہی میں اور اضافہ کہ سمجھیں ہم نے معاذ اللہ خدا کو ختم کر دیا۔

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ

وہی ہے جس نے عرب کے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی کی قوم میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور انکو عقائد باطلہ و

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ق وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲﴾ وَّ

(اخلاق ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانشمندی کی باتیں سکھلاتے ہیں اور یہ لوگ (آپ کی بعثت کے) پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے اور (علاوہ ان موجودین کے)

اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ ذٰلِكَ فَضْلُ

دوسروں کے لئے بھی ان میں سے جو ہنوز ان میں شامل نہیں ہوئے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ یہ رسول کے ذریعہ سے گمراہی سے نکل کر ہدایت کی طرف آنا

اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۴﴾

خدا کا فضل ہے وہ فضل جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے

النبیّ الامی

ہر بے زبان اور ناطق چیز اللہ تعالیٰ عزوجل کی پاکیزگی بیان کرتی رہتی ہے جیسے اور جگہ بھی فرمایا ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ نہ کرتی ہو تمام مخلوق خواہ آسمان کی ہو خواہ زمین کی اس کی تعریف اور پاکیزگیوں کے بیان میں مصروف اور مشغول ہے، وہ آسمان و زمین کا بادشاہ اور ان دونوں میں اپنا پورا تصرف اور حکم جاری کرنے والا ہے وہ تمام نقصانات سے پاک اور بے عیب ہے، تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہے، وہ عزیز و حکیم ہے، اس کی تفسیر کئی بار گذر چکی ہے اُمّیوں سے مراد عرب ہیں، جیسے اور جگہ ارشاد ہے وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ الخ یعنی آپ اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ کیا تم نے اسلام قبول کیا؟ اور وہ مسلمان ہو جائیں تو راہ راست پر ہیں اور اگر منہ پھیر لیں تو آپ پر صرف اسلام کا پہنچا دینا ہے اور بندوں کی پوری دیکھ بھال کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، یہاں عرب کا ذکر کرنا اس لئے نہیں کہ غیر عرب کی نفی ہو بلکہ صرف اس لئے ہے کہ ان پر احسان و اکرام بہ نسبت دوسروں کے بہت زیادہ ہے۔ جیسے اور جگہ ہے وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ یعنی یہ تیرے لئے بھی نصیحت ہے اور تیری قوم کے لئے بھی، یہاں بھی قوم کی خصوصیت نہیں کیونکہ قرآن کریم سب جہان والوں کے لئے نصیحت ہے اسی طرح اور جگہ فرمان ہے وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۵ اپنے قرابت کنبہ والوں کو ڈرا دے، یہاں بھی یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کی تنبیہ صرف اپنے گھر والوں کے ساتھ ہی مخصوص ہے بلکہ عام ہے ارشاد باری ہے قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں اور جگہ فرمان ہے لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ یعنی اس کے ساتھ میں تمہیں خبردار کر دوں اور ہر اس شخص کو جسے یہ پہنچے، اسی طرح قرآن کی بابت فرمایا وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ تمام گروہ میں سے جو بھی اس کا انکار کرے وہ جہنمی ہے اسی طرح کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ حضورؐ کی بعثت روئے زمین کی طرف تھی، کل مخلوق کے آپ پیغمبر تھے ہر سرخ و سیاہ کی طرف آپ نبی بنا کر بھیجے گئے تھے صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ، سورۂ انعام کی تفسیر میں اس کا پورا بیان ہم کر چکے ہیں اور بہت سی آیات و احادیث ہم نے وہاں ذکر کی ہیں فالحمد للہ یہاں یہ فرمانا کہ ان پڑھوں یعنی عربوں میں اپنا رسول بھیجا اس لئے ہے کہ حضرت خلیل اللہ کی دعا کی قبولیت معلوم ہو جائے، آپ نے اہل مکہ کے لئے دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیجے جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ سنائے انہیں پاکیزگی سکھائے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور جبکہ مخلوق کو نبی اللہ کی سخت حاجت تھی سوائے چند اہل کتاب کے جو حضرت عیسیٰؑ کے سچے دین پر قائم تھے اور افراط و تفریط سے الگ تھے باقی تمام دنیا دین حق کو بھلا بیٹھی تھی اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی کے کاموں میں مبتلا تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا آپ نے ان ناخواندہ لوگوں کو

ط۵ اس حیثیت سے کہ نبی آخر زماں انھیں میں مبعوث ہوئے انھیں کے خاندان و قبیلہ سے تھے اور سب سے پہلے مخاطب بھی وہی تھے۔

خدا تعالیٰ کے کلام کی آیتیں پڑھ سنائیں انہیں پاکیزگی سکھائی اور کتاب وحکمت کا معلم بنا دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے سُنئے عرب حضرت ابراہیمؑ کے دین کے دعویدار تھے لیکن حالت یہ تھی کہ اصل دین کو خورد برد کر چکے تھے آس میں اس قدر تبدل تغیر کر دیا تھا کہ توحید شرک سے اور یقین شک سے بدل چکا تھا ساتھ ہی بہت سی بدعتیں دین اللہ میں شامل کر دی تھیں، اسی طرح اہل کتاب نے بھی اپنی کتابوں کو بدل دیا تھا اُن میں تحریف کر لی تھی اور متغیر کر دیا تھا ساتھ ہی معنی میں بھی اُلٹ پھیر کر لیا تھا پس اللہ پاک نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم الشان شریعت اور کامل مکمل دین دیکر دنیا والوں کی طرف بھیجا کہ اس فساد کی اصلاح کریں، اہل دنیا کو اصل احکام الٰہی پہنچائیں خدا کی مرضی اور نامرضی کے احکام لوگوں کو معلوم کرا دیں جنت سے قریب کرنے والے عذاب سے نجات دلانے والے تمام اعمال بتلائیں ساری مخلوق کے ہادی بنیں اصول وفروع سب سکھائیں کوئی چھوٹی بڑی بات باقی نہ چھوڑیں تمام شک شبہے سب کے دور کر دیں اور ایسے دین پر لوگوں کو ڈال دیں جس میں ہر بھلائی موجود ہو، اس بلند وبالا خدمت کے لئے آپ میں وہ برتریاں اور بزرگیاں جمع کر دیں جو نہ آپ سے پہلے کسی میں تھیں نہ آپ کے بعد کسی میں ہو سکیں، اللہ تعالیٰ آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود وسلام نازل فرماتا رہے آمین! دوسری آیت کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہؓ سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۂ جمعہ نازل ہوئی جب آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو لوگوں نے پوچھا کہ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ سے کیا مراد ہے تین مرتبہ حضورؐ سے سوال ہوا تب آپ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا ستارے کے پاس ہوتا تو بھی ان لوگوں میں سے ایک یا کئی ایک پا لیتے، اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ سورت مدنی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضورؐ کی پیغمبری تمام دنیا والوں کی طرف ہے صرف عرب کے لئے ہی مخصوص نہیں کیونکہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فارس والوں کو فرمایا، اسی عام بعثت کی بنا پر آپ نے فارس وروم کے بادشاہوں کے نام اسلام قبول کرنے کے فرامین بھیجے، حضرت مجاہدؒ وغیرہ بھی فرماتے ہیں اس سے مراد عجمی لوگ ہیں یعنی عرب کے سوا کے لوگ جو حضورؐ پر ایمان لائیں اور آپ کی وحی کی تصدیق کریں، ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ اب سے تین تین پشتوں کے بعد آنے والے میرے امتی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی وہ خدا عزت وحکمت والا ہے، اپنی شریعت اور اپنی تقدیر میں غالب با حکمت ہے، پھر فرمان ہے یہ اللہ کا فضل ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی زبردست عظیم الشان نبوت کے ساتھ سرفراز فرمانا اور اس فضل عظیم سے بہرہ ور کرنا یہ خاص خدا کا فضل ہے۔ اللہ اپنا فضل جسے چاہے دے، وہ بڑے فضل وکرم والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ

جن لوگوں کو توراۃ پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انھوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی حالت اس گدھے کی سی حالت ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہے۔

بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑤

(غرض) ان لوگوں کی بری حالت ہے جنھوں نے خدائی آیتوں کو جھٹلایا (جیسے یہود ہیں) اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو (توفیق) ہدایت (کی) نہیں دیا کرتا

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ

(اور اگر یہ لوگ یہ کہیں کہ ہم باوجود اس حالت کے بھی اللہ کے مقبول ہیں تو) آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ اے یہودیو اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم بلاشرکت غیرے اللہ کے مقبول

ع٥ صاف بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ "آخرین" سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپؐ کے عہد مبارک میں نہیں تھے اور بعد میں آنیوالے تھے گویا کہ قیامت تک پیدا ہونیوالے تمام انسان چنانچہ معالم التنزیل میں ابن زید کے حوالہ سے لکھا ہے۔" وقال ابن زید هم جميع من دخل فی الاسلام بعد النبی الی یوم القیامة۔ منہ۔

النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۶ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا

(محبوب) ہو تو تم (اسکی تصدیق کیلئے) موت کی تمنا (کر کے دکھلا) دو اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو اور وہ کبھی اس کی تمنا نہ کریں گے بوجہ خوف سزا

بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝۷ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ

ان اعمال (کفریہ) کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں (کے حال) کی آپ (ان سے یہ بھی) کہہ دیجئے کہ جس

مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸ ع

موت سے تم بھاگتے ہو وہ موت ایک روز تم کو آپکڑیگی پھر تم پوشیدہ اور ظاہر جاننے والے (خدا) کے پاس لے جائے جاؤ گے پھر وہ تمکو تمہارے سب کئے ہوئے کام بتلا دیگا (اور سزا دیگا)

چارپایہ بر و کتابے چند

ان آیتوں میں یہودیوں کی مذمت بیان ہو رہی ہے کہ انھیں توراۃ دی گئی اور عمل کرنے کے لئے انھوں نے اسے لی پھر عمل نہ کیا، فرمایا جاتا ہے کہ ان کی مثال گدھے کی سی ہے[ع۱] کہ اگر اس پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا جائے تو اسے یہ تو معلوم ہے کہ اس پر کوئی بوجھ ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہے؟ اسی طرح یہ یہود ہیں کہ ظاہری الفاظ تو خوب رٹے ہوئے ہیں لیکن نہ تو یہ معلوم ہے کہ مطلب کیا ہے؟ نہ اس پر ان کا عمل ہے بلکہ اور تبدیل و تحریف کرتے رہتے ہیں، پس در اصل یہ اس بے سمجھ جانور سے بھی بدتر ہیں کیونکہ اسے تو قدرت نے سمجھ ہی نہیں دی لیکن یہ سمجھ رکھتے ہوئے پھر بھی اس کا استعمال نہیں کرتے، اسی لئے دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بہکے ہوئے یہ غافل لوگ ہیں، یہاں فرمایا اللہ کی آیتوں کے جھٹلانے والوں کی بری مثال ہے ایسے ظالم خدا کی رہنمائی سے محروم رہتے ہیں، مسند احمد میں ہے جو شخص جمعہ کے دن امام کے خطبہ کی حالت میں بات کرے[ع۲] وہ مثل گدھے کے ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہو اور جو اسے کہے کہ چپ رہ اس کا بھی جمعہ جاتا رہا[ع۳] پھر فرماتا ہے اے یہودیو اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ تم حق پر ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ناحق پر ہیں تو آؤ اور دعا مانگو کہ ہم دونوں میں سے جو ناحق پر ہو خدا تعالیٰ اسے موت دے پھر فرماتا ہے کہ انھوں نے جو اعمال آگے بھیج رکھے ہیں وہ ان کے سامنے ہیں مثلاً کفر فسق و فجور ظلم، نافرمانی وغیرہ اس وجہ سے ہماری پیشین گوئی ہے کہ وہ اس پر تیار نہ ہوں گے، ان ظالموں کو خدا بخوبی جانتا ہے سورۂ بقرہ کی آیت قُلْ اِنْ كَانَتْ الخ کی تفسیر میں یہودیوں کے اس مباہلے کا پورا ذکر ہم کر چکے ہیں اور وہیں یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اپنے او پر اگر خود گمراہ ہوں یا اپنے مقابل پر اگر وہ گمراہ ہوں تو موت کی بد دعا کریں، جیسے کہ نصرانیوں کے مباہلہ کا ذکر سورۂ آل عمران میں گزر چکا ہے، ملاحظہ ہو تفسیر آیت فَمَنْ حَاۗجَّكَ الخ مشرکین سے بھی مباہلہ کا اعلان کیا گیا تھا ملاحظہ ہو تفسیر سورۂ مریم آیت قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ الخ یعنی اے نبی ان سے کہدے کہ جو گمراہی میں ہو رحمٰن اسے اور بڑھا دے، مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابو جہل لعنۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کعبہ کے پاس دیکھوں گا تو اس کی گردن ناپوں گا جب یہ خبر حضور کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ ایسا کرتا تو سب دیکھتے کہ فرشتے اسے پکڑ لیتے اور اگر یہود میرے مقابلہ پر آکر موت طلب کرتے تو یقیناً وہ مر جاتے اور اپنی جگہ جہنم میں دیکھ لیتے اور اگر مباہلہ کے لئے لوگ نکلتے تو وہ لوٹ کر اپنے اہل و عیال کو ہرگز نہ پاتے۔ یہ حدیث بخاری، ترمذی اور نسائی میں بھی موجود ہے، پھر فرماتا ہے موت سے تو کوئی بچ ہی نہیں سکتا، جیسے سورۂ نساء میں ہے اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ یعنی تم جہاں کہیں

ع۱ جو نفع اپنے بوجھ سے نہیں اٹھاتا اسی طرح یہ بھی اپنے علوم سے فائدہ حاصل نہیں کرتے گویا کہ تشبیہ غیر نافع ہونے میں ہے اور گدھے کا اسلئے ذکر آیا کہ اس کی حماقت بالکل مسلم ہے چنانچہ امام رازی نے بھی لکھا ہے کہ "وفی الحمار من الذل والحقارۃ ما لا یکون فی غیرہ"

ع۲ جمعہ کا خطبہ سننا بے حد ضروری ہے احادیث میں شدید وعید ہے اس شخص کے لئے جو خطبے کے درمیان گفتگو میں مصروف ہو

ع۳ اس لئے کہ ایک شخص کو اگرچہ اس نے روکا لیکن وہ بھی ایسے وقت میں بولا جبکہ بولنا قطعاً ممنوع ہے۔

بھی ہو وہاں تمہیں موت پا ہی لے گی گو مضبوط قلعوں میں ہو، معجم طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے موت سے بھاگنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک لومڑی ہو جس پر زمین کا کچھ قرض ہو وہ اس خوف سے کہ کہیں یہ مجھ سے مانگ نہ بیٹھے بھاگتے بھاگتے جب تھک جائے تب اپنے بھٹ میں گھس جائے جہاں گھسی اور زمین نے پھر اس سے تقاضا کیا کہ لومڑی میرا قرض ادا کر وہ پھر وہاں سے دُم دبائے ہوئے تیزی سے بھاگی آخر یونہی بھاگتے بھاگتے ہلاک ہو گئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ

اے ایمان والو جب جمعہ کے روز نماز (جمعہ) کے لئے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز، خطبہ) کی طرف (فوراً) چل پڑا کرو

وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (۱) فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَا

اور خرید فروخت اور (اسیطرح دوسرے مشاغل جو چلنے کو مانع ہوں) چھوڑ دیا کرو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہو کیونکہ اس کا نفع باقی ہے اور بیع وغیرہ کا فانی پھر جب نماز (جمعہ)

نتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۲)

پوری ہو چکے تو (اس وقت تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو اور (اس میں بھی) اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم کو فلاح ہو

صلوٰۃ جمعہ

جمعہ کا لفظ جمع سے مشتق ہے، وجہ اشتقاق یہ ہے کہ اس دن مسلمان بڑی بڑی مساجد میں خدا کی عبادت کیلئے جمع ہوتے ہیں اور یہ بھی وجہ ہے کہ اسی دن تمام مخلوق کامل ہوئی چھ دن میں ساری کائنات بنائی گئی ہے چھٹا دن جمعہ کا ہے، اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اسی دن جنت میں بسائے گئے اور اسی دن وہاں سے نکالے گئے، اسی دن میں قیامت قائم ہوگی۔ اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اُس وقت مومن بندہ اللہ تعالیٰ سے جو طلب کرے اللہ تعالیٰ اسے عنایت فرماتا ہے، جیسے کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ سے پوچھا جانتے ہو جمعہ کا دن کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے آپ نے فرمایا اسی دن تیرے ماں باپ (یعنی آدم و حوا) کو اللہ تعالیٰ نے جمع کیا۔ یا یوں فرمایا کہ تمہارے باپ کو جمع کیا، اسی طرح ایک موقوف حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فاللہ اعلم، پہلے اسے یوم العروبہ کہا جاتا تھا، پہلی امتوں کو بھی ہر سات میں ایک دن دیا گیا تھا، لیکن جمعہ کی ہدایت انہیں نہ ہوئی، یہودیوں نے ہفتہ پسند کیا جس میں مخلوق کی پیدائش شروع بھی نہ ہوئی تھی، نصاریٰ نے اتوار اختیار کیا جس میں مخلوق کی پیدائش کی ابتدا ہوئی ہے اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جمعہ پسند فرمایا جس دن میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پورا کیا تھا، جیسے صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے تو سب سے پیچھے ہیں لیکن قیامت کے دن سب کے پہلے ہوں گے سوائے اس کے کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب اللہ دی گئی پھر ان کے اس دن میں انہوں نے اختلاف کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں راہ راست دکھائی پس لوگ اس میں بھی ہمارے پیچھے ہیں یہودی کل اور نصرانی پرسوں، مسلم میں اتنا اور بھی ہے کہ قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے پہلے فیصلہ ہمارے بارے میں کیا جائیگا، یہاں اللہ تعالیٰ مومنوں کو جمعہ کے دن اپنی عبادت کے لئے جمع ہونیکا حکم دے رہا ہے، سعی سے مراد یہاں دوڑنا نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ذکر اللہ یعنی نماز کے لئے قصد کرو چل پڑو کوشش کرو کام کاج چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہو جاؤ، جیسے اس آیت میں سعی کوشش کے معنی میں ہے وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا یعنی جو شخص آخرت کا ارادہ کرے پھر اس کے لئے کوشش بھی کرے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت میں بجائے فَاسْعَوْا کے فَامْضُوْا ہے یہ یاد رہے کہ نماز کے لئے دوڑ کر جانا منع ہے صحیحین میں ہے جب تم اقامت سنو تو نماز کے لئے سکینت اور وقار کے ساتھ چلو دوڑو نہیں جتنی پاؤ پڑھ لو جو فوت ہو ادا کر لو، ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نماز میں تھے جو لوگوں کی آہٹ زور زور سے سنی فارغ ہو کر فرمایا کیا بات ہے؟

لے جبکہ وہ آسمان سے علیحدہ علیحدہ اتارے گئے تو جمعہ ہی کے دن دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ ملے۔

لوگوں نے کہا حضرت ہم جلدی جلدی نماز میں شامل ہوئے فرمایا ایسا نہ کرو نماز کو اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ جتنی پاؤ پڑھ لو جو چھوٹ جائے پوری کر لو، حضرت حسنؒ فرماتے ہیں خدا کی قسم یہاں یہ حکم نہیں کہ دوڑ کر نماز کے لئے آؤ یہ تو منع ہے بلکہ مراد دل اور نیت اور خشوع خضوع ہے، حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں اپنے دل اور اپنے عمل سے کوشش کرو جیسے اور جگہ ہے فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ حضرت ذبیح اللہ جب خلیل اللہ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے جمعہ کے لئے آنے والے کو غسل بھی کرنا چاہیے، بخاری مسلم میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز کے لئے جانے کا ارادہ کرے وہ غسل کر لیا کرے اور حدیث میں ہے کہ جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے اور روایت میں ہے کہ ہر بالغ پر ساتویں دن سر اور جسم کا دھونا ہے، صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ وہ دن جمعہ کا دن ہے، سنن اربعہ میں ہے جو شخص جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کرکے اور سویرے سے ہی مسجد کی طرف چل دے پیدل جائے سوار نہ ہو اور امام سے قریب ہو کر بیٹھے خطبے کو کان لگا کر سنے لغو نہ کرے تو اسے ہر ہر قدم کے بدلے سال بھر کے روزوں اور سال بھر کے قیام کا ثواب ہے، بخاری مسلم میں ہے جو شخص جمعہ کے دن جنابت کے غسل کی طرح غسل کرکے اوّل ساعت میں جائے اس نے گویا ایک اونٹ خدا کی راہ میں قربان کیا، دوسری ساعت میں جانے والا مثل گائے کی قربانی کرنے والے کے ہے، تیسری ساعت میں جانے والا بھیڑ کی قربانی کرنے والا جیسا ہے۔ چوتھی ساعت میں جانے والا مرغ راہ خدا میں تصدق کرنے والے کی طرح ہے پانچویں ساعت میں جانے والا انڈا راہ للہ دینے والے جیسا ہے، پھر جب امام آجائے فرشتے خطبہ سننے کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں، مستحب ہے کہ جمعہ دن اپنی طاقت کے مطابق اچھا لباس پہنے خوشبو لگائے مسواک کرے اور صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ جمعہ کی نماز کے لئے آئے، ایک حدیث میں غسل کے بیان کے ساتھ ہی مسواک کرنا اور خوشبو ملنا بھی ہے مسند احمد میں ہے جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنے گھر والوں کی خوشبو ملے اگر ہو اور اچھا لباس پہنے پھر مسجد میں آئے اور کچھ نوافل پڑھے اگر جی چاہے اور کسی کو ایذا نہ دے (یعنی گردنیں پھلانگ کر نہ آئے نہ کسی بیٹھے ہوئے کو ہٹائے) پھر جب امام آجائے اور خطبہ شروع ہو خاموشی سے سنے تو اس کے گناہ جو اس جمعہ سے لیکر دوسرے جمعہ تک کے ہوں سب کا کفارہ ہو جاتا ہے ابو داؤد اور ابن ماجہ میں ہے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر بیان فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کسی پر کیا حرج ہے اگر وہ اپنے روزمرہ کے محنتی لباس کے علاوہ دو کپڑے خرید کر جمعہ کے لئے مخصوص کر رکھے، حضورؐ نے یہ اس وقت فرمایا جب لوگوں پر وہی معمولی چادریں دیکھیں تو فرمایا کہ اگر طاقت ہو تو ایسا کیوں نہ کرو۔ جس اذان کا یہاں اس آیت میں ذکر ہے اس سے مراد وہ اذان ہے جو امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہی اذان تھی جب آپ گھر سے تشریف لاتے منبر پر جاتے اور آپ کے بیٹھ جانے کے بعد آپ کے سامنے یہ اذان ہوتی تھی، اس سے پہلے کی اذان حضورؐ کے زمانہ میں نہ تھی اسے امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف لوگوں کی کثرت کو دیکھ کر زیادہ کی، صحیح بخاری شریف میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے زمانے میں جمعہ کی اذان صرف اسی وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر خطبہ کہنے کے لئے بیٹھ جاتے، حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جب لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو آپ نے دوسری اذان ایک الگ جگہ پر کہلوائی شروع کی اس مکان کا نام زوراء تھا مسجد سے قریب سب سے بلند یہی مکان تھا، حضرت مکحولؒ سے ابن ابی حاتم میں روایت ہے کہ اذان صرف ایک ہی تھی جب امام آتا تھا اس کے بعد صرف تکبیر ہوتی تھی جب نماز کھڑی ہونے لگے اسی اذان کے وقت خرید و فروخت حرام ہوتی ہے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پہلے کی اذان کا حکم صرف اس لئے دیا تھا کہ لوگ جمع ہو جائیں۔ جمعہ میں آنے کا حکم آزاد مردوں کو ہے عورتوں، غلاموں اور بچوں کو نہیں، مسافر مریض اور تیمار دار اور ایسے ہی اور عذر والے بھی معذور گنے گئے ہیں جیسے کہ کتب فقہ کا بیان موجود ہے پھر فرماتا ہے بیع کو چھوڑ دو یعنی ذکر اللہ کے لئے چل پڑو تجارت کو

ط۔ سیدنا الامام مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر بخاری فیض الباری میں ہے کہ بس ایسے تمام اہتمام جمعہ کے دن ہونا چاہییں جس سے معلوم ہو کہ آج جمعہ کا دن ہے اور یہ مسلمان اس کی تیاری میں لگا ہوا ہے اور ایسے ہی جمعہ کی نماز میں شرکت کیلئے چلنا تیز قدم سے ہونا چاہیے جو دوڑنے کی حد تک نہ پہنچے اور جس میں وقار و سکون بھی باقی رہے یہی مطلب ہے سعی الی الجمعۃ کا باوقار

ترک کردو جب نماز جمعہ کی اذان ہو جائے علماء کرام رضی اللہ عنہ کا اتفاق ہے کہ اذان کے بعد خرید و فروخت حرام ہے، اس میں اختلاف ہے کہ دینے والا اگر دے تو وہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ ظاہر آیت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی صحیح نہ ٹھیرے گا واللہ اعلم، پھر فرماتا ہے بیع کو چھوڑ کر ذکر اللہ اور نماز کی طرف تمہارا آنا ہی تمہارے حق میں دین دنیا کی بہتری کا باعث ہے اگر تم میں علم ہو۔ ہاں جب نماز سے فراغت ہو جائے تو اس مجمع سے چلے جانا اور خدا کے فضل کی تلاش میں لگ جانا تمہارے لئے حلال ہے، عراک بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر لوٹ کر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَجَبْتُ دَعْوَتَكَ وَصَلَّيْتُ فَرِيْضَتَكَ وَانْتَشَرْتُ كَمَا اَمَرْتَنِىْ فَارْزُقْنِىْ مِنْ فَضْلِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ٥ یعنی اے اللہ میں نے تیری آواز پر حاضری دی اور تیری فرض کردہ نماز ادا کی پھر تیرے حکم کے مطابق اس مجمع سے اُٹھ آیا اب تو مجھے اپنا فضل نصیب فرما تو سب سے بہتر روزی رساں ہے (ابن ابی حاتم) اس آیت کو پیش نظر رکھ کر بعض سلف صالحین نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد خرید و فروخت کرے اُسے اللہ تعالیٰ ستر حصے زیادہ برکت دیگا۔

پھر فرماتا ہے کہ خرید و فروخت کی حالت میں بھی ذکر اللہ کیا کرو دنیا کے نفع میں اس قدر مشغول نہ ہو جاؤ کہ اُخروی نفع بھول بیٹھو۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی ضرورت سے بازار جائے اور وہاں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ٥ پڑھے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے ایک لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور ایک لاکھ بُرائیاں معاف فرماتا ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں بندہ کثیر الذکر اسی وقت کہلاتا ہے جبکہ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت اللہ کی یاد کرتا رہے۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ

اور (بعضے لوگوں کا یہ حال ہے کہ) وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کی طرف دوڑنے کے لئے بکھر جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے

ع ۲ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳﴾

ہیں آپ فرما دیجئے کہ جو چیز (از قسم ثواب و قرب) خدا کے پاس ہے وہ ایسے مشغلہ اور تجارت کہیں بدرجہا بہتر ہے اور اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے

تنبیہ مدینہ میں جمعہ کے دن تجارتی مال کے آجانے کی وجہ سے جو حضرات خطبہ چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے تھے انھیں اللہ تعالیٰ عتاب کر رہا ہے کہ یہ لوگ جب کوئی تجارت یا کھیل تماشہ دیکھ لیتے ہیں تو اس کی طرف چل کھڑے ہوتے ہیں اور آپؐ کو خطبہ میں ہی کھڑا چھوڑ دیتے ہیں، حضرت مقاتل بن حبانؒ فرماتے ہیں یہ مالِ تجارت دحیہ بن خلیفہ کا تھا جمعہ کے دن آیا اور شہر میں خبر کے لئے طبل بجنے لگا حضرت دحیہؓ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے طبل کی آواز سُن کر سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے صرف چند آدمی رہ گئے، مسند احمد میں ہے صرف بارہ آدمی رہ گئے باقی لوگ اس تجارتی قافلہ کی طرف چل دیئے جس پر یہ آیت اُتری۔ مسند ابو یعلیٰ میں اتنا اور بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اگر یہ بھی باقی نہ رہتے اور سب اُٹھکر چلے جاتے تو تم سب پر یہ وادی آگ بن کر بھڑک اُٹھتی جو لوگ حضورؐ کے پاس سے نہیں گئے تھے ان میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے۔ صحیح مسلم

(بقیہ حاشیہ) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جمعہ کا غسل مستحب ہے۔ ع خرید و فروخت کا ذکر صرف اسلئے آیا کہ عموماً یہی مصروفیات ہیں جو انسان کو ذکر اللہ سے روکتی ہیں ورنہ اصل مقصود تو ان تمام مشاغل کو ترک کرنا ہے جو کہ ذکر اللہ میں مانع ہوں چنانچہ مدارک میں ہے کہ اَمر اد اللّٰهُ بِتَرْكِ مَا يُذْهِلُ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ مِنْ شَوَاغِلِ الدُّنْيَا علیٰ بازار میں کیونکہ خرید و فروخت کی مصروفیت زیادہ ہوتی ہے اسلئے عموماً آدمی ذکر اللہ اس وقت بھول جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ غفلت کے ایسے اوقات میں خدا تعالیٰ کو یاد رکھنا سب سے بڑا کمال اور عظیم اجر کا باعث ہے یہ نئے مسلمان تھے جو ابھی اسلام اور احکام اسلام سے ناواقف تھے یہ سمجھے کہ نماز تو ختم ہو ہی گئی اب بیٹھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ع معالم التنزیل میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آنحضورؐ خطبہ بیٹھکر دیتے یا کھڑے ہو کر؟ اس پر ابن عمرؓ نے سائل سے دریافت فرمایا کہ میاں کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیت "وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا" نہیں پڑھی۔ گویا کہ انھوں نے اس آیت سے سائل کو جواب دیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔

ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن دو خطبے پڑھتے تھے درمیان میں بیٹھ جاتے تھے، قرآن شریف پڑھتے تھے اور لوگوں کو تذکیر و نصیحت فرماتے
تھے یہاں یہ بات بھی معلوم رہنی چاہیئے کہ یہ واقعہ بقول بعض اس وقت کا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا کرتے
تھے مراسیل ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے پہلے جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے جیسے عیدین میں ہوتا ہے یہاں تک کہ
ایک مرتبہ آپ خطبہ سنا رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا دحیہ بن خلیفہ مال تجارت لیکر آگیا ہے یہ سنکر سوائے چند لوگوں کے اور سب اٹھ
کھڑے ہوئے۔ پھر فرماتا ہے اے نبی انھیں خبر سنا دو کہ دار آخرت کا ثواب جو عند اللہ ہے وہ کھیل تماشوں سے خرید و فروخت سے
بہت ہی بہتر ہے توکل خدا پر رکھکر طلب رزق اوقات اجازت میں جو کرے اللہ اسے بہترین طریق پر روزیاں دیگا۔ الحمد للہ سورۂ جمعہ کی تفسیر
پوری ہوئی۔

تفسیر سورۂ منافقون مدنیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

وقف لازم

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ

جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم دل سے گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک اللہ کے رسول ہیں اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ آپ اللہ کے

إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ﴿١﴾ اتَّخَذُوا

رسول ہیں (اس میں تو ان کے قول کی تکذیب نہیں کی جاتی، اور باوجود اس کے) اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین (اس کہنے میں) جھوٹے ہیں ان لوگوں نے اپنی قسموں کو

أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢﴾

(اپنی جان و مال بچانے کے لئے) سپر بنا رکھا ہے پھر یہ لوگ (دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں بیشک ان کے یہ اعمال بہت برے ہیں (اور ہمارا) یہ کہنا کہ ان کے

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ﴿٣﴾ وَ

اعمال بہت برے ہیں اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ (اول ظاہر میں) ایمان لائے پھر (کلمات کفریہ کہکر) کافر ہو گئے سو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو یہ (حق بات کو) نہیں سمجھتے اور

إِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۖ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۖ

جب آپ ان کو دیکھیں تو (شان و شوکت ظاہری کی وجہ سے) ان کے قد و قامت آپ کو خوشنما معلوم ہوں اور اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی باتیں سن لیں گویا کہ یہ لکڑیاں ہیں

كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ ۖ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ

جو دیوار کے سہارے لگائی ہوئی (کھڑی) ہیں ہر غل پکار کو (خواہ وہ کسی وجہ سے ہو) اپنے اوپر (پڑنے والی) خیال کرتے لگتے ہیں یہی لوگ (تمہارے پورے) دشمن

فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۖ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٤﴾

ہیں آپ ان سے ہوشیار رہیئے خدا ان کو غارت کرے یہ (دین حق سے) کہاں پھرے چلے جاتے ہیں۔

منافقانہ چالبازیاں

اللہ تعالیٰ منافقوں کے نفاق کو ظاہر کرتا ہے کہ گو یہ تیرے پاس آکر قسمیں کھا کھا کر اپنے اسلام کا اظہار کرتے
ہیں تیری رسالت کا اقرار کرتے ہیں مگر دراصل دل کے کھوٹے ہیں فی الواقع آپ رسول اللہ ہی ہیں، ان کا یہ قول بھی
ہے مگر چونکہ دل میں اس کا کوئی اثر نہیں لہٰذا یہ جھوٹے ہیں، اس بات میں کہ یہ تجھے رسول اللہ مانتے ہیں، یہ سچے ہونے کے لئے قسمیں

کھائیں لیکن آپ یقین نہ کیجئے یہ قسمیں تو ان کا ایک معمولی مشغلہ ہے گویا کہ یہ اپنے جھوٹ کو سچ بنانے کا ایک ذریعہ ہیں، مقصد یہ ہے کہ مسلمان ان سے ہوشیار رہیں کہیں انہیں سچا ایماندار سمجھ کر کسی بات میں ان کی تقلید نہ کرنے لگیں اور پھر یہ اسلام کے رنگ میں ان سے کفر کرادیں، یہ خدا کی راہ سے دور اور بداعمال لوگ ہیں، ضحاکؒ کی قرأت میں اِیْمَانَهُمْ الف کے زیر کے ساتھ ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے اپنی ظاہری تصدیق کو اپنے لئے تقیہ بنالیا ہے کہ قتل سے اور حکم کفر سے دنیا میں بچ جائیں۔ یہ نفاق ان کے دلوں میں اس گناہ کی نحوست کی باعث رچ گیا ہے کہ ایمان سے گھوم کر کفر کی طرف اور ہدایت سے ہٹ کر ضلالت کی جانب آ گئے ہیں، اب دلوں پر مہر خدا لگ چکی ہے اور بات کی تہ کو پہنچنے کی قابلیت سب سلب ہو چکی ہے، بظاہر تو خوش رو خوش گو ہیں اس فصاحت اور بلاغت سے گفتگو کرتے ہیں کہ خواہ مخواہ دوسرے کا دل اچکالیں، لیکن باطن میں بڑے کھوٹے بڑے کمزور دل والے نامراد اور بدنیت ہیں جہاں کوئی واقعہ بھی رونما ہو اور سمجھ بیٹھے کہ ہائے مرے اور جگہ ہے اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ الخ تمہارے مقابلہ میں بخل کرتے ہیں، پھر جس وقت خوف ہوتا ہے تو تمہاری طرف اس طرح آنکھیں پھیر پھیر کر دیکھتے ہیں گویا کسی شخص پر موت کی بیہوشی طاری ہے، پھر جب خوف چلا جاتا ہے تو تمہیں اپنی بدکلامی سے چھیدڈالتے ہیں اور مال غنیمت کی حرص میں نہ کہنے کی باتیں کہہ گذرتے ہیں یہ بے ایمان ہیں ان کے اعمال غارت ہیں اللہ پر یہ امر نہایت ہی آسان ہے، پس ان کی یہ آوازیں خالی پیٹ کے ڈھول کی بلند بانگ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں، یہی تمہارے دشمن ہیں ان کی چکنی چپڑی باتوں اور مسکین صورتوں کے دھوکہ میں نہ آجانا، اللہ انہیں برباد کرے ذرا سوچیں تو کیوں ہدایت کو چھوڑ کر بے راہی پر چل رہے ہیں؟ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقوں کی بہت سی علامتیں ہیں جن سے وہ پہچان لئے جاتے ہیں ان کا سلام لعنت ہے ان کی خوراک لوٹ مار ہے ان کی غنیمت حرام اور خیانت ہے وہ مسجدوں کی نزدیکی ناپسند کرتے ہیں وہ نمازوں کے لئے آخری وقت آتے ہیں تکبر اور نخوت والے ہوتے ہیں نرمی اور سلوک تواضع اور انکساری سے محروم ہوتے ہیں نہ خود ان کاموں کو کریں نہ دوسروں کے ان کاموں کو وقعت کی نگاہ سے دیکھیں رات کی لکڑیاں اور دن کے شور وغل کرنے والے اور روایت میں ہے دن کو خوب کھاتے پینے والے اور رات کو خشک لکڑیوں کی طرح پڑ رہنے والے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (رسول اللہ صلعم کے پاس) آؤ تمہارے لئے رسول اللہ استغفار کریں تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ اس ناصح اور

يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ۞ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ

محقیل استغفار سے تکبر کرتے ہوئے بے رخی کرتے ہیں (جب ان کے کفر کی یہ حالت ہے تو) ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ ان کے لئے آپ استغفار کریں یا ان کیلئے استغفار

لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۞ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا

نہ کریں اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کو (توفیق ہدایت کی) نہیں دیتا یہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلعم

تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُّوا ۗ وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَ

کے پاس جمع ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جاویں گے اور (ان کا یہ کہنا جہل محض ہے کیونکہ) اللہ ہی کے ہیں سب خزانے آسمانوں کے اور زمین کے

لَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ۞ يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ

ولیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں (اور یہ لوگ) کہتے ہیں کہ اگر ہم اب مدینہ میں لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دیگا

ع ۲ ۱۳ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۞

اور (یہ کہنا جہل محض ہے بلکہ) اللہ ہی کی ہے عزت (بالذات) اور اس کے رسول کی (بواسطہ تعلق مع اللہ کے) اور مسلمانوں کی (بواسطہ تعلق مع اللہ والرسول کے) ولیکن منافقین

منافقین کو دعوت لیکن اس کی قبولیت سے اعراض

ملعون منافقین کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کے گناہوں پر جب ان سے سچے مسلمان کہتے ہیں کہ آؤ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے استغفار کریں گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرما دیگا تو یہ تکبر کے ساتھ سر ہلانے لگتے ہیں اور اعراض کرتے ہیں اور رک جاتے ہیں، اس کا بدلہ یہی ہے کہ اب ان کے لئے بخشش کے دروازے بند ہیں نبی کا استغفار بھی انہیں کچھ نفع نہ دیگا۔عہ بھلا ان فاسقوں کی قسمت میں ہدایت کہاں ؟ سورۂ برأۃ میں بھی اسی مضمون کی آیت گذر چکی ہے اور وہیں اس کی تفسیر اور ساتھ ہی اس کے متعلق کی حدیثیں بھی بیان کر دی گئی ہیں، ابن ابی حاتم میں ہے کہ سفیان منافق نے اپنا منہ دائیں جانب پھیر لیا تھا اور غضب و تکبر کے ساتھ ترچھی آنکھ سے گھورا تھا اسی کا ذکر اس آیت میں ہے اور سلف میں سے اکثر حضرات کا فرمان ہے کہ یہ سب کا سب بیان عبداللہ بن اُبی بن سلول کا ہے جیسے کہ عنقریب آ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ عبداللہ بن اُبی بن سلول اپنی قوم کا بڑا شخص تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھتے تھے تو یہ کھڑا ہو جاتا تھا اور کہتا تھا لوگو یہ ہیں اللہ کے رسولؐ جو تم میں موجود ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارا اکرام کیا اور تمہیں عزت دی اب تم پر فرض ہے کہ تم آپ کی مدد کرو اور آپ کی عزت و تکریم کرو آپ کا فرمان سنو اور جو فرمائیں بجا لاؤ یہ کہہ کر بیٹھ جایا کرتا تھا، اُحد کے میدان میں اس کا نفاق کھل گیا اور یہ وہاں سے حضورؐ کی کھلی نافرمانی کر کے تہائی لشکر کو لے کر مدینہ کو واپس لوٹ آیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد سے فارغ ہوئے اور مدینہ میں بخیریت تشریف لائے جمعہ کا دن آیا اور آپ منبر پر چڑھے تو حسب عادت یہ آج بھی کھڑا ہوا اور کہنا چاہتا ہی تھا کہ بعض صحابہ ادھر اُدھر سے کھڑے ہو گئے اور اس کے کپڑے پکڑ کر کہنے لگے دشمن خدا بیٹھ جا تو اب یہ کہنے کا منہ نہیں رکھتا تو نے جو کچھ کیا وہ کسی سے مخفی نہیں اب تو اس کا اہل نہیں کہ زبان سے جو جی میں آئے بکارے یہ ناراض ہو کر لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا باہر نکل گیا اور کہتا جاتا تھا کہ گویا میں کسی بری بات کے کہنے کے لئے کھڑا ہوا تھا میں تو اس کا کام اور مضبوط کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا، چند انصاری اسے مسجد کے دروازے پر مل گئے انہوں نے کہا کیا بات ہے ؟ تو کہا میں تو اس کا کام مضبوط کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا جو چند اصحاب مجھ پر اُچھل کر آ گئے مجھے گھسیٹنے لگے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے گویا کہ میں کسی بری بات کے کہنے کے لئے کھڑا ہوا تھا حالانکہ میری نیت یہ تھی کہ میں آپ کی باتوں کی تائید کروں انہوں نے کہا خیر اب تم واپس چلو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں گے آپؐ تمہارے لئے خدا سے بخشش چاہیں گے اس نے کہا مجھے کوئی ضرورت نہیں، حضرت قتادہؒ اور حضرت سدیؒ فرماتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن اُبی کے بارے میں اُتری ہے واقعہ یہ تھا کہ اسی کی قوم کے ایک نوجوان مسلمان نے اس کی ایسی ہی چند بری باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی تھیں، حضورؐ نے اُسے بلوایا تو یہ صاف انکار کر گیا اور قسمیں کھا گیا، انصاریوں نے اس صحابی کو ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور اُسے جھوٹا جانا اس پر یہ آیتیں اُتریں اور اس منافق کی جھوٹی قسموں کا اور اس نوجوان صحابی کی صداقت کا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اب اس سے کہا گیا کہ تو چل اور رسول اللہؐ سے استغفار کرا تو اس نے انکار کے لہجے میں سر ہلا دیا اور نہ گیا، ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جس منزل میں اُترتے وہاں سے کوچ نہ کرتے جب تک نماز نہ پڑھ لیں، غزوۂ تبوک میں حضورؐ کو خبر پہنچی کہ عبداللہ بن اُبی کہہ رہا ہے کہ ہم عزت والے اُن ذلت والوں کو مدینہ پہنچکر نکال دیں گے پس آپ نے آخری دن میں اُترنے سے پہلے ہی کوچ کر دیا اس سے کہا گیا کہ حضورؐ کے پاس جا کر اپنی خطا کی معافی اللہ سے طلب کرا اس کا بیان اس آیت میں ہے اس کی اسناد سعید بن جبیرؒ تک تو صحیح ہے لیکن یہ کہنا کہ یہ واقعہ غزوۂ تبوک کا ہے اس میں تامل ہے بلکہ یہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ عبداللہ بن اُبی سلول تو اس غزوہ میں تھا ہی نہیں بلکہ لشکر کی ایک جماعت کو لیکر یہ تو لوٹ گیا تھا، کتب سیر و مغازی کے مصنفین میں تو یہ مشہور ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ مُریسیع یعنی غزوۂ بنو المصطلق کا ہے چنانچہ اس قصہ میں حضرت

عہ کیونکہ ان کے پاس ایمان نہیں اور نبی کا استغفار اسی کے حق میں مفید ہوتا ہے جو مومن عاصی ہو۔

محمد بن یحییٰ بن حبان اور حضرت عبداللہ بن ابوبکر اور حضرت عاصم بن عمر بن قتادہؓ سے منقول ہے کہ اس لڑائی کے موقعہ پر حضورؐ کا ایک جگہ قیام تھا وہاں حضرت جہجاہ بن سعید غفاری اور حضرت سنان بن یزیدؓ کا پانی کے ازدحام پر کچھ جھگڑا ہو گیا جہجاہ حضرت عمرؓ کے کارندے تھے، جھگڑے نے طول پکڑا سنان نے انصاریوں کو اپنی مدد کے لئے آواز دی اور جہجاہ نے مہاجرین کو اس وقت حضرت زید بن ارقمؓ وغیرہ انصار کی ایک جماعت عبداللہ بن اُبی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، اس نے جب یہ فریاد سنی تو کہنے لگا ہمارے ہی شہروں میں ان لوگوں نے ہم پر حملے شروع کر دیئے خدا کی قسم ہماری اور ان قریشیوں کی مثال وہی ہے جو کسی نے کہا ہے کہ اپنے کتے کو موٹا تازہ کرتا کہ تجھے ہی کاٹے خدا کی قسم اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو ہم ذی مقدور لوگ ان بے مقدوروں کو وہاں سے نکال دیں گے پھر اس کی قوم کے جو لوگ اس کے پاس بیٹھے تھے ان سے کہنے لگا یہ سب آفت تم نے خود اپنے ہاتھوں اپنے اوپر لی ہے تم نے انہیں اپنے شہر میں بسایا تم نے انھیں اپنے مال کا آدھوں آدھ حصہ دیا اب بھی اگر تم ان کی مالی امداد نہ کرو تو یہ خود تنگ آ کر مدینہ سے نکل بھاگیں گے، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تمام باتیں سنیں آپ اس وقت بہت کم عمر تھے سیدھے سرکار نبوت میں حاضر ہوئے اور کل واقعہ بیان فرمایا اس وقت آپ کے پاس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے غضب ناک ہو کر فرمانے لگے یا رسول اللہ عباد بن بشرؓ کو حکم فرمائیے کہ اس کی گردن الگ کر دے حضورؐ نے پھر تو لوگوں میں یہ مشہور ہو جائے گا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کی گردنیں مارتے ہیں یہ ٹھیک نہیں جاؤ لوگوں میں کوچ کی منادی کر دو، عبداللہ بن اُبی کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس کی گفتگو کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو گیا ہے تو بہت سٹ پٹایا اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر معذرت اور حیلے حوالے تاویل اور تحریف کرنے لگا اور قسمیں کھا گیا کہ میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا، چونکہ یہ شخص اپنی قوم میں قوی عزت اور با قوت تھا اور لوگ بھی کہنے لگے حضور شاید اس بچے نے ہی غلطی کی ہو اسے وہم ہو گیا ہو واقعہ ثابت تو ہوتا نہیں، حضور یہاں سے جلدی ہی کوچ کے وقت سے پہلے ہی تشریف لے چلے راستے میں حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور آپ کی شان نبوت کے قابل باادب سلام کیا پھر عرض کی کہ حضور آج کیا بات ہے جو وقت سے پہلے ہی جناب نے کوچ کیا حضورؐ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہوا کہ تمہارے ساتھی ابن اُبی نے کیا کہا وہ کہتا ہے کہ مدینہ جا کر ہم عزیز ان ذلیلوں کو نکال دیں گے حضرت اُسیدؓ نے کہا یا رسول اللہ عزت والے آپ ہیں اور ذلیل وہ ہے یا رسول اللہ آپ اس کی باتوں کا خیال بھی نہ فرمائیے دراصل یہ بہت جلا ہوا ہے، سنئے اہل مدینہ نے اسے سردار بنانے پر اتفاق کر لیا تھا تاج تیار ہو رہا تھا کہ اللہ رب العزت آپ کو لایا اس کے ہاتھ سے ملک نکل گیا پس یہ چراغ پا ہو رہا ہے، حضور چلتے ہی رہے دوپہر کو ہی چل دیئے تھے شام ہوئی رات ہوئی صبح ہوئی یہاں تک کہ دھوپ میں تیزی آ گئی تب آپ نے پڑاؤ کیا تاکہ لوگ اس بات پر پھر نہ الجھ جائیں، چونکہ تمام لوگ تھکے ہارے اور رات کے جاگے ہوئے تھے اترتے ہی سب سو گئے ادھر یہ سورت نازل ہوئی (سیرۃ ابن اسحاق) بیہقی میں ہے کہ ہم غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک مہاجر نے ایک انصاری کو پتھر مار دیا اس پر بات بڑھ گئی اور دونوں نے اپنی جماعت سے فریاد کی اور انہیں پکارا حضورؐ سخت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے یہ کیا جاہلیت کی بانگ لگانے لگے۔ اس فضول خراب عادت کو چھوڑو، عبداللہ بن اُبی بن سلول کہنے لگا اب مہاجر یہ کرنے لگ گئے اللہ کی قسم مدینہ پہنچتے ہی ہم ذی عزت ان ذلیلوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے، اس وقت مدینہ شریف میں انصار کی تعداد مہاجرین سے بہت زیادہ تھی گو بعد میں مہاجرین بہت زیادہ ہو گئے تھے، حضرت عمرؓ کو جب ابن اُبی کے اس قول کا علم ہوا تو حضورؐ سے اس کے قتل کرنے کی اجازت چاہی مگر آپ نے روک دیا، مسند احمد میں حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں میں نے جب اس منافق کا یہ قول حضورؐ کے سامنے بیان کیا اور اس نے آ کر انکار کیا اور قسمیں کھا گیا اس وقت میری قوم نے مجھے بہت کچھ برا کہا اور ہر طرح ملامت کی کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نہایت غمگین دل ہو کر وہاں سے چل دیا اور سخت رنج و غم میں تھا جو حضورؐ نے مجھے یاد فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرا عذر نازل فرمایا اور تیری سچائی ظاہر کی ہے اور یہ آیت اتری هُمُ الَّذِيْنَ الخ یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں ہے، مسند احمد میں حضرت زید بن ارقمؓ کا یہ بیان اس طرح ہے کہ میں اپنے چچا کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا اور میں نے عبداللہ بن اُبی کی یہ دونوں باتیں سنیں میں نے اپنے چچا سے بیان کیں اور میرے

چچا نے حضورؐ سے عرض کیں جب آپ نے اُسے بلایا اس نے انکار کیا اور قسمیں کھا گیا تو حضورؐ نے اُسے سچا اور مجھے جھوٹا جانا میرے چچا نے بھی مجھے بہت بُرا بھلا کہا کہ مجھے اس قدر غم اور ندامت ہوئی کہ میں نے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ یہ سورت اُتری اور آپ نے میری تصدیق کی اور مجھے یہ پڑھ سُنائی۔ مسند کی اور روایت میں ہے کہ ایک سفر کے موقعہ پر جب صحابہؓ کو تنگی پہنچی تو اس نے انھیں کچھ دینے کی ممانعت کر دی الخ رسول اللہ نے جب انھیں اس لئے بلوایا کہ آپ ان کے لئے استغفار کریں تو انھوں نے اس سے بھی منھ پھیر لیا قرآن کریم نے انھیں ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں اس لئے کہا ہے کہ یہ لوگ اچھے جمیل جسم والے تھے، ترمذی وغیرہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک غزوہ میں حضور کے ساتھ نکلے ہمارے ساتھ کچھ بدوی بھی تھے پانی کی جگہ وہ پہلے پہنچنا چاہتے تھے اسی طرح ہم بھی اسی کی کوشش میں رہتے تھے ایک مرتبہ ایک اعرابی نے جا کر پانی پر قبضہ کر کے حوض پُر کر لیا اور اس کے ارد گرد پتھر رکھ دئیے اور اوپر سے چمڑا پھیلا دیا ایک انصاری نے آکر اس حوض میں سے اپنے اونٹ کو پانی پلانا چاہا اس نے روکا انصاری نے پلانے پر زور دیا۔ اس نے ایک لکڑی اٹھا کر انصاری کے سر پر ماری جس سے اُس کا سر زخمی ہو گیا یہ چونکہ عبداللہ بن اُبی کا ساتھی تھا سیدھا اس کے پاس آیا اور تمام ماجرا کہہ سنایا عبداللہ بڑا بگڑا اور کہنے لگا ان اعرابیوں کو کچھ نہ دو یہ خود بھوکے مرتے بھاگ جائیں گے، یہ کھانے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آجاتے تھے اور کھا لیا کرتے تھے تو عبداللہ بن اُبی نے کہا تم حضورؐ کا کھانا اور ایسے وقت جاؤ جب یہ لوگ نہ ہوں آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھالیں گے یہ رہ جائیں گے یونہی بھوکوں مرتے بھاگ جائیں گے اور اب ہم مدینہ جا کر ان کمینوں کو نکال باہر کریں گے، میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف تھا اور میں نے یہ سب سُنا اپنے چچا سے ذکر کیا چچا نے حضورؐ سے ذکر کیا آپ نے اسے بلوایا یہ انکار کر گیا اور حلف اٹھا لیا حضورؐ نے اسے سچا سمجھا اور مجھے جھوٹا قرار دیا میرے چچا میرے پاس آئے اور کہا تم نے یہ کیا حرکت کی؟ حضورؐ تجھ پر ناراض ہو گئے اور تجھے جھوٹا جانا اور دیگر مسلمانوں نے بھی تجھے جھوٹا سمجھا مجھ پر تو غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا سخت غم کی حالت میں سر جھکائے میں حضورؐ کے ساتھ جا رہا تھا تھوڑی ہی دیر گذری ہوگی جو آپ میرے پاس آئے میرا کان پکڑا جب میں نے سر اٹھا کر آپ کی طرف دیکھا تو آپ مُسکرائے اور چل دئیے اللہ کی قسم مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اگر دنیا کی ابدی زندگی مجھے مل جاتی جب بھی میں اتنا خوش نہ ہو سکتا تھا پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس آئے اور پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا کہا؟ میں نے کہا فرمایا تو کچھ بھی نہیں مسکراتے ہوئے تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا بس پھر خوش ہو، آپ کے بعد ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، یہی سوال مجھ سے کیا، اور میں نے یہی جواب دیا۔ صبح کو سورۂ منافقون نازل ہوئی، دوسری روایت میں اس سورت کا ھُمُ الْاَذَلَّ تک پڑھنا بھی مروی ہے، عبداللہ بن لہیعہ اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی اس حدیث کو مغازی میں بیان کیا ہے لیکن ان دونوں کی روایت میں خبر پہنچانے والے کا نام اوس بن اقرم ہے جو قبیلۂ بنو حارث بن خزرج میں سے تھے، تو ممکن ہے کہ حضرت زیدؓ بن ارقم نے بھی خبر پہنچائی ہو اور حضرت اوسؓ نے بھی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ راوی سے نام میں غلطی ہوگئی ہو واللہ اعلم، ابن ابی حاتم میں ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ مریسیع کا ہے یہ وہ غزوہ ہے جس میں حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجکر حضورؐ نے مناۃ بُت کو تڑوایا تھا جو قفا مشلل اور سمندر کے درمیان تھا، اسی غزوہ میں دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا ایک مہاجر تھا دوسرا قبیلۂ بہز کا تھا اور قبیلۂ بہز انصاریوں کا حلیف تھا، بہزی نے انصاریوں کو اور مہاجری نے مہاجرین کو آواز دی کچھ لوگ دونوں طرف سے کھڑے ہو گئے اور جھگڑا ہونے لگا جب ختم ہوا تو منافق لوگ عبداللہ بن اُبی کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے ہمیں تو تم سے بہت کچھ امیدیں تھیں تم ہمارے دشمنوں سے ہمارا بچاؤ تھے اب تو تم بیکار سے ہو گئے نہ نفع کا خیال نہ نقصان کا تم نے ہی ان جلابیب کو اتنا چڑھا دیا کہ بات بات پر یہ ہم پر چڑھ دوڑیں، نئے مہاجرین کو یہ لوگ جلابیب کہتے تھے اس دشمن خدا نے یہ جواب دیا کہ اب مدینہ پہنچتے ہی ان سب کو وہاں سے دیس نکالا دیں گے، مالک بن دخشن جو منافق تھا اس نے کہا میں تو تمہیں پہلے ہی سے کہتا ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چھوڑ دو خود بخود منتشر ہو جائیں گے یہ باتیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سُن لیں اور خدمت نبوی میں آکر عرض کرنے لگے کہ اس بانیٔ فتنہ عبداللہ بن اُبی کا قصہ پاک کرنے کی مجھے اجازت دیجئے آپ نے فرمایا اچھا اگر اجازت دوں تو کیا تم اُسے قتل

کر ڈالو گے؟ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم ابھی اپنے ہاتھ سے اس کی گردن ماروں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ اتنے میں حضرت اُسید بن حضیرؓ بھی یہی کہتے ہوئے آئے آپ نے ان کو بھی یہی پوچھا اور انھوں نے بھی یہی جواب دیا۔ آپ نے انھیں بھی بٹھا لیا پھر تھوڑی دیر گذری ہوگی جو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اور وقت سے پہلے ہی لشکر نے کوچ کیا وہ دن رات دوسری صبح تک برابر چلتے ہی رہے جب دھوپ میں تیزی آگئی اترنے کو فرمایا پھر دو پہر ڈھلتے ہی جلدی سے کوچ کیا اور اسی طرح چلتے رہے تیسرے دن صبح کو قفا مشلل سے مدینہ شریف پہنچ گئے حضرت عمرؓ کو بلوایا ان سے پوچھا کہ اگر میں اس کے قتل کا تمکو حکم دیتا تو تم اسے مار دیتے؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یقیناً میں اس کا سر تن سے جدا کر دیتا آپ نے فرمایا اگر تم اسے اس دن قتل کر دیتے تو بہت سے لوگوں کے ناک خاک آلود ہو جاتے کہ میں اگر انہیں کہتا تو وہ بھی اسے مار ڈالنے میں تامل نہ کرتے پھر لوگوں کو باتیں بنانے کا موقعہ ملتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو بھی بے دردی کے ساتھ مار ڈالتا ہے اسی واقعہ کا بیان ان آیتوں میں ہے، یہ سیاق بہت غریب ہے اور اس میں بہت سی ایسی عمدہ باتیں ہیں جو دوسری روایتوں میں نہیں، سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ عبد اللہ بن ابی منافق کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سچے مسلمان تھے اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گذارش کی کہ یا رسول اللہ میں نے سُنا ہے کہ میرے باپ نے جو بکواس کی ہے اس کے بدلے آپ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں اگر یونہی ہے تو اس کے قتل کا حکم آپ کسی اور کو نہ کیجئے میں خود جاتا ہوں اور ابھی اس کا سر آپ کے قدموں تلے ڈالتا ہوں قسم خدا کی قبیلہ خزرج کا ایک ایک شخص جانتا ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی بیٹا اپنے باپ سے احسان و سلوک اور محبت و عزت کرنے والا نہیں (لیکن میں فرمانِ رسولؐ پر اپنے پیارے باپ کی گردن مارنے کو تیار ہوں) اگر آپ نے کسی اور کو یہ حکم دیا اور اس نے اُسے مارا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں جوشِ انتقام میں میں اسے نہ مار بیٹھوں اور ظاہر ہے کہ اگر یہ حرکت مجھ سے ہوگئی تو میں ایک کافر کے بدلے ایک مسلمان کو مار کر جہنمی ہو جاؤں گا آپ میرے باپ کے قتل کا مجھے حکم دیجئے، آپ نے فرمایا نہیں میں اسے قتل کرنا نہیں چاہتا ہم تو اس سے اور نرمی برتیں گے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کریں گے جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے، حضرت عکرمہؒ اور حضرت ابن زیدؒ کا بیان ہے کہ جب حضورؐ اپنے لشکروں سمیت مدینے پہنچے تو اس منافق عبد اللہ بن اُبی کے لڑکے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور تلوار کھینچ لی، لوگ مدینہ میں داخل ہونے لگے یہاں تک کہ ان کا باپ آیا تو یہ فرمانے لگے پرے رہو، مدینہ میں نہ جاؤ، اس نے کہا کیا بات ہے؟ مجھے کیوں روک رہا ہے؟ حضرت عبد اللہ نے فرمایا تو مدینہ میں نہیں جا سکتا جب تک کہ اللہ کے رسولؐ تیرے لئے اجازت نہ دیں، عزت والے آپ ہی ہیں اور تو ذلیل ہے یہ رُک کر کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کی عادت مبارک تھی کہ لشکر کے آخری حصہ میں ہوتے تھے آپ کو دیکھ کر اس منافق نے اپنے بیٹے کی شکایت کی آپ نے ان سے پوچھا کہ اسے کیوں روک رکھا ہے؟ انھوں نے کہا قسم ہے خدا کی جب تک آپ کی اجازت نہ ہو یہ اندر نہیں جا سکتا چنانچہ حضورؐ نے اجازت دی اب حضرت عبد اللہؓ نے اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے دیا، مسند حمیدی میں ہے کہ آپ نے اپنے والد سے کہا کہ جب تک تو اپنی زبان سے یہ نہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے اور میں ذلیل تو مدینہ میں نہیں جا سکتا اور اس سے پہلے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ اپنے باپ کی ہیبت کی وجہ سے میں نے آج تک نگاہ اونچی کر کے ان کے چہرے کو بھی نہیں دیکھا لیکن آپ اگر اس پر ناراض ہیں تو مجھے حکم دیجئے ابھی اس کی گردن حاضر کرتا ہوں کسی اور کو اس کے قتل کا حکم نہ دیجئے ایسا نہ ہو کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو اپنی آنکھوں چلتا پھرتا نہ دیکھ سکوں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد (مراد اس سے مجموعہ دنیا ہے) اللہ کی یاد (اور اطاعت) سے (مراد اس سے مجموعہ دین ہے) غافل نہ کرنے پاویں اور جو ایسا

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ

کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں اور (منجملہ طاعات کے ایک طاعات مالیہ کا حکم کیا جاتا ہے کہ) ہم نے جو کچھ تمکو دیا ہے اس میں سے (حقوق واجبہ)

الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۰﴾

اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہو پھر وہ (بطور تمنا حسرت) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھے تو تھوڑے دنوں کیوں مہلت نہ دی کہ میں خیر خیرات کیا کرتا اور نیک کام کرنے

وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۱﴾ ع ۲

والوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ تو کسی شخص کو جبکہ اسکی میعاد (عمر کی ختم ہونے پر) آ جاتی ہے ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے (وہ دیکھا کا جزا کے مستحق ہو گے)۔

ذکر اللہ کا اہتمام

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بکثرت ذکر اللہ کیا کریں اور تنبیہ کرتا ہے کہ ایسا نہ ہو مال و اولاد کی محبت میں پھنس کر ذکر اللہ سے غافل ہو جائیں۔ پھر فرماتا ہے کہ جو ذکر اللہ سے غافل ہو جائے ......

اور دنیا کی زینت پر ریجھ جائے اپنے رب کی اطاعت میں سست پڑ جائے وہ اپنا نقصان آپ کرنے والا ہے، پھر اپنی اطاعت میں مال خرچ کرنے کا حکم دے رہا ہے کہ اپنی موت سے پہلے خرچ کر لو، موت کے وقت کی بیکسی دیکھ کر نادم ہونا اور امیدیں باندھنا کچھ نفع نہ دیگا، اس وقت چاہیگا کہ تھوڑی سی دیر کے لئے بھی اگر چھوڑ دیا جائے تو جو کچھ نیک عمل ہو سکے کرے اور اپنا دل بھی دل کھولکر راہ للہ دے دے، لیکن آہ اب وقت کہاں؟ آنے والی مصیبت آن پڑی اور نہ ٹلنے والی آفت سر پر کھڑی ہو گئی اور جگہ فرمان ہے وَأَنذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ الخ یعنی لوگوں کو ہوشیار کر دے جس دن ان کے پاس عذاب آ جائے گا تو یہ ظالم کہنے لگیں گے اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی سی مہلت مل جائے تاکہ ہم تیری دعوت قبول کر لیں اور تیرے رسولوں کی اتباع کریں الخ اس آیت میں تو کافروں کی مذمت کا ذکر ہے، دوسری آیت میں نیک عمل میں کمی کرنے والوں کے افسوس کا بیان اس طرح ہوا ہے حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ٥ یعنی جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے میرے رب مجھے لوٹا دے تو میں نیک عمل کر لوں الخ یہاں فرماتا ہے موت کا وقت آ گے پیچھے نہیں ہوتا، خدا خود خبر رکھنے والا ہے کہ کون اپنے قول میں صادق ہے اور اپنے سوال میں حق بجانب ہے یہ لوگ تو اگر لوٹائے جائیں تو پھر ان باتوں کو بھول جائیں گے اور وہی کچھ کرنے لگیں گے جو اس سے پہلے کرتے رہے ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہر وہ شخص جو مالدار ہو اور اس نے حج نہ کیا ہو یا زکوٰۃ نہ دی ہو وہ موت کے وقت دنیا میں واپس لوٹنے کی آرزو کرتا ہے ایک شخص نے کہا حضرت اللہ کا خوف کیجئے، ایسی کی آرزو تو کافر کرتے ہیں آپ نے فرمایا جلدی کیوں کرتے ہو؟ سنو قرآن فرماتا ہے پھر آپ نے یہ پورا رکوع تلاوت کر سنایا اس نے پوچھا زکوٰۃ کتنے میں واجب ہے فرمایا دو سو اور زیادہ میں، پوچھا حج کب فرض ہو جاتا ہے فرمایا جب راہ خرچ اور سواری خرچ کی طاقت ہو، ایک مرفوع روایت بھی اسی طرح مروی ہے لیکن موقوف ہی زیادہ صحیح ہے، ضحاک کی روایت ابن عباسؓ والی بھی منقطع ہے، دوسری سند میں ایک راوی ابوجناب کلبی ہے وہ بھی ضعیف ہے، واللہ اعلم، ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ کے سامنے صحابہؓ نے زیادتی عمر کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا جب اجل آ جائے پھر مؤخر نہیں ہوتی زیادتی عمر صرف اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو نیک صالح اولاد دے جو اس کے لئے اس کے مرنے کے بعد دعا کرتی رہے اور وہ دعا اسے اس کی قبر میں پہنچتی رہے خدا کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے سورۂ منافقون کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۂ تغابن مدنیہ

ابن عساکر کی ایک بہت ہی غریب بلکہ منکر حدیث[۱] میں ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے سر کے جوڑوں میں سورۂ تغابن کی پانچ آیتیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں

[۱] گویا کہ حدیث ہی نہیں اور نہ قابل قبول ۱۲۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ کہ زمین میں ہیں اللہ کی پاکی (قالاً یا حالاً) بیان کرتی ہیں اسی کی سلطنت ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے اور وہ ہر شے پر قادر

قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ②

ہے وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا سو باوجود اس کے بھی، تم میں بعضے کافر ہیں اور بعضے مومن ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال (ایمانیہ کفریہ) کو دیکھ رہا ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③

اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر پیدا کیا اور تمہارا نقشہ بنایا سو عمدہ نقشہ بنایا اور اسی کے پاس (سب کو) لوٹنا ہے اور وہ سب چیزوں کو جانتا

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④

جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سب چیزوں کو جانتا ہے جو تم پوشیدہ کرتے ہو اور جو علانیہ کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

خلاق عالم

مسبحات کی سورتوں میں سب سے آخری سورت یہی ہے مخلوقات کی تسبیح الٰہی کا بیان کئی دفعہ ہو چکا ہے ملک و حمد اللہ ہی ہے ہر چیز پر اس کی حکومت، ہر کام میں اور ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے میں وہ سزاوار تعریف، جس چیز کا ارادہ کرے اُسے پورا کرنے کی قدرت، نہ کوئی اس کا مزاحم بن سکے نہ اُسے کوئی روک سکے وہ اگر نہ چاہے تو کچھ بھی نہ ہو، وہی تمام مخلوق کا خالق ہے۔ اُس کے ارادے سے بعض انسان کافر ہوئے بعض مومن، وہ بخوبی جانتا ہے کہ مستحق ہدایت کون ہے؟ اور مستحق ضلالت کون ہے؟ وہ اپنے بندوں کے اعمال پر شاہد ہے اور ہر ہر عمل کا پورا پورا بدلہ دیگا، اس نے عدل و حکمت کے ساتھ آسمان و زمین کی پیدائش کی ہے، اسی نے تمہیں پاکیزہ خوبصورت شکلیں دے رکھی ہیں، جیسے اور جگہ ارشاد ہے يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ الخ اے انسان تجھے تیرے رب کریم سے کس نے غافل کر دیا، اسی نے تجھے پیدا کیا پھر درست کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا اور جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دی، اور جگہ ارشاد ہے اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا الخ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرارگاہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہیں بہترین صورتیں دیں اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو عنایت فرمائیں الخ آخر سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے، آسمان و زمین، اور ہر ہر نفس کل کائنات کا علم اسے حاصل ہے یہاں تک کہ دل کے ارادوں اور پوشیدہ باتوں سے بھی واقف ہے۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑤

کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے (تم سے) پہلے کفر کیا پھر انہوں نے اپنے (ان) اعمال کا وبال (دنیا میں بھی) چکھا اور (اس کے علاوہ آخرت میں بھی ان کیلئے عذاب دردناک ہونے والا ہے)

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا

یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں کے پاس ان کے پیغمبر دلائل واضحہ لیکر آئے تو ان لوگوں نے (ان رسولوں کی نسبت) کہا کہ کیا آدمی ہمکو ہدایت کریں گے غرض انہوں نے کفر کیا

وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑥

اور اعراض کیا اور خدانے (بھی ان کی کچھ) پرواہ نہ کی اور اللہ (سب سے) بے نیاز (اور) ستودہ صفات ہے

پہلوں کی عبرتناک تاریخ

یہاں پہلے کافروں کے کفر کا اور ان کی بُری سزا اور بدترین بدلے کا ذکر ہو رہا ہے کہ کیا تمہیں تم کو پہلے منکروں کا حال معلوم نہیں؟ کہ رسولوں کی مخالفت اور حق کی تکذیب کیا رنگ لائی؟ دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے یہاں بھی اپنے بد افعال کا خمیازہ بھگتا اور وہاں کا بھگتان ابھی باقی پڑا ہے جو نہایت الم انگیز ہے اس کی وجہ بجز اس اور کچھ نہیں کہ دلائل و براہین اور روشن نشان کے ساتھ جو انبیاء اللہ ان کے پاس آئے انہوں نے انہیں نہ مانا اور اپنے نزدیک اسے محال جانا کہ انسان پیغمبر ہو اور انہی جیسے ایک آدم زاد کے ہاتھ پر انہیں ہدایت دی جائے پس انکار کر بیٹھے اور عمل چھوڑ دیا، اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے بے پرواہی برتی وہ تو غنی ہے اور ساتھ ہی سزا وار حمد و ثنا۔

زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن لَّن يُبْعَثُوا ۚ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا

یہ کافر (مضمون عذاب آخرت کو سنکر) یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز دوبارہ زندہ نہ کئے جاویں گے آپ کہہ دیجئے کیوں نہیں واللہ ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے پھر جو کچھ

عَمِلْتُمْ ۚ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٧﴾ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي

تم نے کیا ہے تم کو سب جتلا دیا جاویگا (اور اس پر سزا دیجاویگی) اور یہ (دوبارہ زندہ کرنا) اللہ کو بالکل آسان ہے سو تم (کو چاہئے کہ) اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر (یعنی قرآن کریم پر)

أَنزَلْنَا ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٨﴾ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ

کہ ہم نے نازل کیا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے (اور اس دن کو یاد کرو) کہ جس دن تم سب کو ایک جمع ہونے کے دن جمع کریگا یہی دن ہے سود و زیاں

ذَٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۗ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ

کا اور (بیان اس کا یہ ہے کہ) جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا اور نیک کام کرتا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کر دے گا اور اسکو

وَيُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ

(جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے یہ (اور)

الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٩﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ

بڑی کامیابی ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا یہ لوگ

أَصْحَابُ النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٠﴾ ع

دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے

التغابن ع ۱ ۱۵

خیال باطل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار مشرکین ملحدین کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد حشر نہیں ہوگا، تم اے نبی ان سے کہدو کہ ہاں ضرور ہوگا۔ پھر تمہارے تمام چھوٹے بڑے چھپے کھلے اعمال کا اظہار تم پر کیا جائیگا۔ سنو تمہارا دوبارہ پیدا کرنا، تمہیں بدلے دینا وغیرہ تمام کام خدائے تعالیٰ پر بالکل آسان ہیں، یہ تیسری آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم کھا کر قیامت کی حقانیت کے بیان کرنے کو فرمایا ہے، پہلی آیت تو سورۂ یونس میں ہے وَيَسْتَنبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ ۖ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ ۖ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ۝ یعنی یہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ حق ہے؟ تو کہہ میرے رب کی قسم وہ حق ہے اور تم خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔ دوسری آیت سورۂ سبا میں ہے وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہ آئیگی تو کہہ دے کہ ہاں میرے رب کی قسم یقیناً اور بالضرور آئیگی اور تیسری آیت یہی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ پر رسول اللہ پر نور منزل یعنی قرآن کریم پر ایمان لاؤ تمہارا کوئی خفیہ عمل بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تم سب کو جمع کرے گا۔ اور اسی لئے اس کا نام یوم الجمع ہے، جیسے اور جگہ ہے ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ۝ یہ لوگوں کے جمع کئے جانے اور ان کے حاضر باش ہونے کا دن ہے اور جگہ ہے قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ

مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۝ یعنی قیامت والے دن تمام اولین اور آخرین جمع کئے جائیں گے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یوم التغابن قیامت کا ایک نام ہے، اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ جنت اہل دوزخ کو نقصان میں ڈالیں گے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں اس سے زیادہ تغابن کیا ہوگا کہ ان کے سامنے انھیں جنت میں اور ان کے سامنے انھیں جہنم میں لے جائیں گویا اس کی تفسیر اس کے بعد والی آیت میں ہے کہ ایمان دار نیک اعمال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور بہتی نہروں والی ہمیشگی کی جنت میں اُسے داخل کیا جائیگا اور پوری کامیابی کو پہنچ جائیگا اور کفر و تکذیب کرنے والے جہنم کی آگ میں جائیں گے جہاں پڑے جلتے جھلستے رہیں گے بھلا اس سے برا ٹھکانا اور کیا ہو سکتا ہے؟

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَ

کوئی مصیبت بدون حکم خدا کے نہیں آتی اور جو شخص اللہ پر (پورا) ایمان رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو (صبر و رضا کی)

اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝١ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ

راہ دکھا دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اور (خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر امر میں جس میں مصائب بھی داخل ہیں) اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور اگر تم (اطاعت سے) اعراض کرو گے

فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝٢ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝٣

تو (یاد رکھو کہ) ہمارے رسول کے ذمہ صاف صاف پہنچا دینا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود (بننے کے قابل) نہیں اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر (مصائب وغیرہ میں) توکل رکھنا چاہیے۔

مصائب کا فلسفہ

سورۂ حدید میں بھی یہ مضمون گذر چکا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کی اجازت اور اس کے حکم سے ہوتا ہے اس کی قدرو مشیت بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا، اب جس شخص کو کوئی تکلیف پہنچے وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے مجھے یہ تکلیف پہنچی پھر صبر و تحمل کرے اور اللہ کی مرضی پر ثابت قدم رہے اور ثواب کی اور بھلائی کی اُمید رکھے رضا بر قضا کے سوا لب نہ ہلائے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کی رہبری کرتا ہے اور اُسے بدلے کے طور پر ہدایت قلبی عطا فرماتا ہے یقین صادق کی چمک وہ دل میں دیکھتا ہے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس مصیبت کا بدلہ یا اس سے بھی بہتر دنیا ہی میں عطا فرما دیتا ہے، حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ اس کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے اُسے مصائب ڈھیلا نہیں کر سکتے وہ جانتا ہے کہ جو پہنچا وہ خطا کرنے والا نہ تھا اور جو نہ پہنچا وہ ملنے والا ہی نہ تھا، حضرت علقمہؒ کے سامنے یہ آیت پڑھی جاتی ہے اور آپ سے اس کا مطلب دریافت کیا جاتا ہے تو فرماتے ہیں اس سے مراد وہ شخص ہے جو ہر مصیبت کے وقت اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ منجانب اللہ ہے پھر راضی خوشی اسے برداشت کرے یہی مطلب ہو کہ وہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ پڑھ لے متفق علیہ حدیث میں ہے کہ مومن پر تعجب ہے ہر ہر بات میں اس کے بہتری ہوتی ہے ضرر و نقصان پر صبر و سہار کر کے نفع اور بھلائی پر شکر و احسان مندی کر کے بہتری سمیٹ لیتا ہے یہ دو طرفہ بھلائی مومن کے سوا کسی اور کے حصے میں نہیں، مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اس کی تصدیق کرنی اس کی راہ میں جہاد کرنا، اس نے کہا حضرت میں کوئی آسان کام چاہتا ہوں آپ نے فرمایا جو فیصلہ قسمت کا تجھ پر جاری ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کا گلہ شکوہ نہ کر۔ اس کی رضا پر راضی رہ یہ اس سے ہلکا امر ہے پھر اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیتا ہے کہ امور شرعی میں ان اطاعتوں سے سر مُو تجاوز نہ کرو جس کا حکم ملے بجا لاؤ، جس سے روکا جائے رک جاؤ، اگر تم اس کے ماننے سے اعراض کرتے ہو تو ہمارے رسولؐ پر کوئی بوجھ نہیں، ان کے ذمہ صرف تبلیغ تھی جو وہ کر چکے اب عمل نہ کرنے کی سزا تمہیں بھگتنی پڑیگی، پھر فرمان ہو کہ اللہ تعالیٰ واحد و صمد ہے اس کے سوا کسی کی ذات کسی طرح کی عبادت کے لائق نہیں، یہ خبر معنی میں طلب کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید مانو اخلاص کے ساتھ صرف اسی کی

عبادتیں کرو، پھر فرماتا ہے چونکہ توکل اور بھروسے کے لائق بھی وہی ہے تم اسی پر بھروسہ رکھو جیسے اور جگہ ارشاد ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا مشرق اور مغرب کا رب وہی ہے معبود حقیقی بھی اس کے سوا کوئی نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بنا لے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ

اے ایمان والو تمہاری بعض بیبیاں اور اولاد تمہارے (دین کی) دشمن ہیں سو تم ان سے ہوشیار رہو (اور ان کے ایسے امر پر عمل مت کرو)

وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ

اور اگر تم معاف کردو اور درگزر کر جاؤ اور بخشدو تو اللہ تعالیٰ (تمہارے گناہوں کا بخشنے والا اور تمہارے حال پر) رحم کرنیوالا ہے تمہارے اموال اور اولاد بس

اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ

تمہارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہے اور جو شخص ان سب پر اللہ کو یاد رکھیگا تو اللہ کے پاس (اس کے لئے) بڑا اجر ہے تو جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس کے

اسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

احکام کو) سنو اور مانو اور (بالخصوص مواقع حکم میں) خرچ (بھی) کیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اور جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ (آخرت میں) فلاح

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

پانیوالے ہیں اور اگر تم اللہ کو اچھی طرح (خلوص کے ساتھ) قرض دو گے تو وہ اسکو تمہارے لئے بڑھاتا چلا جاویگا اور تمہارے گناہ بخشدیگا اور اللہ بڑا قدردان ہے کہ عمل صالح کو

شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۸﴾ ع ۲ ۱۶

قبول فرماتا ہے اور بڑا بردبار ہے پوشیدہ اور ظاہر (اعمال) کا جاننے والا ہے (اور) زبردست ہے (اور) حکمت والا ہے

فتنۂ اموال و اولاد

ارشاد ہوتا ہے کہ بعض عورتیں اپنے مردوں کو اور بعض اولاد اپنے ماں باپ کو یادِ خدا اور نیک عمل سے روک دیتی ہیں جو درحقیقت دشمنی ہے جس سے پہلے بھی تنبیہ ہو چکی ہے کہ ایسا نہ ہو تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں یادِ خدا سے غافل کردے اگر ایسا ہو گیا تو تمہیں بڑا نقصان رہیگا یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان کو ہوشیار رہو، اپنے دین کی نگہبانی ان کی ضروریات اور فرمائشات کے پورا کرنے پر مقدم رکھو، بیوی بچوں اور مال کی خاطر انسان قطع رحمی کر گزرتا ہے خدا کی نافرمانی پر تل جاتا ہے ان کی محبت میں پھنس کر احکام الٰہی کو پس پشت ڈال دیتا ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں بعض اہل مکہ اسلام قبول کر چکے تھے مگر زن و فرزند کی محبت نے انہیں ہجرت سے روک دیا پھر جب اسلام کا خوب افشا ہو گیا تب یہ لوگ حاضر حضورؐ ہوئے دیکھا کہ ان سے پہلے کے مہاجرین نے بہت کچھ علم دین حاصل کر لیا ہے اب جی میں آیا کہ اپنے بال بچوں کو سزا دیں جس پر یہ فرمان ہوا کہ اِنْ تَعْفُوْا الخ یعنی اب درگزر کرو آئندہ کے لئے ہوشیار رہو، اللہ تعالیٰ مال و اولاد دے کر انسان کو پرکھ لیتا ہے کہ معصیت میں مبتلا ہونے والے کون ہیں؟ اور اطاعت گزار کون ہیں؟ اللہ کے پاس جو اجر عظیم ہے تمہیں چاہیئے اس پر نگاہیں رکھو جیسے اور جگہ فرمان ہے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ الخ یعنی بطور آزمائش کے لوگوں کے لئے دنیوی خواہشات یعنی بیبیوں اور اولاد اور سونے چاندی کے بڑے بڑے لگے ہوئے ڈھیر اور نشان زدہ گھوڑے اور مویشی اور کھیتی کی محبت کو زینت دی گئی ہے مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کا سامان ہے اور ہمیشگی والا اچھا ٹھکانا تو اللہ ہی کے پاس ہے مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ

لانبے لانبے کرتے پہنے آ گئے دونوں بچے کرتوں میں الجھ الجھ کر گر تے پڑتے آ رہے تھے یہ کرتے سرخ رنگ کے تھے حضور کی نظریں جب ان پر پڑیں تو منبر سے اتر کر انہیں اٹھا کر لائے اور اپنے سامنے بٹھا لیا۔ پھر فرمانے لگے اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اس کے رسول نے بھی سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں ان دونوں کو گرتے پڑتے آتے دیکھ کر صبر نہ آ سکا۔ آخر خطبہ چھوڑ کر انہیں اٹھانا پڑا۔ مسند میں ہے حضرت اشعث بن قیس فرماتے ہیں کندہ قبیلے کے وفد میں میں بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا تمہاری کچھ اولاد بھی ہے۔ میں نے کہا ہاں اب آتے ہوئے ایک لڑکا ہوا ہے کاش کہ اس کے بجائے کوئی درندہ ہوتا آپ نے فرمایا خبردار ایسا نہ کہو ان میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور اگر انتقال کر جائیں تو اجر ہے، پھر فرمایا ہاں یہی بزدلی اور غم کا سبب بھی بن جاتے ہیں یہ بزدلی اور غم و رنج بھی ہیں، بزار میں ہے اولاد دل کا پھل ہے اور یہ بخل و نامردی اور غمگینی کا باعث بھی ہے۔ طبرانی میں ہے تیرا دشمن صرف وہی نہیں جو تیرے مقابلہ میں کفر پر جم کر لڑائی کے لئے آیا۔ کیونکہ اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو تیرے لئے باعث نور ہے اور اگر اس نے تجھے قتل کر دیا تو تو قطعاً جنتی ہو گیا۔ پھر فرمایا شاید تیرا یوں دشمن تیرا بچہ ہے جو تیری پیٹھ سے نکلا پھر تجھ سے دشمنی کرنے لگا۔ پھر فرماتا ہے اپنے مقدور بھر اللہ کا خوف رکھو اس کے عذابوں سے بچاؤ مہیا کرو۔ صحیحین میں ہے جو حکم میں کروں اسے مقدور بھر بجا لاؤ جس سے میں روک دوں رک جاؤ۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ سورۂ آل عمران کی آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ الخ کی ناسخ یہ آیت ہے، یعنی پہلے فرمایا تھا اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیے لیکن اب فرما دیا کہ اپنی طاقت کے مطابق، چنانچہ حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں پہلی آیت لوگوں پر بڑی بھاری پڑی تھی۔ اس قدر لمبے قیام کرتے تھے کہ پیروں پر ورم آ جاتا تھا اور اتنے لمبے سجدے کرتے تھے کہ پیشانیاں زخمی ہو جاتی تھیں پس اللہ تعالیٰ نے یہ دوسری آیت اتار کر تخفیف کر دی اور بھی بعض مفسرین نے یہی فرمایا ہے اور پہلی آیت کو منسوخ اور اس دوسری آیت کو ناسخ بتلایا ہے، پھر فرماتا ہے اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار بن جاؤ ان کے حکم سے ایک انچ ادھر ادھر نہ ہٹو نہ آگے بڑھو نہ پیچھے سرکو اس کے کسی امر کو نہ چھوڑو اور نہی کا خلاف کرو جو خدا نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے رشتہ داروں کو فقیروں مسکینوں کو اور حاجتمندوں کو دیتے رہو۔ خدا تعالیٰ نے تم پر احسان کیا تم دوسری مخلوق پر احسان کرو تا کہ اس جہان میں بھی خدا تعالیٰ کے احسان کے مستحق بن جاؤ اور اگر یہ نہ کیا تو دونوں جہان کی بربادی اپنے ہاتھوں آپ مول لو گے، آیت وَمَنْ یُّوْقَ الخ کی تفسیر سورۂ حشر کی اس آیت میں گزر چکی ہے۔ جب تم کوئی چیز راہ للہ دو گے اللہ اس کا بدلہ دیگا۔ ہر صدقے کی جزا عطا فرمائیگا، تمہارا مسکینوں کے ساتھ سلوک کرنا گویا خدا کو قرض دینا ہے۔ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون ہے؟ جو ایسے کو قرض دے جو نہ ظالم ہے نہ مفلس نہ نادہندہ، پس فرماتا ہے وہ تمہیں بہت کچھ بڑھا چڑھا کر پھیر دے گا جیسے سورۂ بقرہ میں بھی فرمایا ہے کہ کئی کئی گنا بڑھا کر دے گا۔ ساتھ ہی خیرات سے تمہارے گناہ معاف کر دیگا۔ اللہ بڑا قدر دان ہے، تھوڑی سی نیکی کا بہت بڑا اجر دیتا ہے وہ بردبار ہے درگذر کرتا ہے بخش دیتا ہے گناہوں سے اور لغزشوں سے چشم پوشی کر لیتا ہے خطاؤں اور برائیوں کو معاف فرما دیتا ہے وہ چھپے کھلے کا عالم ہے وہ غالب اور با حکمت ہے، ان اسماء حسنیٰ کی تفسیر کئی کئی مرتبہ اس سے پہلے گزر چکی ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے سورۂ تغابن کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۂ طلاق مدنیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ

اے پیغمبر آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ جب تم لوگ (اپنی) عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کو زمانۂ عدت (یعنی حیض) سے پہلے (یعنی طہر میں) طلاق دو

لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ

اور تم عدت کو یاد رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے ان عورتوں کو ان کے (رہنے کے) گھروں سے مت نکالو

مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَ

(کیونکہ سکنیٰ مطلقہ کا مثل منکوحہ کے واجب ہے) اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں مگر ہاں کوئی کھلی بے حیائی کریں تو اور بات ہے اور یہ سب خدا کے مقرر کئے ہوئے

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ

احکام ہیں اور جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کر یگا (مثلاً اس عورت کو گھر سے نکال دیا) اس نے اپنے اوپر ظلم کیا تجھ کو خبر نہیں شاید اللہ تعالیٰ

لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ①

بعد اس طلاق دینے کے کوئی نئی بات (تیرے دل میں) پیدا کر دے۔

کچھ مسائل اولاً تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شرافت و کرامت کے طور پر خطاب کیا گیا پھر آپ کی اُمت سے خطاب کیا گیا اور طلاق کے مسئلہ کو سمجھایا گیا، ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ کو طلاق دی وہ اپنے میکے آگئیں اس پر یہ آیت اتری اور آپ سے فرمایا گیا کہ ان سے رجوع کرو وہ بہت زیادہ روزہ رکھنے والی اور بہت زیادہ نماز پڑھنے والی ہیں اور وہ یہاں بھی آپ کی بیوی ہیں اور جنت میں بھی آپ کی ازواج میں داخل ہیں، یہی روایت مرسلاً ابن جریر میں ہے اور سندوں سے بھی آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دی پھر رجوع کر لیا، صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی صاحبہ کو حیض کی حالت میں طلاق دیدی حضرت عمرؓ نے یہ واقعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا آپ ناراض ہوئے اور فرمایا اُنہیں چاہیے کہ رجوع کر لیں پھر حیض سے پاک ہونے تک روکے رکھیں پھر دوسرا حیض آئے اور اس سے نہا لیں پھر اگر جی چاہے طلاق دیں بہرحال پاکیزگی کی حالت میں طلاق ہونی چاہیے بات چیت کرنے سے پہلے یہی وہ عدت ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں کے ساتھ مذکور ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن ریحانؒ نے جو غرہ کے مولیٰ ہیں حضرت ابو الزبیرؒ کے سنتے ہوئے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ اُس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو آپ نے فرمایا سنو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں طلاق دی تو حضورؐ نے حکم دیا کہ اسے لوٹا لے چنانچہ ابن عمرؓ نے رجوع کر لیا اور یہی حضورؐ نے فرمایا تھا اس کے پاک ہو جانے کے بعد اُسے اختیار ہے خواہ طلاق دے خواہ نہ دے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ فِيْ قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ (مسلم) دوسری روایت میں فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ہے یعنی طہر کی حالت میں جماع سے پہلے، بہت سے بزرگوں نے یہی فرمایا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی حالتِ حیض میں طلاق نہ دو۔ نہ اس طہر میں طلاق دو جس میں جماع ہو چکا ہو بلکہ اس وقت چھوڑ دو جب حیض آ جائے پھر اُس سے نہا لے تب ایک طلاق دوؔ۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں عدت سے مراد طہر ہے قرء سے مراد حیض ہے یا حمل کی حالت میں جب حمل ظاہر ہو

ؔ طلاق کے مسائل کو سمجھنے کے لئے یہ مختصر بات ذہن میں رکھئے کہ طلاق عنداللہ مباح ہونے کے باوجود شدید مبغوض (باقی ص۔۔ پر)

جس طہر میں مجامعت کر چکا ہے اس میں طلاق نہ دے نہ معلوم حاملہ ہے یا نہیں، یہیں سے باسمجھ علما نے احکامِ طلاق لئے ہیں اور طلاق کی دو قسمیں کی ہیں طلاقِ سنت اور طلاقِ بدعت طلاقِ سنت تو یہ ہے کہ طہر کی یعنی پاکیزگی کی حالت میں جماع کرنے سے پہلے طلاق دیدے یا حالتِ حمل میں طلاق دے اور بدعی طلاق یہ ہے کہ حالتِ حیض میں طلاق دے یا طہر میں دے لیکن مجامعت کر چکا ہو اور معلوم نہ ہو کہ حمل ہے یا نہیں؟ طلاق کی تیسری قسم بھی ہے جو نہ طلاقِ سنت ہے نہ طلاقِ بدعت اور وہ نابالغہ کی طلاق ہے اور اس عورت کی جسے حیض کے آنے سے ناامیدی ہو چکی ہو اور اس عورت کی جس سے جماع نہ ہوا ہو، ان سب کے احکام اور تفصیلی بحث کی جگہ کتبِ فروع ہیں نہ کہ تفسیر۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اَعلمُ۔ پھر فرمان ہے عدت کی حفاظت کرو اس کی ابتدا انتہا کی دیکھ بھال رکھو ایسا نہ ہو کہ عدت کی لمبائی عورت کو دوسرا خاوند کرنے سے روک دے اور اس بارے میں اپنے معبودِ حقیقی پروردگارِ عالم سے ڈرتے رہو، عدت کے زمانے میں مطلقہ عورت کی رہائش کا مکان خاوند کے ذمہ ہے وہ اسے نکال نہ دے اور نہ خود اُسے نکلنا جائز ہے کیونکہ وہ اپنے خاوند کے حق میں رُکی ہوئی ہے فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ زنا کو بھی شامل ہے اور اُسے بھی کہ عورت اپنے خاوند کو تنگ کرے اس کا خلاف کرے اور ایذا پہنچائے یا بدزبانی و کج خلقی شروع کر دے اور اپنے کاموں سے اور اپنی زبان سے سسرال والوں کو تکلیف پہنچائے تو ان صورتوں میں بیشک خاوند کو جائز ہے کہ اسے اپنے گھر سے نکال باہر کرے، یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس کی شریعت اور اس کے بتلائے ہوئے احکام ہیں۔ جو شخص ان پر عمل نہ کرے انہیں بے حرمتی کے ساتھ توڑ دے ان سے آگے بڑھ جائے وہ اپنا ہی بُرا کرنے والا اور اپنی ہی جان پر ظلم ڈھانے والا ہے، شاید کہ اللہ کوئی نئی بات پیدا کر دے، اللہ کے ارادوں کو اور ہونے والی باتوں کو کوئی نہیں جان سکتا، عدت کا زمانہ مطلقہ عورت کو خاوند کے گھر گذارنے کا حکم دینا اس مصلحت سے ہے کہ ممکن ہے اس مدت میں اس کے خاوند کے خیالات بدل جائیں، طلاق دینے پر نادم ہو دل میں لوٹا لینے کا خیال پیدا ہو جائے اور پھر رجوع کر کے دونوں میاں بیوی امن و امان سے گذارا کرنے لگیں، نیا کام پیدا کرنے سے مراد بھی رجعت ہے، اسی بنا پر بعض سلف اور ان کے تابعین مثلاً حضرت امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کا مذہب ہے کہ مبتوتہ یعنی وہ عورت جس کی طلاق کے بعد خاوند کو رجعت کا حق باقی نہ رہا ہو اس کے لئے عدت گذارنے کے زمانہ تک مکان کا دینا خاوند کے ذمہ نہیں، اسی طرح جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اسے بھی رہائشی مکان عدت تک کے لئے دینا اس کے وارثوں پر نہیں ان کی اعتمادی دلیل حضرت فاطمہ بنتِ قیس فہریہؓ والی حدیث ہے کہ جب ان کے خاوند حضرت ابو عمرو بن حفص نے ان کو تیسری اور آخری طلاق دیدی اور وہ اس وقت یہاں موجود نہ تھے بلکہ یمن میں تھے اور وہیں سے طلاق دی تھی تو اُن کے وکیل نے ان کے پاس تھوڑے سے جَو بھیج دیئے تھے کہ یہ تمہاری خوراک ہے یہ بہت ناراض ہوئیں اس نے کہا بگڑتی کیوں ہو؟ تمہارا نفقہ کھانا پینا ہمارے ذمہ نہیں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تیرا نفقہ اس پر نہیں، مسلم میں ہے نہ تیرے رہنے سہنے کا گھر، اور ان سے فرمایا کہ تم ام شریک کے گھر اپنی عدت گذارو، پھر فرمایا: ہاں تو میرے اکثر صحابہؓ جایا آیا کرتے ہیں تم عبداللہ بن اُم مکتوم کے ہاں اپنی عدت کا زمانہ گذارو وہ ایک نابینا آدمی ہیں تم وہاں آرام سے اپنے کپڑے بھی رکھ سکتی ہو الخ مسند احمد میں ہے کہ ان کے خاوند کو حضورؐ نے کسی جہاد پر بھیجا تھا انہوں نے وہیں سے انہیں طلاق بھیجدی اُن کے بھائی نے ان سے کہا کہ ہمارے گھر سے چلی جاؤ انہوں نے کہا نہیں جب تک عدت ختم نہ ہو جائے میرا رہنا سہنا اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۲) معاملہ تھا اسلئے اس میں شریعت نے اس قدر پابندیاں عائد کی ہیں جن کے نتیجے میں طلاق کی صورت بہت ہی نادر ہو جائے اور ان تمام خطرات کا سد باب کیا ہے جن سے طلاق کے کثیر الوقوع ہونیکا امکان تھا مثلاً بعض اوقات شوہر جماع کا مشتاق ہوتا ہے عین اس وقت میں عورت کا عذرِ حیض کر دینا اسپر نہایت گراں گزرتا ہے اور شدتِ غضب میں طلاق تک دے بیٹھتا ہے اسلئے شریعت نے ضروری قرار دیا کہ عورت حائضہ نہو، پھر بھی اگر کسی خاص وجہ سے طلاق دینا ہی ضروری ہو تو ابتداءً ایک دینے کا حکم ہوا تاکہ اگر رجوع کرنا چاہے تو اس کا امکان باقی رہے۔

کھانا پینا میرے خاوند کے ذمہ ہے۔ اس نے انکار کیا آخر حضورؐ کے پاس یہ معاملہ پہنچا جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ آخری تیسری طلاق ہے تب آپ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا نان نفقہ گھر بار خاوند کے ذمہ اس صورت میں ہے کہ اُسے حق رجوت حاصل ہو جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں تم یہاں سے چلی جاؤ اور فلاں عورت کے گھر اپنی عدت گذارو پھر فرمایا وہاں تو صحابہ کی آمدورفت ہے تم ابن امّ مکتومؓ کے گھر عدت کا زمانہ گذارو وہ نابینا ہیں تمہیں دیکھ نہیں سکتے الخ طبرانی میں ہے یہ حضرت فاطمہؓ بنت قیس ضحاک بن قیس قرشیؓ کی بہن تھیں ان کے خاوند مخزومی قبیلہ کے تھے، طلاق کی خبر کے بعد ان کے نفقہ طلب کرنے پر ان کے خاوند کے اولیا نے کہا تھا نہ تو تمہارے میاں نے کچھ بھیجا ہے نہ ہمیں دینے کو کہا ہے اور حضورؐ کے فرمان میں یہ بھی ہے کہ جب عورت کو وہ طلاق مل جائے جس کے بعد وہ اپنے اگلے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے جب تک دوسرے سے نکاح اور پھر قطعی علیحدگی نہ ہو جائے تو اس صورت میں عدت کا نان نفقہ اور رہنے کا مکان اس خاوند کے ذمہ نہیں ؛

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ

(مثلاً طلاق) پر ندامت ہو تو جس میں اس کا تدارک ہو سکتا ہے) پھر جب وہ (مطلقہ) عورتیں اپنی عدت گزرنے کے قریب تک پہنچ جائیں (تو تم کو دو اختیار ہیں یا تو) ان کو

اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ

قاعدے کے موافق نکاح میں رہنے دو یا قاعدہ کے موافق انکو رہائی دو اور آپس میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ کر لو اے گواہو اگر گواہی کی حاجت پڑے تو ٹھیک ٹھیک اللہ کے

مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ

واسطے (بلا رو رعایت) گواہی دو اس مضمون سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے لئے (مضرتوں سے)

مَخْرَجًا ۙ﴿۲﴾ وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ

نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کریگا تو اللہ تعالیٰ اس (کی اصلاح

فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ﴿۳﴾

مہمات) کیلئے کافی ہے اللہ تعالیٰ اپنا کام (جس طرح چاہے) پورا کر کے رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا ایک اندازہ (اپنے علم میں) مقرر کر رکھا ہے

اختتام عدت اور مستقبل کی باتیں

ارشاد ہوتا ہے کہ عدت والی عورتوں کی عدت جب پوری ہونے کے قریب پہنچ جائے تو ان کے خاوندوں کو چاہیے کہ دو باتوں میں سے ایک کریں یا تو انہیں بھلائی اور سلوک کے ساتھ اپنے ہی نکاح میں روک رکھیں یعنی طلاق جو دی تھی اس سے رجوع کر کے باقاعدہ اس کے ساتھ بود و باش رکھیں یا انہیں اور طلاق دیدیں لیکن بُرا بھلا کہے بغیر گالی گلوچ دیئے بغیر سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ بغیر بھلائی اچھائی اور خوبصورتی کے ساتھ یہ یاد رہے کہ رجعت کا اختیار اُس وقت ہے جب ایک طلاق ہوئی ہو یا دو ہوئی ہوں) پھر فرماتا ہے اگر رجعت کا ارادہ ہو اور رجعت کر لو یعنی لوٹا لو تو اس پر دو عادل مسلمان گواہ رکھ لو، ابو داؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اس سے جماع کرتا ہے نہ طلاق پر گواہ رکھتا ہے نہ رجعت پر تو آپ نے فرمایا اس نے خلاف سنت طلاق دی اور خلاف سنت رجوع کیا، طلاق پر بھی گواہ رکھنا چاہیے۔ اور رجعت پر بھی، اب دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نکاح، طلاق، رجعت بغیر دو عادل گواہوں کے جائز نہیں جیسے فرمان خدا ہے، ہاں مجبوری ہو تو اور بات ہے پھر فرماتا ہے گواہ مقرر کرنے کا اور سچی شہادت دینے کا حکم انہیں ہو دیا

ہے جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہوں خدا کی شریعت کے پابند اور عذاب آخرت سے ڈرنے والے ہوں حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں رجعت پر گواہ رکھنا واجب ہے گو آپ سے ایک دوسرا قول بھی منقول ہے اسی طرح نکاح پر گواہ رکھنا بھی آپ واجب بتلاتے ہیں، ایک اور جماعت کا بھی یہی قول ہے، اس مسئلہ کو ماننے والی علماء کرام کی جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ رجعت بغیر زبانی کہے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ گواہ رکھنا ضروری ہے اور جب تک زبان سے نہ کہے گواہ کیسے مقرر کئے جائیں گے پھر فرماتا ہے کہ جو شخص احکام خدا بجالائے اس کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے مخلصی پیدا کرتا ہے اور ایسی جگہ سے اس طرح رزق پہنچاتا ہے کہ اس کے خواب و خیال میں بھی نہ ہو مسند احمد میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا اے ابوذرؓ اگر تمام لوگ صرف اسے ہی لے لیں تو کافی ہے، پھر آپ نے بار بار اس کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ مجھے اونگھ آنے لگی پھر آپ نے فرمایا ابوذرؓ تم کیا کرو گے جب تمہیں مدینہ سے نکال دیا جائے گا؟ جواب دیا کہ میں اور کشادگی اور رحمت کی طرف چلا جاؤں گا، یعنی مکہ شریف کو، وہیں کا کبوتر بن کر رہ جاؤں گا آپ نے فرمایا پھر کیا کرو گے جب تمہیں وہاں سے بھی نکالا جائے؟ میں نے کہا شام کی پاک زمین میں چلا جاؤں گا، فرمایا جب شام سے نکالا جائیگا تو کیا کرو گے؟ میں نے کہا حضورؐ خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ پیغمبر بنا کر بھیجا ہے پھر تو اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھ کر مقابلہ پر اتر آؤں گا۔ آپ نے فرمایا کیا میں تمکو اس سے بہتر ترکیب بتلاؤں؟ میں نے کہا ہاں حضورؐ ضرور ارشاد ہو فرمایا بس سنتے اور مانتے رہو اگرچہ تمہارا امیر حبشی غلام ہو، ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں بہت ہی جامع آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ ہے اور سب سے زیادہ کشادگی کا وعدہ اس آیت وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ الخ میں ہے، مسند میں فرمان رسولؐ ہے کہ جو شخص بکثرت استغفار کرتا رہے اللہ تعالیٰ اسے ہر غم سے نجات اور ہر تنگی سے فراخی دیگا اور ایسی جگہ سے رزق پہنچائیگا جہاں کا اسے خیال و گمان تک نہ ہو حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی کرب و بے چینی سے نجات دیگا، ربیعؒ فرماتے ہیں لوگوں پر جو کام بھاری ہوں اس پر آسان ہو جائیگا، حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو خدا کے حکم کے مطابق طلاق دے گا اللہ اسے مخلصی کی راہ اور نجات دیگا، ابن مسعودؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ اگر چاہے دے اگر نہ چاہے نہ دے، حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں تمام امور کے شبہ سے اور موت کی تکلیف سے بچالیگا اور روزی ایسی جگہ سے دیگا جہاں کا گمان بھی نہ ہو، حضرت سدیؒ فرماتے ہیں یہاں اللہ سے ڈرنے کے یہ معنی ہیں کہ سنت کے مطابق طلاق دے اور سنت کے مطابق رجوع کرے، آپ فرماتے ہیں حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو کفار گرفتار کر کے لے گئے اور انہیں جیل خانے میں ڈال دیا ان کے والد حضورؐ کے پاس آتے اور اپنے بیٹے کی حالت اور حاجت، مصیبت اور تکلیف بیان کرتے رہتے آپ انہیں صبر کی تلقین کرتے اور فرماتے عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے لئے نجات کی سبیل بنا دیگا تھوڑے دن گذرے ہوں گے جو ان کے بیٹے دشمنوں میں سے نکل بھاگے راستے میں دشمنوں کی بکریوں کا ریوڑ مل گیا جسے اپنے ساتھ ہنکا لائے اور بکریاں لئے ہوئے اپنے والد کی خدمت میں جا پہنچے پس یہ آیت اتری کہ متقی بندوں کو خدا نجات دیتا ہے اور اس کا گمان بھی نہ ہو وہاں سے اسے روزی پہنچاتا ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ گناہ کی وجہ سے انسان اپنی روزی سے محروم ہو جاتا ہے تقدیر کو لوٹانے والی چیز صرف دعا ہےع - عمر میں زیادتی کرنے والی چیز صرف نیکی اور خوش سلوکی ہے، سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ حضرت مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لڑکے حضرت عوف رضی اللہ عنہ جب کافروں کی قید میں تھے تو حضورؐ نے فرمایا ان سے کہلوا دو کہ بکثرت لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھتے رہیں ایک دن اچانک بیٹھے بیٹھے ان کی قید کھل گئی اور یہ وہاں سے

ع اگرچہ یہ بھی تقدیر سے باہر نہیں یعنی تقدیر ہی میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ فلاں آدمی کی دعائیں فلاں مصائب ...... مقدر کو یوں کردیں گی:

نکل بھاگے ان لوگوں کی ایک اونٹنی ہاتھ لگ گئی جس پر سوار ہو لئے راستے میں اُن کے اونٹوں کے ریوڑ ملے انہیں اپنے ساتھ ہنکا لائے وہ لوگ پیچھے دوڑے لیکن یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے سیدھے اپنے گھر آئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی باپ نے آواز سنکر فرمایا خدا کی قسم یہ تو عوف ہے ماں نے کہا ہائے وہ کہاں وہ تو قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا ہوگا۔ اب دونوں ماں باپ اور خادم دروازے کی طرف دوڑے کھولا دیکھا تو ان کے لڑکے حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور تمام انگنائی اونٹوں سے بھری پڑی ہے پوچھا کہ یہ اونٹ کیسے ہیں؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا تو فرمایا اچھا ٹھیرو میں حضورؐ سے ان کی بابت مسئلہ دریافت کر آؤں حضرتؐ نے فرمایا وہ سب تمہارا مال ہے جو چاہو کرو اور یہ آیت اُتری کہ اللہ سے ڈرنے والوں کی مشکل خدا آسان کرتا ہے اور بیگمان روزی پہنچاتا ہے ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے جو شخص ہر طرف سے کھنچکر اللہ تعالیٰ کا ہو جائے اللہ اس کی ہر مشکل میں اسے کفایت کرتا ہے اور بے حساب روزیاں دیتا ہے اور جو خدا سے ہٹ کر دنیا ہی کا ہو جائے اللہ تعالیٰ بھی اُسے اسی کی طرف سونپ دیتا ہے مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورؐ کے ساتھ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے جو آپ نے فرمایا میں تمہیں چند باتیں سکھاتا ہوں سُنو تم اللہ تعالیٰ کی یاد رکھو وہ تمہیں یاد رکھے گا، اللہ تعالیٰ کے حکم کی حفاظت کرو تو اللہ تعالیٰ کو اپنے پاس بلکہ اپنے سامنے پاؤ گے جب کچھ مانگنا ہو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو، جب مدد طلب کرنی ہو اُسی سے مدد چاہو کہ تمام اُمت مل کر تمہیں نفع پہنچانا چاہے اور خدا تعالیٰ کو منظور نہ ہو تو ذرا سا بھی نفع نہیں پہنچا سکتی اور اسی طرح سارے کے سارے جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو بھی نہیں پہنچا سکتے اگر تقدیر میں نہ لکھا ہو قلمیں اٹھ چکیں اور صحیفے خشک ہو گئے۔ع۲ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں مسند احمد کی اور حدیث میں ہے جسے کوئی حاجت ہو اور وہ لوگوں کی طرف لے جائے تو بہت ممکن ہے کہ وہ سختی میں پڑ جائے اور کام مشکل ہو جائے اور جو اپنی حاجت اللہ کی طرف لے جائے اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مُراد پوری کرتا ہے یا تو جلدی اسی دنیا ہی میں یا دیر کے بعد یعنی موت کے بعد۔ع۳ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے قضایا اور احکام جس طرح اور جیسے چاہے اپنی مخلوق میں پورے کرنے والا اور اچھی طرح جاری رکھنے والا ہے۔ ہر چیز کا اس نے اندازہ مقرر کیا ہوا ہے جیسے اور جگہ ہے کُلُّ شَیۡءٍ عِنۡدَهٗ بِمِقۡدَارٍ ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے۔

وَالّٰۗـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَاۗىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ

مقرر کر رکھا ہے (اور عدت کا اجمالاً ذکر تھا) اور (تفصیل یہ کہ) تمہاری (مطلقہ) بیبیوں میں جو عورتیں (بوجہ زیادت سن کے) حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہیں، اگر تم کو ان کی

اَشْهُرٍ وَّالّٰۗـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ۭ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ

عدت کے تعین میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور اسی طرح جن عورتوں کو (اب تک بوجہ کم عمری کے) حیض نہیں آیا اور حاملہ عورتوں کی عدت اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝۴ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ

اور جو شخص اللہ سے ڈریگا اللہ تعالیٰ اس کے ہر ایک کام میں آسانی کر دیگا یہ (جو کچھ مذکور ہوا) اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور جو شخص (ان معاملات میں)

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ۝۵

اللہ تعالیٰ سے ڈریگا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کر دے گا (ذکر مغفرت عظیمہ کا سبب ہے) اور اسکو بڑا اجر دے گا

ع۱ یہ تقاضا احتیاط اور تقویٰ کا عالم۔ ع۲ یعنی جو کچھ تقدیر میں تھا وہ طے ہو چکا۔ ع۳ بہر حال جو بندہ کے مناسب اور اس کی بہترین مصالح کے مطابق ہو۔

کہنہ عمر مستورات

جن بڑھیا عورتوں کے بوجہ اپنی بڑی عمر کے ایام بند ہو گئے ہوں ان کی عدت یہاں بتلائی جاتی ہے کہ تین مہینے کی عدت گذاریں جیسے کہ ایام والی عورتوں کی عدت تین حیض ہے ملاحظہ ہو سورہ بقرہ کی آیت، اسی طرح وہ نابالغ لڑکیاں جو اس عمر کو نہیں پہنچیں کہ انھیں حیض آئے اُن کی عدت بھی تین مہینے رکھی اگر تمہیں شک ہو اس کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ یہ خون دیکھ لیں اور تمہیں شبہ گذرے کہ آیا حیض کا خون ہے یا بیماری کا، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی عدت کے حکم میں تمہیں شک باقی رہ جائے اور تم اُسے نہ پہچان سکو تو تین مہینے یاد رکھو، یہ دوسرا قول ہی زیادہ واضح ہے اس کی دلیل یہ روایت بھی ہے کہ حضرت اُبی بن کعب نے کہا تھا یا رسول اللہ بہت سی عورتوں کی عدت ابھی بیان نہیں ہوئی، کمسن لڑکیاں بوڑھی بڑی عورتیں اور حمل والی عورتیں اس کے جواب میں یہ آیت اُتری، پھر حاملہ کی عدت بیان فرمائی کہ وضع حمل اس کی عدت ہے گو طلاق یا خاوند کی موت کے ذرا سی دیر بعد ہی ہو جائے، جیسے کہ اس آیۂ کریمہ کے الفاظ ہیں اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے اور جمہور علماء سلف وخلف کا قول ہے، ہاں حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ سورۂ بقر کی آیت اور اس آیت کو ملا کر اُن کا فتویٰ ہے کہ ان دونوں میں سے جو زیادہ دیر میں ختم ہو وہ عدت یہ گذارے یعنی اگر بچہ تین مہینے سے پہلے پیدا ہو گیا تو تین مہینے کی عدت ہے اور تین مہینے گذر چکے اور بچہ پیدا نہیں ہوا تو بچے کے ہونے تک عدت ہے صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو سلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اُس وقت حضرت ابو ہریرہؓ بھی وہیں موجود تھے، اس نے سوال کیا کہ اس عورت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جسے اپنے خاوند کے انتقال کے بعد چالیسویں دن بچہ ہو جائے آپ نے فرمایا دونوں عدتوں میں سے آخری عدت اُسے گذارنی پڑیگی یعنی اس صورت میں تین مہینے کی عدت اُس پر ہے ابو سلمہؓ نے کہا قرآن میں جو ہے کہ حمل والیوں کی عدت بچہ کا ہو جانا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا میں بھی اپنے چچازاد بھائی حضرت ابو سلمہؓ کے ساتھ ہوں یعنی میرا بھی یہی فتویٰ ہے، حضرت ابن عباسؓ نے اُسی وقت اپنے غلام کُریب کو حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ جاؤ اُن سے یہ مسئلہ پوچھ آؤ انھوں نے فرمایا سُبیعہ اسلمیہؓ کے شوہر قتل کئے گئے اور یہ اس وقت حاملہ تھیں۔ چالیس راتوں کے بعد بچہ پیدا ہو گیا اُسی وقت ان کا پیغام آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر دیا پیغام بھیجنے والوں میں حضرت ابو السنابلؓ بھی تھے، یہ حدیث قدرے طوالت کے ساتھ اور کتابوں میں بھی ہے، حضرت عبداللہ بن عتبہؓ نے حضرت عمر بن عبداللہ بن ارقم زہریؒ کو لکھا کہ وہ سُبیعہ بنت حارث اسلمیہؓ کے پاس جائیں اور ان سے ان کا واقعہ دریافت کر کے انہیں لکھ بھیجیں، یہ گئے دریافت کیا اور لکھا کہ ان کے خاوند حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ تھے یہ بدری صحابی تھے حجۃ الوداع میں فوت ہو گئے اُس وقت یہ حمل سے تھیں تھوڑے ہی دن کے بعد انہیں بچہ پیدا ہو گیا جب نفاس سے پاک ہوئیں تو اچھے کپڑے پہن کر آراستہ ہو کر بیٹھ گئیں حضرت ابو السنابلؓ بن بعکک جب ان کے پاس آئے تو انہیں اس حالت میں دیکھکر کہنے لگے تم جو اس طرح بیٹھی ہو تو کیا نکاح کرنا چاہتی ہو واللہ تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ چار مہینے دس دن نہ گذر جائیں۔ میں یہ سنکر چادر اوڑھ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے یہ مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا بچہ پیدا ہوتے ہی تم عدت سے نکل گئیں اب تمہیں اختیار ہے اگر چاہو اپنا نکاح کر لو (مسلم) صحیح بخاری میں اس آیت کے تحت میں اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت محمد بن سیرینؒ ایک مجلس میں تھے جہاں حضرت عبدالرحمٰن بن ابو لیلی بھی تھے جن کی تعظیم وتکریم ان کے ساتھی بہت ہی کیا کرتے تھے انہوں نے حاملہ کی عدت آخری دو عدتوں میں کی میعاد بتلائی اس پر میں نے حضرت سُبیعہؓ والی حدیث بیان کی اس پر میرے بعض ساتھی مجھے ٹہوکے لگانے لگے میں نے کہا پھر تو میں نے بڑی جرأت کی اگر عبداللہ پر میں نے بہتان باندھا حالانکہ وہ کوفہ کے کونے میں زندہ موجود ہیں پس وہ ذرا شرما گئے اور کہنے لگے لیکن ان کے چچا تو یہ نہیں کہتے۔ میں حضرت ابو عطیہ مالک بن عامرؒ سے ملا انہوں نے مجھے حضرت سُبیعہؓ والی حدیث پوری کہ سنائی۔

میں نے کہا تم نے اس بابت حضرت عبداللہؓ سے بھی کچھ سنا ہے؟ فرمایا ہم حضرت عبداللہؓ کی خدمت میں تھے آپ نے فرمایا کیا تم اس پر سختی کرتے ہو اور رخصت نہیں دیتے؟ سورۂ نساء قصریٰ یعنی سورۃ الطلاق سورۂ نساء طولیٰ کے بعد اتری ہے اور اس میں فرمان ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو ملاعنہ کرنا چاہے میں اس سے ملاعنہ کرنے کو تیار ہوں یعنی میرے فتوے کے خلاف جس کا فتویٰ ہو میں تیار ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں آئے اور جھوٹے پر خدا کی لعنت کی دعا کرے، میرا فتویٰ یہ ہے کہ حمل والی کی عدت بچہ کا پیدا ہو جانا ہے پہلے عام حکم تھا کہ جن عورتوں کے خاوند مر جائیں وہ چار مہینے دس دن عدت گزاریں اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ حمل والیوں کی عدت بچے کا پیدا ہو جانا ہے پس یہ عورتیں ان عورتوں میں سے مخصوص ہو گئیں اب مسئلہ یہی ہے کہ جس عورت کا خاوند انتقال کر جائے اور وہ حاملہ ہو تو جب حمل سے فارغ ہو جائے عدت سے نکل گئی، ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب انھیں معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کا فتویٰ یہ ہے کہ اس کی عدت ان دونوں عدتوں میں سے جو آخری ہو وہ ہے مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حمل والیوں کی عدت جو وضع حمل ہے یہ تین طلاق والیوں کی عدت ہے یا فوت شدہ خاوند والیوں کی آپ نے فرمایا دونوں کی، یہ حدیث بہت غریب ہے بلکہ منکر ہے اس لئے کہ اس کی اسناد میں مثنیٰ بن صباح ہے اور وہ بالکل متروک الحدیث ہے لیکن اس کی دوسری سندیں بھی ہیں۔ پھر فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ متقیوں کے لئے ہر مشکل سے آسانی اور ہر تکلیف سے راحت عنایت فرما دیتا ہے یہ اللہ کے احکام اور اس کی پاک شریعت ہے جو اپنے رسولؐ کے واسطے سے تمہاری طرف اتار رہا ہے اللہ سے ڈرنے والوں کو اور چیزوں کے ڈر سے اللہ تعالیٰ بچا لیتا ہے اور ان کے تھوڑے عمل پر بڑا اجر دیتا ہے۔

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ

تم ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کیلئے (اس کے بارے میں) تکلیف مت پہنچاؤ اور اگر وہ (مطلقہ) عورتیں

وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ

حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک ان کو (کھانے پینے کا) خرچ دو پھر اگر وہ (مطلقہ) عورتیں (جبکہ پہلے ہی کو بچے والیاں ہوں یا

أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۖ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ ۖ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ

بچہ ہی پیدا ہونے کو ان کی عدت ختم ہوئی ہو) تمہارے لئے (بچہ کو اجرت پر) دودھ پلا دیں تو تم ان کو (مقررہ) اجرت دو اور (اجرت کے بارے میں) باہم مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو اور اگر

فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ ﴿٦﴾ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ ۖ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ

تم باہم کشمکش کرو گے تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دیگی (آگے بچہ کے نفقہ کے بارے میں ارشاد ہے کہ) وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق (بچہ پر) خرچ کرنا چاہیے اور جس کی آمدنی کم ہو

فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ﴿٧﴾ ع ۱ ۱۷

اسکو چاہیے کہ اللہ نے جتنا اسکو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے خدا تعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اسکو دیا ہے خدا تعالیٰ تنگی کے بعد جلدی فراغت بھی دیگا (کو بقدر ضرورت حاجت)

حسن معاشرت

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنی بیوی کو طلاق دے تو عدت کے گذر جانے تک اس کے رہنے سہنے کو اپنا مکان دے، یہ جگہ اپنی طاقت کے مطابق ہے یہاں تک کہ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں اگر زیادہ وسعت نہ ہو تو اپنے ہی مکان کا ایک کونہ اسے دیدے، اسے تکلیفیں پہنچا کر اس قدر تنگ کرد کہ وہ

مکان چھوڑ کر چلی جائے یا تم سے چھوٹنے کے لئے اپنا حق مہر چھوڑ دے یا اس طرح کی طلاق دی دیکھا کہ دو ایک روز عدت کے رہ گئے ہیں رجوع کا اعلان کر دیا پھر طلاق دیدی اور عدت کے ختم ہونے کے قریب رجعت کر لی تاکہ نہ وہ بیچاری سہاگن رہے نہ رانڈ، پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر طلاق والی عورت حمل سے ہو تو بچہ ہونے تک اس کا نان نفقہ اس کے خاوند کے ذمہ ہے اکثر علماء کا خیال ہے کہ یہ حکم خاص اُن عورتوں کے لئے بیان ہو رہا ہے جنھیں آخری طلاق دے دی گئی ہو جس سے رجوع کرنے کا حق اُن کے خاوندوں کو نہ رہا ہو۔ اس لئے کہ جن سے رجوع ہو سکتا ہے اُن کی عدت تک کا خرچ تو خاوند کے ذمہ ہے ہی وہ حمل سے ہوں تب بھی اور بے حمل ہوں تو بھی اور حضرات علماء فرماتے ہیں یہ حکم بھی اُنہیں عورتوں کا بیان ہو رہا ہے جن سے رجعت کا حق حاصل ہے کیونکہ اوپر بھی انہی کا بیان تھا اسے الگ اس لئے بیان کر دیا کہ عموماً حمل کی مدت لمبی ہوتی ہے تو کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ عدت کے زمانے جتنا نفقہ تو ہمارے ذمہ ہے پھر نہیں اسلئے صاف طور پر فرما دیا کہ رجعیت والی طلاق کے وقت اگر عورت حمل سے ہو تو جب تک بچہ نہ ہو اس کا کھلانا پلانا خاوند کے ذمہ ہے پھر اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ خرچ اس کے لئے حمل کے واسطے سے ہے یا حمل کے لئے ہی، امام شافعیؒ وغیرہ سے دونوں قول مروی ہیں اور اس بناء پر بہت سے فرعی مسائل میں بھی اختلاف ہوتا ہے پھر فرماتا ہے کہ جب یہ مطلقہ عورتیں حمل سے فارغ ہو جائیں تو اگر تمہاری اولاد کو وہ دودھ پلائیں تو تمہیں ان کے دودھ پلانے کی اُجرت دینی چاہیے ہاں عورت کو اختیار ہے خواہ دودھ پلائے یا نہ پلائے لیکن اول دفعہ کا دودھ اسے ضرور پلانا چاہیے گو پھر دودھ نہ پلائے کیونکہ عموماً بچے کی زندگی اس دودھ کے ساتھ وابستہ ہے تو اگر وہ بعد میں بھی دودھ پلاتی رہے تو ماں باپ کے درمیان جو اُجرت طے ہو جائے وہ ادا کرنی چاہیے تم تمہ آپس میں جو کام ہوں وہ بھلائی کے ساتھ باقاعدہ دستور کے مطابق ہونے چاہئیں نہ یہ اُس کے نقصان کے درپے ہے نہ وہ اسے ایذا پہنچانے کی کوشش کرے، جیسے سورۂ بقرہ میں فرمایا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ یعنی بچے کے بارے میں نہ اس کی ماں کو ضرر پہنچانا چاہیے نہ اس کے باپ کو۔ پھر فرماتا ہے اگر آپس میں اختلاف بڑھ جائے مثلاً لڑکے کا باپ کم دینا چاہتا ہے جو اس کی ماں کو منظور نہیں یا ماں زائد مانگتی ہے جو باپ پر گراں ہے اور موافقت نہیں ہو سکتی دونوں کسی بات پر رضامند نہیں ہوتے تو اختیار ہے کہ کسی اور دایہ کو دیدیں۔ ہاں جو اور دایہ کو دیا جانا منظور کیا جاتا ہے اگر اسی پر اس بچے کی ماں رضامند ہو جائے تو زیادہ مستحق یہی ہے، پھر فرماتا ہے کہ بچے کا باپ یا ولی جو ہو اُسے چاہیے کہ بچہ پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے، تنگی والا اپنی طاقت کے مطابق دے، طاقت سے بڑھکر تکلیف کسی کو اللہ نہیں دیتا۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ کی بابت حضرت عمرؓ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ موٹا کپڑا پہنتے ہیں اور ہلکی غذا کھاتے ہیں آپ نے حکم دیا کہ انھیں ایک ہزار دینار بھجوا دو۔ اور جس کے ہاتھ بھجوائے ان سے کہدیا کہ دیکھنا وہ ان دیناروں کو پاکر کیا کرتے ہیں؟ جب یہ اشرفیاں انہیں مل گئیں تو انھوں نے باریک کپڑے پہنے اور نہایت نفیس غذائیں کھانی شروع کر دیں قاصد نے واپس آکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے اس نے اس آیت پر عمل کیا کہ کشادگی والا اپنی کشادگی کے مطابق خرچ کرے اور تنگی ترشی والا اپنی حالت کے موافق۔ طبرانی کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص کے پاس دس دینار تھے اس نے ان میں سے ایک راہِ للہ صدقہ کیا دوسرے کے پاس دس اوقیہ تھے اس نے اس میں سے ایک اوقیہ یعنی چالیس درہم خرچ کئے تیسرے کے پاس سو اوقیہ تھے جس میں سے اس نے اللہ

عـــہ ضرور ہی کہ شوہر سوچے کہ بچے کی محبت تو ماں کو زیادہ ہوتی ہے اسلئے مجبوراً دودھ پلائے گی خواہ میں اجرت دوں یا نہ دوں یہ بچے نکلوا جہ سے ماں کو نقصان پہنچانا ہوا یا ماں سوچے کہ بچہ اس کا بھی ہے اور بعد طلاق پریشان ہو کر دودھ مجھ ہی پلوائے گا کیونکہ بچہ کسی اور کا دودھ پیتا نہیں یا اسے موافق نہیں آتا اور اس لئے معمول سے زیادہ اجرت بڑھا دے یہ ماں کی طرف سے باپ کو ایذا دینی ہوگی محض باپ ہونے کی بناء پر۔

کے نام پر دس اوقیہ خرچ کئے تو یہ سب اجریں خدا کے نزدیک برابر ہیں اس لئے کہ ہر ایک نے اپنے مال کا دسواں حصہ فی سبیل اللہ دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سچا وعدہ دیتا ہے کہ وہ تنگی کے بعد آسانی کر دیگا۔ جیسے اور جگہ فرمایا فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ تحقیق سختی کے ساتھ آسانی ہے، مسند احمد کی حدیث اس جگہ ذکر کرنے کے قابل ہے جس میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پہلے زمانے میں ایک میاں بیوی تھے جو فقر و فاقہ سے اپنی زندگی گذار رہے تھے۔ پاس کچھ بھی نہ تھا ایک مرتبہ یہ شخص سفر سے آیا اور سخت بھوکا تھا بھوک کے مارے بیتاب تھا آتے ہی اپنی بیوی سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا ہاں آپ خوش ہو جائیے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی ہمارے ہاں آپہنچی ہے اس نے کہا پھر لاؤ جو کچھ ہو دیدو میں بہت بھوکا ہوں، بیوی نے کہا اور ذرا سی دیر صبر کر لو اللہ کی رحمت سے ہمیں بہت کچھ امید ہے پھر جب کچھ دیر اور ہو گئی اس نے بیتاب ہو کر کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے دیتی کیوں نہیں؟ مجھے تو بھوک سے سخت تکلیف ہو رہی ہے بیوی نے کہا اتنی جلدی کیوں کرتے ہو؟ اب تنور کھولتی ہوں، تھوڑی دیر گذرنے کے بعد جب بیوی نے دیکھا کہ یہ اب پھر تقاضا کرنا چاہتے ہیں تو خود بخود کہنے لگیں اب اٹھ کر تنور کو دیکھتی ہوں، اٹھ کر جو دیکھتی ہیں تو قدرت خدا سے ان کے توکل کے بدلے وہ بکری کے پہلو کے گوشت سے بھرا ہوا ہے اور دیکھتی ہیں کہ گھر کی دونوں چکیاں از خود چل رہی ہیں اور برابر آٹا نکل رہا ہے انھوں نے تنور میں سے سب گوشت نکال لیا اور چکیوں میں سے سارا آٹا اٹھالیا اور جھاڑ دیں حضرت ابوہریرہؓ قسم کھا کر فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر وہ صرف آٹا لے لیتیں اور چکی نہ جھاڑتیں تو قیامت تک چلتی رہتیں۔ اور روایت میں ہے کہ ایک شخص اپنے گھر پہنچا دیکھا کہ بھوک کے مارے گھر والوں کا برا حال ہے آپ جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے یہاں ان کی نیک بخت بیوی صاحبہ نے جب دیکھا کہ میاں بھی پریشان حال ہیں اور یہ منظر دیکھ نہیں سکے اور چل دیئے تو چکی کو ٹھیک ٹھاک کیا تنور سلگایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگیں کہ اے اللہ ہمیں روزی دے دعا کر کے اٹھیں تو دیکھا کہ ہنڈیا گوشت سے پُر ہے تنور میں روٹیاں لگ رہی ہیں اور چکی سے برابر آٹا بلا چلا آتا ہے اتنے میں میاں بھی تشریف لائے پوچھا کہ میرے بعد تمہیں کچھ ملا؟ بیوی صاحبہ نے کہا ہاں ہمارے رب نے ہمیں بہت کچھ عطا فرما دیا اس نے جا کر چکی کے دوسرے پاٹ کو اٹھا لیا جب حضورؐ سے یہ واقعہ بیان ہوا تو آپ نے فرمایا اگر وہ اسے نہ اٹھاتا تو قیامت تک یہ چکی چلتی ہی رہتی۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا

اور بہت سی بستیاں تھیں جنھوں نے اپنے رب کے حکم (ماننے) سے اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی سو ہم نے ان (کے اعمال) کا سخت حساب کیا اور ہم نے انکو بڑی بھاری سزا دی کہ وہ

عَذَابًا نُّكْرًا ۝۸ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝۹ اَعَدَّ

سزا ہلاک یا عذاب ہے۔ غرض انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور انجام کار خسارہ ہی ہوا (یہ تو دنیا میں ہوا اور آخرت میں) اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایک سخت عذاب تیار کر رکھا ہے اور

اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۚۛ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚۛ قَدْ

جب انجام نافرمانی کا یہ ہے تو اے سمجھدارو جو کہ ایمان لائے ہو تم خدا سے ڈرو خدا نے تمہارے پاس ایک نصیحت نامہ بھیجا (اور وہ نصیحت نامہ دیکر) ایک ایسا رسول

اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝۱۰ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

(بھیجا) جو تم کو اللہ کے صاف صاف احکام پڑھکر سناتے ہیں تاکہ ایسے لوگوں کو کہ جو ایمان لاویں اور اچھے عمل کریں

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ

(کفر و جہل کی) تاریکیوں سے (ایمان، علم و عمل کے) نور کی طرف لے آویں اور (آگے ایمان وغیرہ طاعت پر وعدہ ہے کہ) جو شخص اللہ پر ایمان لاویگا اور اچھے عمل کرے گا

مع ۱۴ ع ۱۷

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ⑪

خدا اس کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے بلاشک اللہ نے (ان کو بہت) اچھی روزی دی

جدید محاسبہ جو لوگ اللہ کے امر کا خلاف کریں اس کے رسول کو نہ مانیں اس کی شریعت پر نہ چلیں انہیں ڈانٹا جارہا ہے کہ دیکھو اگلے لوگوں میں سے بھی جو اس روش پر چلے وہ تباہ و برباد ہو گئے جنہوں نے سرتابی سرکشی اور تکبر کیا حکم خدا اور اتباع رسولؐ سے بے پرواہی برتی آخرش انھیں سخت حساب دینا پڑا اور اپنی بدکاری کا مزہ چکھنا پڑا۔ انجام کار نقصان اٹھایا اس وقت نادم ہونے لگے لیکن اب ندامت کس کام کی؟ پھر دنیا کے ان عذابوں سے ہی اگر معاملہ صاف ہو جاتا جب بھی ایک بات تھی نہیں پھر ان کے لئے آخرت میں بھی سخت تر عذاب اور بے پناہ مار ہے، اب اے سوچ سمجھ والو تمہیں چاہیئے کہ ان جیسے نہ بنو اور ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو، اے عقلمند ایماندارو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف قرآن کریم نازل فرمادیا ہے ذکر سے مراد قرآن ہے جیسے اور جگہ فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ یعنی ہم نے اس قرآن کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ ذکر سے مراد یہاں رسولؐ ہے چنانچہ ساتھ ہی فرمایا ہے رَسُوْلًا تو یہ بدل اشتمال ہے، چونکہ قرآن کے پہنچانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں تو اس مناسبت سے آپ کو لفظ ذکر سے یاد کیا گیا، حضرت امام ابن جریرؒ بھی اسی مطلب کو درست بتلاتے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت بیان فرمائی کہ وہ خدا کی واضح اور روشن آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں تاکہ لوگ اندھیروں سے نکل آئیں اور روشنیوں میں پہنچ جائیں، جیسے اور جگہ ہے كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ الخ اس کتاب کو ہم نے تجھے دیا ہے تاکہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی میں لائے دوسری جگہ ارشاد ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے وہ انہیں اندھیریوں سے اجالے کی طرف لاتا ہے، یعنی کفر و جہالت سے ایمان و علم کی طرف، چنانچہ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کردہ وحی کو نور فرمایا ہے کیونکہ اس سے ہدایت اور راہ راست حاصل ہوتی ہے اور اسی کا نام روح بھی رکھا ہے کیونکہ اس سے دلوں کو زندگی ملتی ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:- وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ یعنی ہم نے اسی طرح تیری طرف اپنے حکم سے روح کی وحی کی تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور کر دیا جس کے ساتھ ہم اپنے جس بندے کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں یقیناً تو صحیح اور سچی راہ کی رہبری کرتا ہے، پھر ایمانداروں اور نیک اعمال والوں کا بدلہ بہتی نہروں والی ہمیشگی کی جنت بیان ہوا ہے جس کی تفسیر بارہا گذر چکی ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا

(آگے اللہ کا واجب الاطاعت ہونا بیان کیا جاتا ہے یعنی) اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان کی طرح زمین بھی (اور) ان سب میں (اللہ تعالیٰ کے) احکام نازل ہوتے

۲ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ⑫
ع ۵
۱۸

رہتے ہیں (اور یہ اسلئے بتلایا گیا) کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے اور اللہ ہر شئے کو (اپنے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔

ـه چنانچہ روح المعانی نے بھی اس قول کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ " هو النبي صلى الله عليه وسلم عبّر عنه لمواظبته على تلاوة القرآن الذي هو ذكر أو تبليغه والتذكير به و رسولًا بدل منه۔ لیکن اندلسی نے لکھا ہے کہ " والظاهر ان الذكر هو القرآن۔

اس کی قدرتیں

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور اپنی عظیم الشان سلطنت کا ذکر فرماتا ہے تاکہ مخلوق اس کی عظمت و عزت کا خیال کر کے اس کے فرمان کو قدر کی نگاہ سے دیکھے اور اس پر عامل بن کر اسے خوش کر لے، تو فرمایا کہ ساتوں آسمانوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ پاک نے ساتوں آسمانوں کو کس طرح اوپر تلے پیدا کیا ہے؟ اور جگہ ارشاد ہے تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ یعنی ساتوں آسمان اور زمین اُن میں جو کچھ ہے سب اُس خدا کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں پھر فرماتا ہے اسی کی مثال زمینیں ہیں، جیسے کہ صحیحین کی صحیح حدیث میں ہے جو شخص ظلم کر کے کسی کی ایک بالشت بھر زمین لے لیگا اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ صحیح بخاری میں ہے اسے ساتویں زمین تک دھنسایا جائے گا۔ میں نے اس کی تمام سندیں اور کل الفاظ شروع ابتدا اور انتہا میں زمین کی پیدائش کے ذکر میں بیان کر دیئے ہیں، فالحمد للہ۔ جن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہفت اقلیم ہے انہوں نے بے فائدہ دماغ سوزی کی ہے اور اختلاف بیجا میں پھنس گئے ہیں اور بلا دلیل قرآن حدیث کا صریح خلاف کیا ہے۔ سورۂ حدید میں آیت هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ الخ کی تفسیر میں ساتوں زمینوں کا اور ان کے درمیان کی مسافت کا اور ان کی موٹائی کا جو پانچ سو سال کی ہے پورا بیان ہو چکا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں بھی ہے ساتوں آسمان اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان ہے۔ اور ساتوں زمینیں اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان ہے کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے کسی لمبے چوڑے بہت بڑے چٹیل میدان میں ایک چھلا پڑا ہو، ابن جریر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اگر میں اس کی تفسیر تمہارے سامنے بیان کروں تو تم اسے نہ مانو گے اور نہ ماننا جھوٹا جاننا ہے اور روایت میں ہے کہ کسی شخص نے اس آیت کا مطلب پوچھا تھا اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ میں کیسے باور کروں کہ جو میں تجھے بتلاؤں گا تو اس کا انکار نہ کرے گا؟ اور روایت میں مروی ہے کہ ہر زمین میں مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور اس زمین کی مخلوق کے ہے اور ابن مثنیٰ والی اس روایت میں آیا ہے ہر آسمان میں مثل ابراہیمؑ کے ہے، بیہقی کی کتاب اَلْاَسْمَاءُ وَالصِّفَاتُ میں حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ ساتوں زمینوں میں کہ ہر ایک میں نبی ہے مثل تمہارے نبی کے اور آدم ہیں مثل آدمؑ کے اور نوح ہیں مثل نوحؑ کے اور ابراہیم ہیں مثل ابراہیمؑ کے اور عیسیٰ ہیں مثل عیسیٰؑ کے، پھر امام بیہقی نے ایک اور روایت بھی ابن عباسؓ کی ذکر کی ہے اور فرمایا ہے اس کی اسناد صحیح ہے لیکن یہ بالکل شاذ ہے ابو الضحیٰ جو اس کے ایک راوی ہیں میرے علم میں تو ان کی متابعت کوئی نہیں کرتا، واللہ اعلم، ایک مرسل اور بہت ہی منکر روایت ابن ابی الدنیا نے ذکر کی ہے کہ حضورؐ ایک مرتبہ صحابہؓ کے مجمع میں تشریف لائے دیکھا کہ سب کسی غور و فکر میں چپ چاپ ہیں پوچھا کیا بات ہے؟ جواب ملا اللہ کی مخلوق کے بارے میں سوچ رہے ہیں فرمایا ٹھیک ہے مخلوقات پر غور کرو۔ لیکن کہیں خدا کی بابت غور و خوض میں نہ پڑ جانا، سنو اس مغرب کی طرف ایک سفید زمین ہے اس کی سفیدی اس کا نور ہے یا فرمایا اس کا نور اس کی سفیدی ہے سورج کا راستہ چالیس دن کا ہے وہاں اللہ کی ایک مخلوق ہے جس نے ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی کبھی اس کی نافرمانی نہیں کی، صحابہؓ نے کہا پھر شیطان ان سے کہاں ہے؟ فرمایا اُنہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ شیطان پیدا بھی کیا گیا ہے یا نہیں؟ پوچھا کیا وہ بھی انسان ہیں؟ فرمایا اُنہیں حضرت آدمؑ کی پیدائش کا بھی علم نہیں۔ الحمد للہ سورۂ طلاق کی تفسیر بھی پوری ہوئی۔

ف مطلب یہ ہے کہ ناحق طریقہ پر عسلا کیونکہ تم کو وہ بات خلاف عقل نظر آئیگی اگرچہ واقعہ کے اعتبار سے وہ قطعاً خلاف عقل نہ ہوگی اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی کو شریعت کی منصوص اور صاف و قطعی باتوں کو رد نہ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ ہوتی ہیں صحیح اور ہم اپنی عقل کے پیمانہ پر ان کو ناپ کر ظلم کرتے ہیں

تفسیر سورۂ تحریم مدنیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ①

اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ (قسم کھا کر) اسکو (اپنے اوپر) کیوں حرام فرماتے ہیں (پھر وہ بھی) اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ② وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ

اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کیلئے تمہاری قسموں کا کھولنا (یعنی قسم توڑنے کے بعد اس کے کفارہ کا طریقہ) مقرر فرما دیا ہے اور وہ بڑا جاننے والا بڑی حکمت والا ہے
اور جبکہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے

اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ

اپنی کسی بی بی سے ایک بات چپکے سے فرمائی پھر جب اس بی بی نے وہ بات (دوسری بی بی کو) بتلا دی اور پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے (بذریعہ وحی) اس کی خبر کر دی تو پیغمبر نے (اس ظاہر کر دینے

عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَاۤ

والی بی بی کو) تھوڑی سی بات تو جتلا دی اور تھوڑی سی بات کو ٹال گئے سو جب پیغمبر نے اس بی بی کو وہ بات جتلائی وہ کہنے لگی کہ آپکو اس کی خبر کس نے کر دی آپ نے فرمایا کہ مجھکو بڑے جاننے والے خبر رکھنے والے

اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ

(یعنی خدا) نے خبر کر دی اے (پیغمبر کی) دونوں بیبیو اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو تمہارے دل مائل ہو رہے ہیں اور اگر (اسی طرح) پیغمبر کے مقابلہ میں تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں تو یاد

الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ④ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا

ہے اور جبریل ہے اور نیک مسلمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے (آپ کے) مددگار ہیں اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دیدیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے ان کو تم سے اچھی بیبیاں دے

مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىِٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىِٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ⑤

دیگا جو اسلام والیاں ایمان والیاں فرمانبرداری کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں ہوں گی کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں

آپ کو اس کا اختیار نہیں

اس سورت کی ابتدائی آیتوں کے شانِ نزول میں مفسرین کے اقوال یہ ہیں (۱) بعض تو کہتے ہیں۔ یہ حضرت ماریہؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے انہیں حضورؐ نے اپنے اوپر حرام کر لی تھی جس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں، نسائی میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے کہنے سننے سے ایسا ہوا تھا کہ ایک لونڈی کی نسبت آپ نے یہ فرمایا تھا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں، ابن جریر میں ہے کہ ام ابراہیمؓ کے ساتھ آپ نے اپنی کسی بیوی صاحبہ کے گھر میں بات چیت کی جس پر انہوں نے کہا یا رسول اللہ میرے گھر میں؟ اور میرے

بستر پر؟ چنانچہ آپ نے اسے اپنے اوپر حرام کر لی تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ حلال آپ پر حرام کیسے ہو جائیگا؟ تو آپ نے قسم کھائی کہ اب ان سے اس قسم کی بات چیت نہ کروں گا۔ اس پر یہ آیت آتری، حضرت زید فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا یہ کہہ دینا کہ تو مجھ پر حرام ہے لغو اور فضول ہے، حضرت زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں آپ نے یہ فرمایا تھا کہ تو مجھ پر حرام ہے اللہ کی قسم میں تجھ سے صحبت نہ کروں گا۔ حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں پس حرام کرنے کے باب میں تو آپ پر عتاب کیا گیا اور قسم کے کفارے کا حکم ہوا ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ یہ دونوں عورتیں کون تھیں؟ فرمایا عائشہؓ اور حفصہؓ اور ابتدائے قصہ ام ابراہیم قبطیہ کے بارے میں ہوئی۔ حضرت حفصہؓ کے گھر میں ان کی باری والے دن حضورؐ ان سے مل لئے تھے۔ جس پر حضرت حفصہؓ کو رنج ہوا کہ میری باری کے دن میرے گھر اور میرے بستر پر؟ حضورؐ نے انہیں رضامند کرنے کے لئے کہہ دیا کہ میں اسے اپنے اوپر حرام کرتا ہوں، اب تم اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کرنا لیکن حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے واقعہ کہہ دیا اللہ نے اس کی اطلاع اپنے نبیؐ کو دیدی اور یہ کل آیتیں نازل فرمائیں آپ نے کفارہ دیکر اپنی قسم توڑ دی اور اس لونڈی سے ملے جلے، اسی واقعہ کو دلیل بنا کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتویٰ ہے کہ جو کہے فلاں چیز مجھ پر حرام ہے اسے قسم کا کفارہ دینا چاہیے، ایک شخص نے آپ سے یہی مسئلہ پوچھا کہ میں اپنی عورت کو اپنے اوپر حرام کر چکا ہوں تو آپ نے فرمایا وہ تجھ پر حرام نہیں، کفارہ سب سے زیادہ سخت تو راہ للہ غلام آزاد کرنا ہے، امام احمد اور بہت سے فقہاء کا فتویٰ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی یا لونڈی یا کسی کھانے پینے پہننے اوڑھنے کی چیز کو اپنے اوپر حرام کرے تو اس پر کفارہ واجب ہو جاتا ہے، امام شافعیؒ وغیرہ فرماتے ہیں صرف بیوی اور لونڈی کے حرام کرنے پر تو کفارہ ہے کسی اور پر نہیں، اور اگر حرام کہنے سے نیت طلاق کی رکھی ہے تو بیشک طلاق ہو جائے گی، اسی طرح لونڈی کے بارے میں اگر آزاد کرنے کی نیت حرام کا لفظ کہنے سے رکھی ہے تو وہ آزاد ہو جائے گی۔

(۲) حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ آیت اس عورت کے باب میں نازل ہوئی ہے جس نے اپنا نفس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا۔ لیکن یہ غریب ہے، بالکل صحیح بات یہ ہے کہ ان آیتوں کا اترنا آپ کے شہد حرام کر لینے پر تھا:

(۳) صحیح بخاری میں اس آیت کے موقعہ پر ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہد پیتے تھے اور اس کی خاطر ذرا سی دیر وہاں ٹھیرتے بھی تھے۔ اس پر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے ہاں حضورؐ آئیں وہ کہے کہ یا رسول اللہؐ آج تو آپ کے منہ سے گوندکی سی بو آتی ہے شاید آپ نے کھایا ہوگا چنانچہ ہم نے یہی کیا آپ نے فرمایا نہیں میں نے تو زینب کے گھر شہد پیا ہے اب قسم کھاتا ہوں کہ نہ پیوں گا یہ کسی سے کہنا مت، امام بخاریؒ اس حدیث کو کتاب الایمان والنذور میں بھی کچھ زیادتی کے ساتھ لاتے ہیں، جس میں ہے کہ دونوں عورتوں سے یہاں مراد عائشہؓ اور حفصہ ہیں رضی اللہ عنہما اور چپکے سے بات کہنا یہی تھا کہ میں نے شہد پیا ہے، کتاب الطلاق میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو لائے ہیں پھر فرمایا ہے مغافیر گوند کے مشابہ ایک چیز ہے جو شور گھانس میں پیدا ہوتی ہے اس میں قدرے مٹھاس ہوتی ہے صحیح بخاری شریف کی کتاب الطلاق میں یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ حضورؐ کو مٹھاس اور شہد بہت پسند تھا عصر کی نماز کے بعد اپنی بیویوں کے گھر آتے اور کسی سے نزدیکی کرتے، ایک مرتبہ آپ حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لیگئے اور جتنا وہاں رکتے تھے اس سے زیادہ رکے۔ مجھے غیرت سوار ہوئی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کی قوم کی ایک عورت نے ایک کپی شہد کی انہیں بطور ہدیہ کے بھیجی ہے، انہوں نے حضورؐ کو شہد کا شربت پلایا اور اتنی دیر روک رکھا میں نے

ع گویا کہ انہوں نے یہ بات اسی جذبہ سے کہی جو عام طور پر دو سوتنوں میں ہوتا ہے ع آپ کو اس وقت ان کے اس ٹوکنے سے اتنا تاثر ہوا کہ اس طرح کا آپ نے عہد فرمالیا کیونکہ آپ جیسا رحیم انسان اسکو خوب محسوس کرتا تھا کہ ایک سوتن کے سامنے دوسری سوتن سے اس طرح کا معاملہ اس کے لئے کتنا تکلیف دہ ہوگا۔ سے کیونکہ آپ کو شہد بے حد مرغوب تھا لله اور اس طرح کے مشورے کچھ معیوب بھی نہیں ہے کیونکہ آپ طبیعتاً بیحد لطافت پسند تھے اور بدبو تو آپکو شدید نفرت تھی۔

کہا خیر اسے کسی حیلے سے ختم کردوں گی چنانچہ میں نے حضرت سودہ بنت زمعہؓ سے کہا کہ تمہارے پاس جب حضورؐ آئیں اور قریب ہوں تو تم کہنا کہ آج کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے آپ فرمائیں گے نہیں تم کہنا پھر یہ بدبو کیسی آتی ہے؟ آپ فرمائیں گے مجھے حفصہؓ شہد پلایا تھا تو تم کہنا شاید شہد کی مکھی نے عرفط نامی خاردار درخت چوسا ہوگا۔ میرے پاس آئیں گے میں بھی یہی کہوں گی، پھر اے صفیہؓ تمہارے پاس جب آپ آئیں تو تم بھی یہی کہنا، حضرت سودہؓ فرماتی ہیں جب حضورؐ میرے گھر آئے ابھی تو دروازے ہی پر تھے جو میں نے ارادہ کیا کہ تم نے جو کچھ مجھ سے کہا ہے میں آپ سے کہدوں کیونکہ میں تم سے بہت ڈرتی تھی لیکن خیر اس وقت تو خاموش رہی جب آپ میرے پاس آئے میں نے تمہارا اتمام کہنا پورا کر دیا، پھر حضرتؐ میرے پاس آئے میں نے بھی یہی کہا پھر حضرت صفیہؓ کے پاس گئے انھوں نے بھی یہی کہا، پھر جب حضرت حفصہؓ کے پاس گئے تو حضرت حفصہؓ نے شہد کا شربت پلانا چاہا آپ نے فرمایا مجھے اس کی حاجت نہیں، حضرت سودہؓ فرمانے لگیں افسوس ہم نے اسے حرام کرادیا میں نے کہا خاموش رہو، صحیح مسلم کی اس حدیث میں اتنی زیادتی اور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبو سے سخت نفرت تھی اسی لئے ان بیویوں نے کہا تھا کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے اس میں قدرے بدبو ہوتی ہے، جب آپ نے جواب دیا کہ نہیں میں نے تو شہد پیا ہے تو انھوں نے کہدیا کہ پھر اس شہد کی مکھی نے عرفط درخت کو چوسا ہوگا، جس کے گوند کا نام مغافیر ہے اور اس کے اثر سے اس شہد میں اس کی بو رہ گئی ہوگی، اس روایت میں لفظ جَرَسَتْ ہے جس کے معنی جوہری نے کئے ہیں کھایا اور شہد کی مکھیوں کو بھی جوارس کہتے ہیں اور جرس مدہم ہلکی آواز کو کہتے ہیں، عرب کہتے ہیں سَمِعْتُ جَرَسَ الطَّیْرِ جبکہ پرندہ دانہ چگ رہا ہو اور اس کی چونچ کی آواز سنائی دیتی ہو، ایک حدیث میں ہے پھر وہ جنتی پرندوں کی ہلکی اور میٹھی سہاونی آوازیں سنیں گے یہاں بھی عربی میں لفظ جرس ہے، اصمعی کہتے ہیں میں حضرت شعبہؒ کی مجلس میں تھا وہاں انہوں نے اس لفظ جرس کو جرش بڑے شین کے ساتھ پڑھا میں نے کہا چھوٹے سین سے ہے، حضرت شعبہؒ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا یہ ہم سے زیادہ اسے جانتے ہیں یہی ٹھیک ہے تم اصلاح کرلو، الغرض شہد نوشی کے واقعہ میں شہد پلانے والیوں میں دو نام ہیں ایک حضرت حفصہؓ کا دوسرا حضرت زینبؓ کا، بلکہ اس امر پر اتفاق کرنے والیوں میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ حضرت حفصہؓ کا نام ہے پس ممکن ہے یہ دو واقعے ہوں، یہاں تک تو ٹھیک ہے لیکن ان دونوں کے بارے میں اس آیت کا نازل ہونا ذرا غور طلب ہے واللہ اعلم، آپس میں اس قسم کا مشورہ کرنے والی حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ تھیں یہ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے جو مسند امام احمد میں حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں مجھے مدتوں سے آرزو تھی کہ حضرت عمرؓ سے حضورؐ کی ان دونوں بیوی صاحبان کا نام معلوم کروں جن کا ذکر آیت اِنْ تَتُوْبَا الخ میں ہے پس حج کے سفر میں خلیفۃ الرسولؐ چلے تو میں بھی ہمرکاب ہوگیا، ایک راستے میں حضرت عمرؓ راستہ چھوڑ جنگل کی طرف چلے میں ڈولچی لئے ہوئے پیچھے پیچھے گیا آپ حاجتِ ضروری سے فارغ ہو کر آئے میں نے پانی ڈلوایا اور وضو کرایا، اب موقعہ پاکر سوال کیا کہ اے امیرالمؤمنین جن کے بارے میں یہ آیت ہے وہ دونوں کون ہیں؟ آپ نے فرمایا ابن عباسؓ، افسوس، حضرت زہریؒ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کو ان کا یہ دریافت کرنا برا معلوم ہوا لیکن چھپانا جائز نہ تھا اس لئے جواب دیا اس سے مراد حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ ہیں رضی اللہ عنہما پھر حضرت عمرؓ نے واقعہ بیان کرنا شروع کیا کہ ہم قریشی تو اپنی عورتوں کو اپنے زیر حکم رکھتے تھے لیکن مدینہ والوں پر عموماً ان کی عورتیں حاوی تھیں جب ہم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ہماری عورتوں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی ہم پر غلبہ حاصل کرنا چاہا میں مدینہ شریف کے بالائی حصہ میں حضرت امیہؓ بن زید کے گھر میں ٹھہرا ہوا تھا ایک مرتبہ میں اپنی بیوی پر کچھ ناراض ہوا اور کچھ کہنے سننے لگا تو الٹ کر اس نے مجھے جواب دینے شروع کئے مجھے نہایت برا معلوم ہوا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ یہ نئی بات کیسی؟ اس نے میرا تعجب دیکھ کر کہا کہ آپ کس خیال میں ہیں؟ اللہ کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بھی آپ کو جواب دیتی ہیں۔ اور بعض مرتبہ تو دن دن بھر بول چال چھوڑ دیتی ہیں اب میں تو ایک دوسری الجھن میں پڑ گیا سیدھا اپنی بیٹی حفصہؓ کے گھر گیا

اور دریافت کیا کہ کیا یہ سچ ہے؟ کہ تم حضورؐ کو جواب دیتی ہو اور کبھی کبھی سارا سارا دن روٹھی رہتی ہو؟ جواب ملا کہ سچ ہے۔ میں نے کہا وہ برباد ہوئی اور نقصان میں پڑی جس نے ایسا کیا۔ کیا تم اس سے غافل ہو گئیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ کی وجہ سے ایسی عورت پر خدا ناراض ہو جائے اور وہ کہیں کی نہ رہے؟ خبردار آئندہ سے حضورؐ کو کوئی جواب نہ دینا نہ آپ سے کچھ طلب کرنا جو مانگنا ہو مجھ سے مانگ لیا کرو، حضرت عائشہؓ کو دیکھ کر تم ان کی حرص نہ کرنا وہ تم سے اچھی اور تم سے بہت زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منظورِ نظر ہیں۔ اب اور سنو میرا پڑوسی ایک انصاری تھا اس نے اور میں نے باریاں مقرر کرلی تھیں ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گذارتا اور ایک دن وہ، میں اپنی باری والے دن کی تمام حدیثیں آیتیں وغیرہ انہیں آکر سنا دیتا اور وہ مجھے، یہ بات ہم میں اس وقت مشہور ہو رہی تھی کہ غسانی بادشاہ اپنے فوجی گھوڑوں کے نعل لگوا رہا ہے اور اس کا ارادہ ہم پر چڑھائی کرنے کا ہے، ایک مرتبہ میرے ساتھی اپنی باری والے دن گئے ہوئے تھے عشاء کے وقت آ گئے اور میرا دروازہ کھٹکھٹا کر مجھے آوازیں دینے لگے میں گھبرا کر باہر نکلا کہ خیریت تو ہے؟ اس نے کہا آج تو بڑا بُرا کام ہو گیا میں نے کہا کیا غسانی بادشاہ آ پہنچا؟ اس نے کہا اس سے بھی بڑھ کر میں نے پوچھا وہ کیا؟ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی میں نے کہا افسوس حفصہ برباد ہو گئی اور اس نے نقصان اٹھایا مجھے پہلے ہی سے اس امر کا کھٹکا تھا صبح کی نماز پڑھتے ہی کپڑے پہن کر میں چلا سیدھا حفصہ کے پاس گیا دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ میں نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں طلاق دیدی؟ جواب دیا یہ تو کچھ معلوم نہیں، آپ ہم سے الگ ہو کر اپنے بالاخانہ میں تشریف فرما ہیں، میں وہاں گیا دیکھا کہ ایک حبشی غلام پہرے پر ہے، میں نے کہا جاؤ میرے لئے اجازت طلب کرو وہ گیا پھر آ کر کہا حضورؐ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ میں وہاں سے واپس چلا آیا مسجد میں گیا دیکھا کہ منبر کے پاس ایک گروہ صحابہؓ کا بیٹھا ہوا ہے اور بعض بعض کے تو آنسو نکل رہے ہیں، میں تھوڑی سی دیر بیٹھا لیکن چین کہاں؟ پھر اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں جا کر غلام سے کہا کہ میرے لئے اجازت طلب کرو اس نے پھر آ کر یہی کہا کہ کچھ جواب نہیں ملا، میں دوبارہ مسجد چلا گیا پھر وہاں سے گھبرا کر نکلا یہاں آیا پھر غلام سے کہا غلام گیا آیا اور وہی جواب دیا میں واپس مڑا ہی تھا جو غلام نے مجھے آواز دی کہ آیئے آپ کو اجازت مل گئی میں گیا دیکھا کہ حضورؐ ایک بوریئے پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے ہیں جس کے نشان آپ کے جسم مبارک پر ظاہر ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی ہے؟ آپ نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا نہیں، میں نے کہا اللہ اکبر! یا رسول اللہ بات یہ ہے کہ ہم قوم قریش تو اپنی بیویوں کو اپنے دباؤ میں رکھا کرتے تھے لیکن مدینہ والوں پر ان کی بیویاں غالب ہیں یہاں آ کر ہماری عورتوں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی یہی حرکت شروع کردی، پھر میں نے اپنی بیوی کا واقعہ بیان کیا اور میرا یہ خبر پا کر کہ حضورؐ کی بیویاں بھی ایسا کرتی ہیں یہ کہنا بھی بیان کیا کہ کیا انہیں ڈر نہیں کہ اللہ کے رسول کے غصہ کی وجہ سے خدا بھی ان سے ناراض ہو جائے اور وہ ہلاک ہو جائیں اس پر حضورؐ مسکرائے، میں نے پھر اپنا حفصہ کے پاس جانا اور انہیں حضرت عائشہؓ کی حرص کرنے سے روکنا بیان کیا اس پر دوبارہ مسکرائے، میں نے کہا اگر اجازت ہو تو ذرا سی دیر اور رک جاؤں؟ آپ نے اجازت دی میں بیٹھ گیا اب جو سر اٹھا کر ہر طرف نظریں دوڑائیں تو آپ کی بیٹھک (دربار خاص) میں سوائے تین خشک کھالوں کے اور کوئی چیز نہ دیکھی، آزردہ دل ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر کشادگی کرے دیکھئے تو فارسی اور رومی جو اللہ کی عبادت ہی نہیں کرتے انہیں کس قدر دنیا کی نعمتوں میں وسعت دی گئی ہے؟ یہ سنتے ہی آپ سنبھل بیٹھے اور فرمانے لگے اے ابن خطاب کیا تو شک میں ہے؟ اس قوم کی بھلائیاں انہیں بہ عجلت دنیا ہی میں دے دی گئیں، میں نے کہا حضورؐ میرے لئے اللہ سے طلب بخشش کیجئے[ع]۔ بات یہ تھی کہ آپ نے بوجہ سخت ناراضگی قسم کھالی تھی کہ مہینہ بھر تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جاؤں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تنبیہ کی، یہ حدیث بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ بخاری مسلم

ع۔ یہ خوشی سے نعرہ بلند کیا تھا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں آپ کا طلاق دینا ایک حادثہ عظیم تھا۔ علے ہو یا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو محسوس ہوا کہ میں نے آپ سے ایسی بات غلط کہی حالانکہ کوئی غلط بات نہ تھی لیکن ان حضرات کا تو سا تقویٰ اعلیٰ درجہ کا تھا کہ وہ معمولی باتوں کو بھی بہت اہمیت دیتے۔

کی حدیث میں ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں سال بھر اسی اُمید میں گذر گیا کہ موقعہ ملے تو حضرت عمرؓ سے ان دونوں کے نام دریافت کر لوں لیکن ہیبت فاروقی سے ہمت نہیں پڑتی تھی یہاں تک کہ حج کی واپسی میں پوچھا پھر پوری حدیث بیان کی جو اوپر گذر چکی صحیح مسلم میں ہے کہ طلاق کی شہرت کا واقعہ پردہ کی آیتوں کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ جس طرح حضرت حفصہؓ کے پاس جا کر انہیں سمجھا آئے تھے اسی طرح حضرت عائشہؓ کے پاس بھی ہو آئے تھے اور یہ بھی ہے کہ اس غلام کا نام جو ڈیوڑھی پر پہرہ دے رہے تھے حضرت رباح تھا رضی اللہ عنہ، یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے کہا کہ آپ عورتوں کے بارے میں اس مشقت میں کیوں پڑتے ہیں؟ اگر آپ انہیں طلاق بھی دیدیں تو آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے فرشتے ہیں اور جبرئیل اور میکائیل اور میں اور ابو بکر اور جملہ مؤمن، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں الحمد للہ میں اس قسم کی جو بات کہتا مجھے امید لگی رہتی کہ اللہ تعالیٰ میری بات کی تصدیق نازل فرمائیگا، پس اس موقعہ پر بھی آیت تخییر یعنی عَسٰى رَبُّهٗ الخ اور وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ الخ آپ پر نازل ہوئیں، مجھے جب آپ سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی تو میں نے مسجد میں آکر دروازے پر کھڑے ہو کر اونچی آواز سے سب کو اطلاع دیدی کہ حضورؐ نے ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی، اسی کے بارے میں آیت وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ آخر تک اُتری، یعنی جہاں انھیں کوئی امن کی یا خوف کی خبر پہنچی کہ یہ اسے شہرت دینے لگتے ہیں اگر یہ اس خبر کو رسول یا ذی عقل و علم مسلمانوں تک پہنچا دیتے تو بیشک ان میں سے جو لوگ محقق ہیں وہ اسے سمجھ لیتے۔ حضرت عمرؓ یہاں تک اس آیت کو پڑھ کر فرماتے ہیں اس امر کا استنباط کرنے والوں میں میں ہی ہوں اور بھی بہت سے بزرگ مفسرین سے منقول ہے کہ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ سے مراد حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ ہیں، بعضوں نے حضرت عثمانؓ کا نام بھی لیا ہے بعض نے حضرت علیؓ کا۔ ایک ضعیف حدیث میں مرفوعاً صرف حضرت علیؓ کا نام ہے لیکن سند ضعیف ہے اور بالکل منکر ہے صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آپ کی بیویاں غیرت میں آگئیں جس پر میں نے ان سے کہا کہ اگر حضورؐ تمہیں طلاق دیدیں گے تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں آپ کو دے گا۔ پس میرے لفظوں ہی میں قرآن کی یہ آیت اُتری، پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بہت سی باتوں میں قرآن کی موافقت کی جیسے پردے کے بارے میں، بدری قیدیوں کے بارے میں، مقام ابراہیم کو قبلہ ٹھیرا لے کے بارے میں، ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ مجھے جب اُمہات المؤمنین کی اس شکر رنجی کی خبر پہنچی تو ان کی خدمت میں میں گیا اور انھیں بھی کہنا شروع کیا یہاں تک کہ آخری ام المؤمنین کے پاس پہنچا تو مجھے جواب ملا کہ کیا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود نصیحت کرنے کے لئے کم ہیں جو تم آگئے؟ اس پر میں تو خاموش ہو گیا لیکن قرآن میں آیت عَسٰى رَبُّهٗ الخ نازل ہوئی، صحیح بخاری میں ہے کہ جواب دینے والی ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ تھیں، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو بات حضورؐ نے چپکے سے اپنی بیوی صاحبہؓ سے کہی تھی اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت حفصہؓ کے گھر میں آپ تھے وہ جب تشریف لائیں اور حضرت ماریہؓ سے آپ کو مشغول پایا تو آپ نے انہیں فرمایا تم (حضرت) عائشہؓ کو خبر نہ کرنا میں تمہیں ایک بشارت سناتا ہوں میرے انتقال کے بعد میری خلافت پر (حضرت) ابو بکرؓ کے بعد تمہارے والد آئیں گے۔ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کو خبر کر دی پس حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اس کی خبر آپ کو کس نے پہنچائی؟ آپ نے فرمایا مجھے علیم و خبیر خدا نے خبر پہنچائی۔ صدیقہؓ نے کہا میں آپ کی طرف نہ دیکھوں گی جب تک کہ آپ ماریہؓ کو اپنے اوپر حرام نہ کرلیں، آپ نے ایسا ہی کر لیا۔ اس پر آیت يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ نازل ہوئی (طبرانی) لیکن اس کی سند مخدوش ہے، مقصد یہ ہے کہ ان تمام روایات سے ان پاک آیتوں کی تفسیر تو ظاہر ہی ہے سٰٓئِحٰتٍ کی تفسیر ایک تو یہ ہے کہ روزے رکھنے والیاں، ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی تفسیر اس لفظ کی آئی ہے جو حدیث سورۂ برأت کے اس لفظ کی تفسیر میں گذر چکی ہے کہ اس امت کی سیاحت روزے رکھنا ہے، دوسری تفسیر یہ ہے کہ مراد اس سے ہجرت کرنے والیاں، لیکن پہلا قول ہی زیادہ راجح ہے واللہ اعلم، پھر فرمایا ان میں سے بعض بیوہ ہوں گی اور بعض کنواریاں اس لئے کہ جی خوش رہے قسموں کی تبدیلی نفس کو بھی معلوم ہوتی ہے، معجم طبرانی میں ابن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں

کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے اس آیت میں جو وعدہ فرمایا ہے اس سے مراد بیوہ سے تو حضرت آسیہؓ ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں اور کنواری سے مراد حضرت مریمؑ ہیں جو حضرت عمران کی بیٹی تھیں، ابن عساکر میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آئیں تو حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہؓ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ انہیں خوشی ہو جنت کے ایک چاندی کے گھر کی جہاں نہ گرمی ہے نہ تکلیف ہے نہ شور و غل جو چھدے ہوئے موتی کا بنا ہوا ہے جس کے دائیں بائیں مریم بنت عمرانؓ اور آسیہ بنت مزاحمؓ کے مکانات ہیں اور روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خدیجہؓ اپنی سوکنوں سے میرا اسلام کہنا حضرت خدیجہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ کیا مجھ سے پہلے بھی آپ نے کسی سے نکاح کیا تھا؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے مریمؑ بنت عمران اور آسیہؓ زوجۂ فرعون اور کلثمؓ بہن موسیٰ کی ان تینوں کو میرے نکاح میں دے رکھی ہیں، یہ حدیث بھی ضعیف ہے، حضرت ابو امامہؓ سے ابو یعلیٰ میں مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کیا جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے جنت میں میرا نکاح مریم بنت عمرانؑ کلثمؓ اخت موسیٰ اور آسیہؓ زوجۂ فرعون سے کر دیا ہے، میں نے کہا یا رسول اللہؐ آپ کو مبارک باد ہو، یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور ساتھ ہی مرسل بھی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

اے ایمان والو تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن (اور سوختہ) آدمی اور پتھر ہیں۔ جس پر تندخو

عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ

(اور) مضبوط فرشتے (متعین) ہیں جو خدا کی (ذرا) نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے

مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ

اسکو (فوراً) بجالاتے ہیں (اور کافروں کو دوزخ میں داخل کرتے وقت ان سے کہا جائیگا کہ) اے کافرو تم آج عذر (و معذرت) مت کرو (کہ بے سود ہے) بس تم کو تو

تَعْمَلُونَ ﴿٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ ع ١٩

اسی کی سزا مل رہی ہے جو کچھ تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے اے ایمان والو تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو (توبہ کا ثمرہ فرماتے ہیں کہ) امید

أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا

(یعنی وعدہ) ہے کہ تمہارا رب (اس توبہ کی بدولت) تمہارے گناہ معاف کر دیگا اور تم کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ

(اور یہ اس روز ہوگا) جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی (صلعم) کو اور جو مسلمان (دین کی رو سے) ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہ کریگا۔ ان کا نور ان کے داہنے اور ان کے سامنے دوڑتا

يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٨﴾

ہوگا (اور) یوں دعا کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارے اس نور کو اخیر تک رکھئے (یعنی راہ میں گل نہ ہو جائے) اور ہماری مغفرت فرما دیجئے آپ ہر شے پر قادر ہیں

جہنم اور اس کے شدائد

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ارشادِ خداوندی ہے کہ اپنے گھرانے کے لوگوں کو علم و ادب سکھاؤ، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ کے فرمان بجالاؤ اس کی نافرمانیاں مت کرو اپنے گھر کے لوگوں کو ذکر اللہ کی تاکید کرتا کہ اللہ تمہیں جہنم سے بچالے، مجاہدؒ فرماتے ہیں اللہ سے ڈرو اور اپنے گھر والوں کو بھی یہی

تلقین کرو، قتادہؒ فرماتے ہیں اللہ کی اطاعت کا انہیں حکم دو اور نافرمانیوں سے روکتے رہو ان پر اللہ کے حکم قائم رکھو اور انہیں احکام خدا بجالانے کی تاکید کرتے رہو نیک کاموں میں ان کی مدد کرو اور بُرے کاموں پر انہیں تنبیہ کرو۔ ضحاکؒ و مقاتلؒ فرماتے ہیں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے رشتے کنبے کے لوگوں کو اور اپنے لونڈی غلام کو اللہ تعالیٰ کے فرمان بجالانے کی اور اس کی نافرمانیوں سے رُکنے کی تعلیم دیتا رہے۔ مسند احمد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب بچے سات سال کے ہو جائیں انہیں نماز پڑھنے کو کہتے سُنتے رہا کرو جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز میں سُستی کریں تو انہیں مار کر دھمکا کر پڑھاؤ، یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے، فقہاء کا فرمان ہے کہ اسی طرح روزے کی بھی تاکید اور تنبیہ اس عمر سے شروع کر دینی چاہیے تاکہ بالغ ہونے تک پوری طرح نماز روزے کی عادت ہو جائے اطاعت کے بجالانے اور معصیت سے بچے رہنے اور بُرائی سے دُور رہنے کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ ان کاموں سے تم اور وہ جہنم کی آگ سے بچ جاؤ گے۔ جس آگ کا ایندھن انسانوں کے جسم اور پتھر ہیں ان چیزوں سے یہ آگ سُلگائی گئی ہے پھر خیال کر لو کہ کس قدر تیز ہو گی؟ پتھر سے مُراد یا تو وہ پتھر ہیں جن کی دنیا میں پرستش ہوتی رہی جیسے اور جگہ ہے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ تم اور تمہارے معبود جہنم کی لکڑیاں ہیں یا گندھک کے نہایت ہی بدبودار پتھر ہیں، ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اس آیت کی تلاوت کی اس وقت آپ کی خدمت میں بعض اصحابؓ تھے جن میں سے ایک شیخ نے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا جہنم کے پتھر دنیا کے پتھروں جیسے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا اُس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جہنم کا ایک پتھر دنیا کے تمام پہاڑوں سے بڑا ہے انہیں یہ سنکر غشی آ گئی۔ حضورؐ نے ان کے دل پر ہاتھ رکھا تو دل دھڑک رہا تھا، آپ نے انھیں آواز دی کہ اے شیخ کہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس نے اسے پڑھا پھر آپ نے اُسے جنت کی خوشخبری دی تو آپؐ کے اصحابؓ نے کہا کیا ہم سب کے درمیان صرف اسی کو یہ خوشخبری دی جا رہی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں قرآن میں ہے ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ٥ یہ اس کے لئے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے اور میری دھمکیوں کا ڈر رکھتا ہو، یہ حدیث غریب ہے اور مرسل ہے پھر ارشاد ہوتا ہے اس آگ سے عذاب کرنے والے فرشتے سخت طبیعت والے ہیں جن کے دلوں میں کافروں کے لئے اللہ نے رحم رکھا ہی نہیں اور جو خوفناک طریقہ سے سخت سزائیں کرتے ہیں جن کے دیکھنے سے بھی پتہ پانی اور کلیجہ چھلنی ہو جائے، حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں جب جہنمیوں کا پہلا جتھا جہنم کو چلے گا تو دیکھے گا کہ پہلے دروازے پر چار لاکھ فرشتے عذاب کرنے والے تیار ہیں جن کے چہرے بڑے ہیبت اور نہایت سیاہ ہیں، کچلیاں باہر کو نکلی ہوئی ہیں سخت بے رحم ہیں ایک ذرے کے برابر بھی خدا نے ان کے دلوں میں رحم نہیں رکھا، اس قدر جسیم ہیں کہ اگر کوئی پرند ان کے ایک کھوے سے اُڑ کر دوسرے کھوے تک پہنچنا چاہے تو دو مہینے گزر جائیں، پھر دروازہ پر اُنیس ۱۹ فرشتے پائیں گے جن کے سینوں کی چوڑائی ستّر سال کی راہ ہے پھر ایک دروازے سے دوسرے دروازے کی طرف دھکیل دیئے جائیں گے پانچسو سال تک گرتے رہنے کے بعد دوسرا دروازہ آئیگا وہاں بھی اسی طرح ایسے ہی اور اتنے ہی فرشتوں کو موجود پائیں گے۔ اسی طرح ہر ہر دروازے پر یہ فرشتے خدا تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔ ادھر فرمایا گیا اُدھر انہوں نے عمل شروع کر دیا۔ ان کا نام زبانیہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب سے پناہ دے آمین۔ قیامت کے دن کفار سے فرمایا جائیگا کہ آج تم بیکار عذر پیش نہ کرو کوئی معذرت ہمارے سامنے چل نہ سکے گی۔ تمہارے کرتوت کا مزہ تمہیں چکھنا ہی پڑے گا۔ پھر ارشاد ہے کہ اے ایمان والو تم سچی اور خالص توبہ کرو جس سے تمہارے اگلے گناہ معاف ہو جائیں، میل کچیل دُھل جائے، بُرائیوں کی عادت چھوٹ جائے، حضرت نعمانؓ بن بشیر نے اپنے ایک خطبے میں بیان فرمایا کہ لوگو میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب سے سُنا ہے کہ خالص توبہ یہ ہے کہ انسان گناہ کی معافی چاہے اور پھر اس گناہ کو نہ کرے اور روایت میں ہے پھر اس کے کرنے کا ارادہ بھی نہ کرے، حضرت عبداللہؓ سے بھی اسی کے قریب مروی ہے ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی آیا ہے جو ضعیف ہے اور ٹھیک یہی ہے کہ وہ بھی موقوف ہی ہے واللہ اعلم، علماء سلف فرماتے

ہیں۔ توبہ خالص یہ ہے کہ گناہ کو اس وقت چھوڑ دے جو ہو چکا ہے اس پر نادم ہو اور آئندہ کے لئے نہ کرنے کا پختہ عزم ہو اور اگر گناہ میں کسی انسان کا حق ہے تو چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ حق باقاعدہ ادا کر دے حضورؐ فرماتے ہیں نادم ہونا بھی توبہ کرنا ہے، حضرت ابی بن کوبؓ فرماتے ہیں ہمیں بتایا گیا تھا کہ اس وقت امت کے آخری لوگ قیامت کے قریب کیا کام کریں گے؟ ان میں ایک یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی یا لونڈی سے اس کے پاخانہ کی جگہ میں وطی کرے گا، جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے مطلق حرام کر دیا ہے اور جس فعل پر خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی ناراضگی ہوتی ہے، اسی طرح مرد مرد سے بدفعلی کریں گے جو حرام اور باعث ناراضگی خدا و رسول خدا ہے، ان لوگوں کی نماز بھی خدا کے ہاں مقبول نہیں جب تک کہ یہ توبۂ نصوح نہ کریں، حضرت زرؒ نے حضرت ابیؓ سے پوچھا توبۂ نصوح کیا ہے؟ فرمایا میں نے حضورؐ سے یہی سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا غلطی سے گناہ ہو گیا پھر اس پر نادم ہونا اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا اور پھر اس گناہ کی طرف مائل نہ ہونا، حضرت حسنؒ فرماتے ہیں توبۂ نصوح یہ ہے کہ جیسے گناہ کی محبت تھی ویسا ہی بغض دل میں بیٹھ جائے اور جب وہ گناہ یاد آئے اس سے استغفار ہو۔ جب کوئی شخص توبہ کرنے پر پختگی کر لیتا ہے اور اپنی توبہ پر جما رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام اگلی خطائیں مٹا دیتا ہے جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اسلام لانے سے پہلے کی تمام برائیاں اسلام فنا کر دیتا ہے اور توبہ سے پہلے کی تمام خطائیں توبہ سوخت کر دیتی ہے، اب رہی یہ بات کہ توبۂ نصوح میں یہ شرط بھی ہے کہ توبہ کرنے والا پھر مرتے دم تک اس گناہ کو نہ کرے جیسے کہ احادیث و آثار ابھی بیان ہوئے جن میں ہے کہ پھر کبھی نہ کرے، یا صرف اس کا عزم راسخ کافی ہے کہ اسے اب کبھی نہ کروں گا، گو پھر بہ مقتضائے بشریت بھولے چوکے ہو جائے، جیسے کہ ابھی حدیث گذری کہ توبہ اپنے سے پہلے گناہوں کو بالکل مٹا دیتی ہے، تو بمجرد توبہ کے ہی گناہ معاف ہو جاتے ہیں یا پھر مرتے دم تک اس کام کا نہ ہونا گناہ کی معافی کی شرط کے طور پر ہے؟ پس پہلی بات کی دلیل تو یہ صحیح حدیث ہے کہ جو شخص اسلام میں نیکیاں کرے وہ اپنی جاہلیت کی برائیوں پر پکڑا نہ جائے گا۔ اور جو اسلام لا کر بھی برائیوں میں مبتلا رہے وہ اسلام کی اور جاہلیت کی دونوں برائیوں میں پکڑا جائیگا، پس اسلام جو کہ گناہوں کو دور کرنے میں توبہ سے بڑھکر ہے جب اس کے بعد بھی اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے پہلی برائیوں میں بھی پکڑ ہوئی تو توبہ کے بعد تو بطور اولیٰ ہونی چاہیئے۔ واللہ اعلم۔ لفظ عسٰیؔ گو تمنا امید اور امکان کے معنے دیتا ہے لیکن کلام اللہ میں اس کے معنی تحقیق کے ہوتے ہیں پس فرمان ہے کہ خالص توبہ کرنے والے قطعاً اپنے گناہوں کو معاف کروالیں گے اور سرسبز و شاداب جنتوں میں جائیں گے پھر ارشاد ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو ہرگز شرمندہ نہ کرے گا انہیں خدا کی طرف سے نور عطا ہو گا جو ان کے آگے آگے اور دائیں طرف ہو گا اور سب اندھیروں میں ہوں گے اور یہ روشنی میں ہونگے جیسے کہ پہلے سورۂ حدید کی تفسیر میں گذر چکا، جب یہ دیکھیں گے کہ منافقوں کو جو روشنی ملی تھی عین ضرورت کے وقت وہ ان کی چھین لی گئی اور وہ اندھیروں میں بھٹکتے رہ گئے تو دعا کریں گے کہ خدایا ہمارے ساتھ ایسا نہ ہو ہماری روشنی تو آخر وقت تک ہمارے ساتھ ہی رہے ہمارا نور ایمان بجھنے نہ پائے۔ بنو کنانہ کے ایک صحابی فرماتے ہیں فتح مکہ والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے میں نے نماز پڑھی تو میں نے آپ کی اس دعا کو سنا اَللّٰھُمَّ لَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ میرے اللہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنا، ایک حدیث میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں قیامت کے دن سب سے پہلے سجدے کی اجازت مجھے دی جائیگی اور اسی طرح سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے کی اجازت بھی مجھ ہی کو مرحمت ہو گی میں اپنے سامنے اور دائیں بائیں نظر ڈال کر اپنی امت کو پہچان لوں گا ایک صحابیؓ نے کہا حضور انہیں کیسے پہچانیں گے؟ وہاں تو بہت سی امتیں ... ہوں گی آپ نے فرمایا میری امت کے لوگوں کی ایک نشانی تو یہ ہے کہ ان کے اعضاء وضو منور ہوں گے چمک رہے ہوں گے کسی اور امت میں یہ بات نہ ہو گی۔ دوسری پہچان یہ ہے کہ ان کے نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے، تیسری نشانی یہ ہو گی کہ سجدے کے نشان ان کی پیشانیوں پر ہوں گے جن سے میں پہچان لوں گا۔ چوتھی علامت یہ ہے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے ہو گا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَ

اے نبی (صلعم) کفار (سے بالسنان) اور منافقین سے (باللسان) جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے (دنیا میں تو یہ اس کے مستحق ہیں) اور (آخرت میں) ان کا

بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ

ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے اللہ تعالیٰ کافروں کے لئے نوح (علیہ السلام) کی بی بی اور لوط (علیہ السلام) کی بی بی کا حال بیان فرماتا ہے

كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ

وہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں سو ان عورتوں نے دونوں بندوں کا حق ضائع کیا تو وہ دونوں نیک بندے اللہ کے مقابلہ میں ان کے

شَيْــــًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝

ذرا کام نہ آسکے اور ان دونوں عورتوں کو دوبوجہ کافر ہونے کے حکم ہو گیا کہ اور جانیوالوں کے ساتھ تم دونوں بھی دوزخ میں جاؤ

حکم جہاد

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ کافروں سے جہاد کرو ہتھیاروں کے ساتھ اور منافقوں سے جہاد کرو حدود خدا جاری کرنے کے ساتھ، ان پر دنیا میں سختی کرو، آخرت میں بھی ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بدترین باز گشت ہے، پھر مثال دے کر سمجھایا کہ کافروں کا مسلمانوں سے ملنا جلنا خلط ملط رہنا انہیں ان کے کفر کے باوجود خدا تعالیٰ کے ہاں کچھ نفع نہیں دے سکتا، دیکھو دو پیغمبروں کی عورتیں حضرت نوح علیہ السلام کی اور حضرت لوط علیہ السلام کی جو ہر وقت ان نبیوں کی صحبت میں رہنے والی اور دن رات ساتھ اٹھنے بیٹھنے والی اور ساتھ ہی کھانے پینے بلکہ سونے جاگنے والی تھیں، لیکن چونکہ ایمان میں ان کی ساتھی نہ تھیں اور اپنے کفر پر قائم تھیں، پس پیغمبروں کی آٹھ پہر کی صحبت انہیں کچھ کام نہ آئی۔ انبیاء اللہ انہیں آخروی نفع نہ پہنچا سکے اور نہ اخروی نقصان سے بچا سکے بلکہ ان عورتوں کو بھی جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں جانے کو کہدیا گیا۔ یہ یاد رہے کہ خیانت کرنے سے مراد یہاں بدکاری نہیں انبیا علیہم السلام کی حرمت وعصمت اس سے بہت اعلیٰ اور بالا ہے کہ ان کی گھر والیاں فاحشہ ہوں، ہم اس کا پورا بیان سورۂ نور کی تفسیر میں کر چکے ہیں، بلکہ یہاں مراد خیانت فی الدین ہے یعنی دین میں اپنے خاوندوں کی خیانت کی ان کا ساتھ نہ دیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان کی خیانت زنا نہ تھی بلکہ یہ تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی تو لوگوں سے کہا کرتی تھی کہ یہ مجنون ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو مہمان حضرت لوطؑ کے ہاں آتے تو کافروں کو خبر کر دیتی تھیں، یہ دونوں بددین تھیں حضرت نوح علیہ السلام کی رازداری اور پوشیدہ طور پر ایمان لانے والوں کے نام کافروں پر ظاہر کر دیا کرتی تھی، اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی اپنے خاوند خدا کے رسول کی مخالف تھی۔ اور جو لوگ آپ کے ہاں مہمان بن کر ٹھیرتے یہ جا کر اپنی کافر قوم سے خبر کر دیتی جنہیں بدعمل کی عادت تھی بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ کسی پیغمبر کی کسی عورت نے کبھی بدکاری نہیں کی، اسی طرح حضرت عکرمہؒ حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت ضحاکؒ وغیرہ سے بھی مروی ہے اس سے استدلال کر کے بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ جو عام لوگوں میں مشہور ہے کہ حدیث میں ہے جو شخص کسی ایسے کے ساتھ کھائے جو بخشا ہوا ہو اسے بھی بخش دیا جاتا ہے۔ یہ حدیث بالکل ضعیف ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ حدیث محض بے اصل ہے ہاں ایک بزرگ سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور پوچھا کہ کیا حضورؐ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں لیکن اب میں کہتا ہوں۔ [a]

[a] اور ظاہر ہے کہ خواب کو وہ درجہ کبھی بھی حاصل نہیں جو جنابؐ کے ارشادات کو حیات مبارکہ میں تھے، اول تو یہی معلوم نہیں (باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۲ پر)

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ

اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دلی تسلی کیلئے فرعون کی بی بی (حضرت آسیہ) کا حال بیان کرتا ہے جب کہ ان کی بی بی نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرے ۔

لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ

واسطے جنت میں اپنے قریب میں مکان بنا دیجئے اور مجھکو فرعون (کے شر) سے اور اسکے عمل (کفر کے اثر) سے محفوظ رکھیئے اور مجھکو تمام ظالم (یعنی کافر) لوگوں سے

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ

محفوظ رکھیئے۔ اور (نیز مسلمانوں کی تسلی کیلئے) عمران کی بیٹی (حضرت) مریم (علیہا السلام) کا حال بیان کرتا ہے جنہوں نے اپنے ناموس کو (حرام اور حلال دونوں سے) محفوظ رکھا سو ہم نے ان کے

رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾ ۲ ع ۵

چاک گریبان میں اپنی روح پھونکدی اور انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کی (جو انکو ملائکہ کے ذریعہ پہنچے تھے) اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت والوں میں سے تھیں ۔

فرعون کی بیوی کا واقعہ

یہاں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے مثال بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ اگر یہ اپنی ضرورت پر کافروں سے خلط ملط ہوں تو انہیں کچھ نقصان نہ ہوگا۔ جیسے اور جگہ ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ الخ ایمانداروں کو چاہیئے کہ مسلمانوں کے سوا اوروں سے دوستیاں نہ کریں جو ایسا کرے گا وہ خدا کی طرف سے کسی بھلائی میں نہیں ہاں اگر بطور بچاؤ اور دفع الوقتی کے ہو تو اور بات ہے، حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں روئے زمین کے تمام تر لوگوں میں سب سے زیادہ سرکش فرعون تھا لیکن اس کے کفر نے بھی اس کی بیوی کو کچھ نقصان نہ پہنچایا۔ اس لئے کہ وہ اپنے زبردست ایمان پر پوری طرح قائم تھیں اور رہیں۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ عادل حاکم ہے وہ ایک کے گناہ پر دوسرے کو نہیں پکڑتا۔ حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں فرعون اس نیک بخت بیوی کو طرح طرح سے ستاتا تھا، سخت گرمیوں میں انہیں دھوپ میں کھڑا کر دیتا لیکن پروردگار اپنے فرشتوں کے پروں کا سایہ ان پر کر دیتا اور انہیں گرمی کی تکلیف سے بچا لیتا۔ انھیں ان کے جنتی مکان کو دکھا دیتا جس سے ان کی روح کی تازگی اور ایمان کی زیادتی ہو جاتی، فرعون اور حضرت موسیٰؑ کی بابت یہ دریافت کرتی رہتی تھیں کہ کون غالب رہا تو ہر وقت یہی سنتیں کہ موسیٰؑ غالب رہے بس یہی اُن کے ایمان کا باعث بنا اور یہ پکار اٹھیں کہ میں موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب پر ایمان لائی فرعون کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ جو بڑی سے بڑی پتھر کی چٹان تمہیں ملے اُسے اٹھوا لاؤ اِسے چت لٹاؤ اور اسے کہو کہ اپنے اس عقیدے سے باز آئے اگر باز آ جائے تو میری بیوی ہے عزت و حرمت کے ساتھ واپس لاؤ اور اگر نہ مانے تو وہ چٹان اس پر گرا دو اور اس کا قیمہ کر ڈالو، جب یہ لوگ پتھر لائے انہیں لے گئے لٹا یا اور پتھر ان پر گرانے کے لئے اٹھایا۔ تو انھوں نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی، پروردگار نے حجاب ہٹا دیئے اور جنت کو اور وہاں جو مکان ان کے لئے بنایا گیا تھا اُسے انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اسی میں ان کی روح پرواز کر گئی، جس وقت پتھر پھینکا گیا اُس وقت ان میں روح تھی ہی نہیں۔ اپنی شہادت کے وقت دعا مانگتی ہیں کہ خدایا جنت میں اپنے قریب کی جگہ مجھے عنایت فرما، اس دعا کی باریکی پر بھی نظر ڈالیئے کہ پہلے خدا کا پڑوس مانگا جا رہا ہے پھر گھر کی درخواست کی جا رہی ہے۔ اس واقعہ کے بیان میں مرفوع

(بقیہ حاشیہ ۱) کہ کون بخشا ہوا ہے اور کون نہیں نیز خود جن بزرگ نے یہ خواب دیکھا ان کے متعلق کچھ معلوم نہیں کہ کون تھے اور کون نہیں اس طرح کے خوابوں کو معتبر حیثیت کبھی بھی حاصل نہیں ہوتی۔ عہ بجز اس کے کہ خود کوئی کسی کے گناہ میں شریک ہو گیا ہو مثلاً ترغیب ہی دی ہو یا راضی ہوا ہو تو ایسی صورت میں دونوں پر عذاب ہوگا۔ عہ صاحب مدارک نے آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ تمام مصائب میں خدا تعالیٰ (باقی حاشیہ صفحہ آیندہ)

حدیث بھی وارد ہوئی ہے، پھر دعا کرتی ہیں کہ مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے میں اس کی کافرانہ حرکتوں سے بیزار ہوں، مجھے اس ظالم قوم سے عافیت میں رکھ۔ ان بیوی صاحبہ کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔ رضی اللہ عنہا۔ ان کے ایمان لانیکا واقعہ حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ فرعون کے داروغہ کی عورت کا ایمان ان کے ایمان کا باعث بنا، وہ ایک روز فرعون کی لڑکی کا سر گوندھ رہی تھیں۔ اچانک کنگھی ہاتھ سے گر گئی اور اُن کے مُنہ سے نکل گیا کہ کفار برباد ہوں اس پر فرعون کی لڑکی نے کہا کہ کیا میرے باپ کے سوا تو کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے کہا میرا اور تیرے باپ کا اور ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہے، اس نے غصہ میں آکر انہیں خوب مارا پیٹا اور اپنے باپ کو اس کی خبر کردی فرعون نے انھیں بلا کر خود پوچھا کہ کیا تم میرے سوا کسی اور کی عبادت کرتی ہو؟ جواب دیا کہ ہاں میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا رب اللہ ہے میں اسی کی عبادت کرتی ہوں، فرعون نے حکم دیا اور انھیں چت لٹا کر ان کے ہاتھ پیروں پر میخیں گڑوا دیں اور سانپ چھوڑ دیئے جو انہیں کاٹتے رہیں، پھر ایک دن اور کہا اب بھی تیرے خیالات درست ہوئے؟ وہاں سے جواب ملا کہ میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا رب اللہ ہی ہے، فرعون نے کہا اب تیرے سامنے میں تیرے لڑکے کو ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا۔ ورنہ اب بھی میرا کہا مان لے اور اس دین سے باز آجا، انہوں نے جواب دیا کہ جو کچھ تو کرسکتا ہو کر ڈال، اس ظالم نے ان کے لڑکے کو پکڑوا کر منگوایا اور ان کے سامنے اُسے مار ڈالا جب اُس بچہ کی روح نکلی تو اس نے کہا اے ماں خوش ہوجا تیرے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے ثواب تیار کر رکھے ہیں اور فلاں فلاں نعمتیں تجھے ملیں گی، انہوں نے اس روح فرسا سانحہ کو بچشم خود دیکھا لیکن صبر کیا اور راضی بہ قضا ہو کر بیٹھی رہیں، فرعون نے پھر انھیں اسی طرح باندھکر ڈلوا دیا اور سانپ چھوڑ دیئے۔ پھر ایک دن آیا اور اپنی بات دُہرائی۔ بیوی صاحبہ نے پھر نہایت صبر و استقلال سے وہی جواب دیا اس نے پھر وہی دھمکی دی اور ان کے دوسرے بچے کو بھی ان کے سامنے ہی قتل کرادیا اس کی روح نے اُسی طرح اپنی والدہ کو خوشخبری دی اور صبر کی تلقین کی، فرعون کی بیوی نے بڑے بچے کی روح کی خوشخبری سُنی تھی، اب اس چھوٹے بچے کی بھی خوشخبری سُنکر وہ ایمان لے آئیں، اِدھر ان بیوی صاحبہ کی روح اللہ تعالیٰ نے قبض کرلی اور ان کی منزل و مرتبہ جو خدا کے ہاں تھا وہ حجاب ہٹا کر فرعون کی بیوی کو دکھادیا گیا، یہ اپنے ایمان و یقین میں بہت بڑھ گئیں یہاں تک کہ فرعون کو بھی ان کے ایمان کی خبر ہوگئی، اس نے ایک روز اپنے درباریوں سے کہا تمہیں کچھ میری بیوی کی خبر ہے؟ تم اُسے کیا جانتے ہو؟ سب نے بڑی تعریف کی اور اُن کی بھلائیاں بیان کیں۔ فرعون نے کہا تمہیں نہیں معلوم؟ وہ میرے سوا دوسرے کو خدا مانتی ہے پھر مشورہ ہوا کہ انہیں قتل کردیا جائے، چنانچہ میخیں گاڑی گئیں اور ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیا گیا۔ اس وقت حضرت آسیہ رضؓ نے اپنے رب سے دعا کی کہ پروردگار میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اور حجاب اٹھا کر انہیں ان کا جنتی درجہ دکھادیا۔ جس پر یہ ہنسنے لگیں، ٹھیک اسی وقت فرعون آگیا اور انھیں ہنستا ہوا دیکھکر کہنے لگا لوگو تمہیں تعجب نہیں معلوم ہوتا؟ کہ اتنی سخت سزا میں یہ مبتلا ہے اور پھر ہنس رہی ہے یقیناً اس کا دماغ ٹھکانے نہیں، الغرض انہیں عذابوں میں یہ شہید ہوئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ پھر دوسری مثال حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کی بیان کی جاتی ہے کہ وہ نہایت پاک دامن تھیں ہم نے اپنے فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معرفت ان میں روح پھونکی، حضرت جبرئیل کو انسانی صورت میں اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ وہ اپنے منہ سے ان کے گریبان میں پھونک ماردیں، اسی سے حمل رہ گیا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، پس ارشاد ہے کہ ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی، پھر حضرت مریمؑ کی اور تعریف ہورہی ہے کہ وہ اپنے رب کی تقدیر اور شریعت کو سچ ماننے والی تھیں اور پوری فرمانبردار تھیں۔ مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں اور صحابہؓ سے دریافت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۲) سے استعاذہ و استغفار اور اس کو خلاصی کے لئے صرف خدا تعالیٰ ہی سے دعا صالحین کی خاص عادت ہے وفیہا دلیل علی ان الاستعاذۃ باللہ والالتجاء الیہ ومسئلۃ الخلاص منہ عند المحن والنوازل من سیر الصالحین ۱۲ ع گویا کہ حضرت مریم علیہا السلام (باقی صفحہ ۱۰۴ پر)

کیا جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ہی کو پورا علم ہے، آپ نے فرمایا تمام جنتی عورتوں میں سے افضل خدیجہؓ بنت خویلد اور فاطمہؓ بنت محمدؐ اور مریم بنت عمرانؑ اور آسیہ بنت مزاحمؓ ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں صحیح بخاری صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں میں سے تو صاحبِ کمال بہت سارے ہوئے ہیں، لیکن عورتوں میں سے کامل عورتیں صرف حضرت آسیہؓ ہیں، جو فرعون کی بیوی تھیں اور حضرت مریم بنتِ عمران ہیں اور حضرت خدیجہؓ بنتِ خویلد ہیں اور حضرت عائشہؓ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے سالن میں چوری ہوئی روٹی کی فضیلت باقی کھانوں پر۔ ہم نے اپنی کتاب اَلْبِدَایَۃ وَالنِّھَایَۃ میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے قصے کے بیان کے موقع پر اس حدیث کی سندیں اور الفاظ بیان کردیئے ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اسی سورت کے آیت کے الفاظ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْکَارًا کی تفسیر کے موقع پر وہ حدیث بھی ہم بیان کر چکے ہیں جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنتی بیویوں میں ایک حضرت آسیہ بنتِ مزاحم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ہیں۔

الحمدللہ سورۂ تحریم کی تفسیر ختم ہوئی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۳) کی تعریف میں دو جامع کلمات استعمال فرمائے ایک صادقہ جس سے ان کے عقائد کی صحت کی اطلاع ہے دوسرا ارشاد ان کے بارے میں قانتہ ہے جو ان کے حسنِ سیرت کی شہادت ہے کلمات سے مراد سابق شریعتیں بھی لی گئیں ہیں مطلب یہ ہوگا کہ حضرت مریمؑ نے سابقہ تمام شرائع کی تصدیق فرمائی تھی چنانچہ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ "الکلمات الشرائع التی شرع بھا دون القول فکان المعنی صدقت الشرائع واخذت بھا"
